يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ

شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا الحافظ الحاج مفتی ابو محمد عبد الستار صاحب دہلوی

امام

جماعت غرباء اہلحدیث کثر اللہ سوادھم کے گرانقدر علمی وتحقیقی فتوے

الموسوم بہ

فتاویٰ ستاریہ

جامع

مولانا حافظ عبد الغفار صاحب سلفی

امام محمدی مسجد بنس روڈ کراچی

حسب فرمائش

شیخ محمد عمران صاحب اینڈ برادرس

احمد پراچہ بلڈنگ کراچی ۱

ناشر

مکتبہ سعودیہ

حدیث منزل کراچی ۱

فون ۵۲۷۸۹

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ

شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا الحافظ الحاج مفتی ابو محمد عبد الستار صاحب دہلوی

امام

جماعت غرباء اہلحدیث کثر اللہ سوادھم کے گرانقدر علمی و تحقیقی فتوے

الموسوم بہ

فتاوی ستاریہ

جامع

مولانا حافظ عبد الغفار صاحب سلفی

امام محمدی مسجد بنس روڈ کراچی

حسب [illegible]

شیخ محمد عمران صاحب اینڈ برادرس

احمد پراچہ بلڈنگ کراچی ۱

ناشر

مکتبہ سعودیہ

حدیث منزل کراچی ۱

فون ۵۳۷۸۹

قابل قدر مطبوعات

صحیح مسلم شریف مترجم — عربی اردو - چھ جلدوں میں کامل مجلد اڑتالیس روپے -/۴۸
فی جلد آٹھ روپے -/۸
الگ الگ جلدیں بھی مل سکتی ہیں۔
دوسرا ایڈیشن

سُنن ابن ماجہ شریف اردو — کامل مجلد ایک جلد میں۔ بارہ روپے -/۱۲
(دوسرا ایڈیشن)

غنیۃ الطالبین — مع فتوح الغیب کامل مجلد عربی اردو با محاورہ اور سلیس ترجمہ عربی کی تمام عبارت با اعراب علماء کرام کی نگرانی میں تصحیح شدہ دو جلدوں میں کامل (دوسرا ایڈیشن) چوبیس روپے -/۲۴ — فی جلد بارہ روپے -/۱۲
الگ الگ جلدیں بھی مل سکتی ہیں

الحیات بعد الممات — کامل اردو مجلد۔ سوانح عمری شمس العلماء شیخ الکل حضرت مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی المعروف بہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس میں آپ کی، آپ کے تلامذہ کی سوانح عمریاں۔ آپ کے ہم عصر علمائے کرام کا تذکرہ۔ آپ کا سفرنامہ حجاز، آپ کے پانچ سو شاگردوں کے نام، ان کے مقام، ان کا سن فراغت، شیخ الکل کا طریق درس وغیرہ سب کچھ درج ہے۔ قیمت چھ روپے -/۶

بلاغ المبین — کامل اردو مجلد از حضرت عارف باللہ محترم مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس کتاب کے تعارف کے لئے حضرت شاہ صاحب کا اسم گرامی ہی کافی ضمانت ہے۔ شرک و بدعت، نذر لغیر اللہ وغیرہ رسوم جاہلانہ کی تردید میں اور وسیلہ کی بحث میں لاجواب کتاب ہے۔ قیمت چار روپے

دستور المتقی — مع صلوٰۃ النبی کامل اردو مجلد۔ نماز اور اسلام کے ایک ہزار مسائل کی نہایت اعلیٰ کتاب ہے۔ اب تک تقریباً دس ہزار کی تعداد میں چھپ کر اہل اسلام کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔ قیمت چار روپے (دوسرا ایڈیشن)

نوٹ:۔ آپ کو جب کبھی قرآن مجید و حمائل شریف مترجم و معریٰ یا کسی عربی، اردو اور مترجم اسلامی کتاب کی ضرورت پیش آئے تو پتہ ذیل سے طلب فرما کر مکتبہ کو خدمت کا موقع دیں۔

منیجر مکتبہ سعودیہ۔ حدیث منزل۔ کراچی نمبر ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فتاویٰ ستاریہ

سوال (۱) زید و ہندہ حقیقی بھائی بہن ہیں۔ ہندہ کے لڑکے کا زید کی لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ شرط یہ ہے کہ ہندہ کے لڑکے نے اپنی نانی کا دودھ صغر سنی میں پیا ہے۔

جواب (۱) صورت مسؤلہ میں بوجہ تعلق رضاعی کے ناجائز ہے۔

سوال (۲) زید و عمر دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ زید کی پوتی کا نکاح عمر کے لڑکے سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟
عبدالرشید کیمپ انبالہ رجبن بازار

جواب (۲) صورت ہذا میں بلاریب جائز ہے واللہ اعلم۔

سوال (۳) ایک شخص ہندوستانی لام پر ہے۔ کبھی قیام کہیں رہتا ہے اور کبھی کہیں مثلاً کبھی بغداد میں اور کبھی کسی ملک میں، ایسی صورت میں نماز قصر پڑھے یا پوری؟
محمد داؤد بٹالہ

جواب (۳) ایسی صورت میں نماز پوری پڑھنی چاہئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قیام جب کہ منیٰ میں ہو گیا تھا تو پوری پڑھتے تھے
عبدالستار کلانوری

(ہمدرد اہلحدیث بابت ماہ شعبان ۱۳۳۹ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۲۰ء جلد ۱ ع ۱)

سوال (۴) بدن کے کسی حصہ میں سے اگر خون نکلے تو وضو جاتا رہتا ہے یا نہیں؟
سائل عبدالعزیز ہزاروی

جواب (۴) سبیلین یعنی قبل و دبر سے اگر کوئی چیز خارج ہو تو وضو ٹوٹتا ہے ورنہ نہیں (صحیح بخاری) لیٹ کر سو جانا بھی چونکہ مظنہ خروج ہے اس لئے سبب سے مسبب کا احتمال ہے۔ جن احادیث میں علاوہ سبیلین کے وضو ٹوٹنے کا حکم ثابت ہے وہ بطور احتیاط کے ہے یا لغوی وضو مراد ہے واللہ اعلم (مفتی)

سوال (۵) زید نے انتقال کیا اُس پر ایک ماہ کے روزے باقی تھے۔ اب ان روزوں کا تدارک کس طرح کیا جاوے؟
احمد محمد پٹیل از رنگون خریدار رسالہ

جواب (۵) میت کی طرف سے یا تو کوئی روزے رکھ لے (صحیح بخاری و صحیح مسلم) یا اُس کی طرف سے کھانا کھلا دیا جاوے (صحیح ترمذی)

سوال (۶) ایک مرتبہ اپنی عورت سے جماع کرنے کے بعد دوسری مرتبہ میں مابین

ہر دو جماع وضو کرنا فرض ہے یا سنت؟

جواب (۶) مابین ہر دو جماع کے تین صورتیں ہیں (۱) صرف وضو، یہ مستحب ہے (۲) وضو اور غسل، یہ افضل ہے (۳) نہ وضو نہ غسل یہ جائز ہے۔ (صحیح نسائی)

سوال (۷) ایک عورت کنواری بالغہ ہے اُس کے ولی ایسی جگہ نکاح کرنا چاہتے ہیں جہاں وہ راضی نہیں، اُس وقت اپنے وارثوں کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو ولی بنا کر جس جگہ چاہے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب (۷) ولی اگر حسب شرع نکاح کرنا چاہتے ہیں تو عورت کو جبراً اختیار کرنا ہوگا (مؤطا مالک صفحہ ۳ جلد ۲ مع شرح مسوی) البتہ اگر غیر کفو یعنی بد دین سے ولی نکاح کرنا چاہیں اور عورت من حیث الاسلام رکے تو ایسی صورت میں ولیوں کو جبر کرنے کا کوئی حق نہیں ہے بلکہ عورت کو اختیار ہوگا کہ اپنے ولیوں میں سے کسی کو ولی بنا کر حسب شرع کسی مرد صالح سے نکاح کر لے اَلدِّیْنُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی یعنی اسلام کا غلبہ ہوگا دین مغلوب نہیں کیا جا سکتا۔

سوال (۸) گھر میں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب (۸) گھر میں مسجد بمعنی جائے سجود کسی خاص جگہ کو بنا لینا نوافل و سنن کیلئے جائز و درست ہے (سنن) فرائض کے لئے کوئی ثبوت شرعاً نہیں۔

سوال (۹) مسلمان کلمہ گو کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب (۹) امام بناتے وقت اس امر کا خیال ضروری ہے کہ دیندار موحد کو امام بنایا جائے (دارقطنی)

سوال (۱۰) نام کا مسلمان شرکیہ افعال کرنے والے کا نکاح موحدہ عورت سے جائز ہے یا ناجائز؟

جواب (۱۰) حرام ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ (پ ۲ سورۂ بقرہ) یعنی مشرک مردوں سے تا اسلام مسلمان عورتوں کا نکاح نہ کرو۔ مومن تو غلام بھی مشرک سے اچھا ہے۔

سوال (۱۱) ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح زید سے کر دیا۔ لڑکی زید سے راضی خوشی ہے۔ نکاح کے بعد وہ شخص اپنی لڑکی کو زید کے پاس نہیں رہنے دیتا اور لڑکی کا خاوند طلاق نہیں دیتا آیا وہ نکاح باطل ہے یا نہیں اور لڑکی کا باپ اور جگہ بغیر طلاق کے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ (محمد یعقوب از ضلع لائلپور خریدار ہمدرد اہلحدیث نمبر ۱۳۸)

جواب (۱۱) لڑکی کے والد کو بغیر طلاق خاوند کوئی حق دوسری جگہ نکاح کرنے کا نہیں ہے اور نہ اس طرح میکے میں بلا مرضی خاوند بیٹھ رہنے سے نکاح باطل ہوتا ہے بلکہ عورت کا قصور کہلایا جاتا ہے اور ایسی صورت میں مرد پر نان و نفقہ بھی ضروری نہیں ہوتا

جب کہ بلا مرضی خاوند میکے میں بیٹھی رہے (فتاویٰ ابن تیمیہ)

(ہمدرد اہلحدیث بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۲۰ء جلد نمبر ۲)

سوال (۱۲) وقت نماز جمعہ قبل زوال ہے یا بعد زوال؟ (محمد بن ولی جوتا گڈھی از رنگون)

جواب (۱۲) صحیح بخاری میں ہے کَانَ یُصَلِّی الْجُمُعَةَ حِیْنَ تَمِیْلُ الشَّمْسُ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ زوال ہو جانے پر ادا کرتے تھے۔ اس روایت سے آپ کا ہمیشہ نماز جمعہ کو بعد زوال پڑھنا پایا جاتا ہے۔ مرقات و لمعات و عون وغیرہ میں ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نماز جمعہ ہمیشہ بعد زوال پڑھتے تھے وَاِلَیْهِ ذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ خِلَافًا لِاَحْمَدَ۔ کتاب الام للشافعی جلد ا صفحہ ۱۷۲ میں ہے کَانَ یُصَلِّی الْجُمُعَةَ اِذَا فَاءَ الْفَیْءُ واللہ اعلم۔

سوال (۱۳) نوافل یا سنتیں دن جمعہ کے ٹھیک دوپہر کو پڑھنا جائز ہے یا نہیں (سائل مذکور)

جواب (۱۳) جو علماء جمعہ کے دن سرے سے زوال ہی کے قائل نہیں اُن کے نزدیک تو جائز ہے مگر جو جمعہ کا وقت بعد از زوال کہتے ہیں ان کے نزدیک جائز نہیں۔ دلائل سے جمعہ کا وقت بعد از زوال صحیح معلوم ہوتا ہے اس لئے ایسے وقت میں سنن و نوافل نہ پڑھنی چاہئے البتہ تحیۃ نماز پڑھ سکتے ہیں واللہ اعلم

سوال (۱۴) جمعہ کے دن اذان قبل زوال دینی چاہئے یا بعد میں؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۴) علی اختلاف الروایات وقت جمعہ بعد از زوال کی روایات مرفوع صریح صحیح قوی ہیں اس لئے اذان جمعہ بعد از زوال ہی چاہئے واللہ اعلم

سوال (۱۵) خطبہ قبل زوال پڑھنا چاہئے یا بعد میں؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۵) جب کہ معلوم ہو چکا کہ وقت جمعہ بعد از زوال ہے تو لا محالہ خطبہ بھی بعد از زوال ہوگا۔ امام احمدؒ وغیرہ کے نزدیک قبل از زوال بھی جائز و درست ہے مگر قوی مذہب زوال کے بعد کا ہے واللہ اعلم۔

سوال (۱۶) میت کو قبر کے اندر کونسی طرف سے داخل کریں پاؤں کی طرف سے یا سرہانے کی طرف سے یا دائیں یا بائیں طرف سے؟ (احمد محمد پٹیل از رنگون)

جواب (۱۶) جنازہ کو قبر کے پائنتی رکھ کر سر کی طرف سے میت کو لینا چاہئے۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سر کی طرف سے کھینچے گئے اور آپ کے جملہ صحابہ رکھے گئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور ابو الزیاد، ربیعہ، ابن النضر فرماتے ہیں کہ یہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سر کی طرف سے رکھے گئے۔ الکتاب الام للشافعی جلد اول صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ مصر)

سوال (۱۷) بوقت سفر کے آدمیوں سے سلام علیکم کہہ کر مصافحہ و معانقہ کرنا چاہئے یا نہیں یا فقط السلام علیکم کہے؟ (محمد عبد اللہ جیرکنڈا ضلع مان بھوم)

جواب (۱۷) بوقت روانگی یا ملاقات سلام مسنون کرنا تو صاف اور مشہور ہے۔ بوقت روانگی مصافحہ کرنے میں تامل ہے۔ قدیم قول ہمارا بھی یہی تھا کہ مصافحہ کرنے کی کوئی روایت نہیں ہے اس لئے بوقت روانگی مصافحہ نہ کرنا چاہئے مگر ایک روایت میں نے خود کسی مقام پر دیکھی ہے جو اس وقت خیال سے اتر گئی اس لئے اب جدید قول یہ ہے کہ بوقت روانگی بھی مصافحہ جائز و درست ہے۔ حوالہ بوقت ملنے حدیث کے تحریر کروں گا انشاء اللہ۔

سوال (۱۸) کیا صدقہ خیرات دینا فرض ہے یا واجب یا مستحب یا سنت؟ جو شخص کہ صدقہ خیرات دینے کے قابل ہو کر صدقہ خیرات نہیں دیگا تو کس درجہ کا گنہگار ہوگا؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۸) زکوٰۃ واجب ہے اور صدقات واجب نہیں اگرچہ موکد اولیٰ، افضل مسنون، بڑا ثواب سب کچھ ہے مگر فرض صدقات میں صرف زکوٰۃ ہی ہے کہ جس کے نہ دینے پر آدمی گنہگار اور اسلام کے ایک بڑے جزو رکن کا تارک ہوتا ہے۔ صحیح نسائی مطبوعہ انصاری جلد اول صفحہ ۲۷۹ میں ہے کہ ایک سائل ضمامؓ بن ثعلبہ نے آپؐ سے اسلام کا سوال کیا کہ اسلام کیا چیز ہے؟ آپؐ نے نماز مفروضہ پنجوقتہ بتلائی اور ماہ رمضان کے روزے بتلائے اور زکوٰۃ بتلائی۔ سائل نے سوال کیا کہ کیا اور بھی میرے پر فرض ہے آپؐ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ نفل کرے۔ غرض نفلی صدقہ نکالنا ضرور چاہئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو چیز فرض میں کم ہوگی وہ نفل سے پر ہوگی۔ اور صدقات نفلی کے بہت کچھ فضائل احادیث میں آئے ہیں بلکہ مستحقین غرباء محتاج کے ہوتے ہوئے روکنے پر وعید شدید بھی آئی ہے حدیث میں آیا ہے یَا ابْنَ اٰدَمَ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَيْكَ یعنی اے ابن آدم! ... تو خرچ کر خدا تجھ پر کرے گا۔ واللہ اعلم۔

سوال (۱۹) صدقہ فطر گیہوں اور جو اور کھجور کے عوض میں دوسری چیز دینا جائز ہے یا نہیں مثلاً چاول، چنا، پیسہ وغیرہ؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۹) بلا ریب جائز ہے۔ اس کے متعلق ہمارا رسالہ (صدقۃ الفطر) دیکھنا چاہئے اس میں دس ادلہ اس بات پر قائم کئے گئے ہیں کہ صدقۃ الفطر میں بجائے غلہ نقدی دیسکتا ہے اور بیس علماء کی مہریں بھی ثبت ہیں۔ مقصود صدقۃ الفطر سے غریبوں کا کام بنانا ہے واللہ اعلم۔

سوال (۲۰) ایک مجلس میں تین طلاق ایک دفعہ دینے سے تین طلاق شمار کیا جائے گا یا ایک طلاق؟ (سائل مذکور)

جواب (۲۰) ایک طلاق شمار کی جائے گی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

سے صاف موجود ہے کہ آپؐ کے زمانہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تین طلاقیں حکم میں ایک طلاق کے تھیں اور سنن میں یہ بھی موجود ہے کہ تین طلاقیں دینے والے ابو رکانہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیوی کو اس پر پھر لوٹا دیا واللہ اعلم۔ عبد الستار کلانوری

ہمدرد اہلحدیث بابت ماہ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۲۱ء جلد ا نمبر ۱۲

سوال (۲۱) پیشہ قصاب جائز ہے یا نہیں۔ اس کی کمائی کا پیسہ حلال ہے یا نہیں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ شراب پینے والا اور قصائی اور درخت کاٹنے والا ان تینوں کی بخشش نہیں۔ (حبیب اللہ جیرکنڈا ضلع مان بھوم)

جواب (۲۱) قصاب کے معنی عربی میں ہیں گوشت کاٹنے والا یعنی قصائی۔ اس معنے کر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا ہے۔ صحاح میں ہے کہ آپؐ نے قربانی کی سنن میں ہے آپؐ نے فرمایا جو شخص قربانی کرنا چاہے وہ ناخون اور بال نہ لے اور صاف فرمایا فَلَا يُعْطِي الْجَزَّارَ الحدیث (سنن یعنی قربانی کے جانوروں سے قصائی کو اجرتاً کچھ نہ دے اس کی اجرت علیحدہ دے

اس کے متعلق مولانا عبد الستار صاحب دہلوی مدظلہ کا جواب

الجواب بعون الوہاب۔ پیشہ قصاب بلا شبہ جائز ہے خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تعلیم دی ہے چنانچہ سنن ابی داؤد میں باب الوضوء من مس اللحم النیٔ وغسلہ کے تحت حدیث مندرجہ ذیل موجود ہے عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِغُلَامٍ يَسْلُخُ شَاةً فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَحَّ حَتّٰى اُرِيَكَ فَاَدْخَلَ يَدَهُ بَيْنَ الْجِلْدِ وَاللَّحْمِ فَدَحَسَ بِهَا حَتّٰى تَوَارَتْ اِلَى الْاِبِطِ ثُمَّ مَضٰى فَصَلّٰى لِلنَّاسِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو بکری کی کھال اتارتے ہوئے دیکھ کر فرمایا پرے ہٹ تجھے ترکیب نہیں آتی میں جس طرح بتاؤں اس طرح اتار۔ یہ کہہ کر آپؐ نے اپنا ہاتھ چمڑے اور گوشت کے درمیان زور سے داخل کیا یہاں تک کہ آپ کا دست مبارک بغل تک کھال میں چھپ گیا۔ پھر آپؐ تشریف لے گئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی اور دوبارہ وضو نہیں کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسب قصاب جائز ہے اور مولوی مذکور کی بات غلط ہے فقط ابو محمد عبد الستار دہلوی۔

سوال (۲۲) ترک موالات (عدم تعاون) جسکی ہندوستان میں ہل چل مچی ہوئی ہے کیا یہ شرعی حکم ہے یا سیاسی، اور جو مسلمان اس کے خلاف ہیں کیا وہ گنہگار ہیں؟

جواب (۲۲) ترک موالات جیسا کہ آج کل رائج ہے شرعی حکم نہیں۔ شرعی ترک موالات یہ ہے کہ غیر مسلموں سے اسلامی برتاؤ نہ رکھا جائے کما قال اللہ تعالیٰ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُوْنَ

باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ الآیۃ (پ ۲۸ س ۵۸) یعنی مومن لوگ غیر مسلموں سے دوستانہ مراسم اختیار نہیں کیا کرتے۔ اس کی مثال اس طرح سمجھئے کہ جب ابو طالب کا انتقال ہوا تو حضرت علیؓ نے باذن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو غیر اسلامی طریق پر دفن کر دیا اور پھر غسل کیا۔ یہ نہیں کیا کہ اُس کی نماز جنازہ پڑھی ہو یا اُس کے لئے دعا کی ہو یا مسلمانوں کو اکٹھا کیا ہو وغیرہ اسلامی مراسم کچھ نہیں کئے حالانکہ باپ تھے۔

سوال (۲۳) حکیم یا ڈاکٹر یا وید وغیرہ سے عہد کرنا کہ بعد صحت تم کو بطور نذرانہ کچھ دوں گا یہ کیسا ہے۔ (سائل مذکور)

جواب (۲۳) جائز ہے جس شرط پر نذرانہ کو معلق رکھتا ہے وہ ناجائز نہیں ہے خوشی کے وقت انعام دینا جائز ہے درست ہے لہٰذا عہد کو پورا کرنا چاہیئے قال اللہ تعالیٰ واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا ○ (پ ۱۵ س ۱۷) یعنی عہد کو پورا کرو اسکے نقض سے سوال ہوگا۔ ابو داؤد میں ہے المسلمون علی شروطہم۔

سوال (۲۴) ایک رکابی میں بیٹھ کر مرد اپنی بیوی کے ہمراہ کھانا کھا سکتا ہے یا نہیں (سائل مذکور)

جواب (۲۴) جائز ہے۔ نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن میں غسل کرتے تھے (صفحہ ۱۱ مطبوعہ مطبع انصاری) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ہڈی چوستی۔ پھر آپؐ اس ہڈی کو لیکر اُسی مقام سے چُوستے کہ جہاں سے میں نے چوسی تھی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہوتیں۔ (صحیح نسائی)

سوال (۲۵) مرد اپنی بیوی سے اجازت لیکر چھ ماہ سے زیادہ کا سفر کر سکتا ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۲۵) کر سکتا ہے۔ ۴ یا ۶ ماہ سے زیادہ سفر کرنے کی ممانعت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوجہ عدم صبر زوجہ کی تھی۔ اور عورت خود اجازت دے تو اب مانع کوئی نہیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی تو پھر تقسیم باری آپؐ کے لئے حضرت سودہؓ کے واسطے رفع ہو گئی۔

سوال (۲۶) مرد اپنی بیوی اور عورت اپنے شوہر کا نام لیکر پکار سکتی ہے یا نہیں ہمارے اس ملک میں عورت اپنے شوہر کا نام لیکر پکارے تو بہت بُرا سمجھتے ہیں (سائل مذکور)

جواب (۲۶) پکار سکتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ہند نام کی عورت آپؐ کے پاس آئی اور کہا ان ابا سفیان رجل ممسک الخ یعنی ابو سفیان (خاوند ہند) بخیل آدمی ہے ایضاً آپؐ نے فرمایا فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت جملہ موجودہ عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کھانے کو

تمام کھانوں پر (نسائی صفحہ ۸۰، جلد ۲ مطبوعہ انصاری) ایضاً یا ام سلمۃ لا تؤذینی فی عائشۃ اے ام سلمہؓ عائشہؓ کے بارے میں مجھ کو تکلیف نہ دے (نسائی صفحہ ۷۷) ایضاً یا عائشۃ ان جبرئیل یقرئک السلام (نسائی صفحہ ۸۰، جلد ۲) اے عائشہ جبرئیل علیہ السلام تم کو سلام کرتے ہیں۔

مرد کو اپنی بیوی سے مصافحہ اور سلام کرنا

سوال (۲۷) مرد کو اپنی بیوی سے بوقت ملاقات السلام علیکم کہہ کر مصافحہ اور معانقہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور پہلے سلام کون کرے مرد یا عورت (سائل مذکور)

جواب (۲۷) عورت سے مصافحہ کرنے کا ثبوت نہیں ہے۔ سلام پہلے وہی کریگا جو داخل بیت ہوگا (قال اللہ تعالیٰ اذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم (پ ۱۸ س ۲۴)

مسئلہ میراث

سوال (۲۸) میت نے حسب تحریر وارث چھوڑے ورثہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ خاوند، ماں، بھائی، بہن۔

جواب (۲۸) مسئلہ ۶ / ۱۸ ہندہ

خاوند	ماں	•	بھائی	بہن
۳/۶	۱/۶		۲	۱

ہمدرد اہلحدیث بابت رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۲۱ء جلد ۲ نمبر ۲

بیوہ کی عدت اور اس کی کیفیت

سوال (۲۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔

الف بیوہ عورت کے کتنے ایام مقرر ہیں؟

ب۔ وہ یوم عدت کس طرح پر ادا کئے جاویں گے؟

ج۔ اگر عدت مقررہ کے اندر کسی وجہ یا بلا وجہ نکاح کر لیوے تو وہ نکاح درست ہے یا کیا؟

د۔ دوبارہ میعاد مقررہ عدت پوری کر کے نکاح پڑھے تو وہ کس قدر عدت آیا جو ایام باقی رہے وہ یا شروع سے میعاد مقررہ عدت ادا کئے جاویں گے اور ایام باقی ماندہ یا جس قدر حکم شرع ادا کئے جاویں گے تو وہ کس طور ادا کئے جاویں گے۔

ہ۔ اولاد جو ہوگی وہ کیسی کہلائیگی اور ایسی صورت میں بالغ بیوہ کے بلا دریافت نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ مستفتی خدا بخش و عبد الرحمٰن سوداگر از لکھنئو

جواب (۲۹) الف۔ جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے بشرطیکہ حاملہ نہ ہو اور اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

ب۔ ایام عدت میں عورت معتدہ کو زیب و زینت نہ کرنی چاہیئے۔ معمولی لباس پہننا چاہیئے خوشبو بھی استعمال نہ کرنی چاہیئے اور بلا ضرورت شدیدہ کے باہر بھی نہ نکلنا چاہیئے

ج۔ عدت مقررہ کے اندر کسی طرح نکاح درست نہیں۔

د۔ اگر وہ عورت اس شخص کے ساتھ خلط ملط ہوئی ہے یعنی دخول وغیرہ ہوا ہے تو اس کو دوبارہ عدت گذارنی پڑے گی اس کے بعد پھر کسی سے نکاح کرے خواہ اسی سے کرے

اور اگر صرف نکاح ہی ہوا ہے اور رخصت نہیں ہوئی نہ دخول ہوا ہے تو جتنے دن عدت کے باقی ہیں وہ گذارے اس کے بعد نکاح کرے۔ اور عدت وہیں گذارے گی جہاں کہ وہ اپنے خاوند کے فوت ہونے کے وقت رہتی تھی۔

۵۔ اس کا جواب (د) میں دیکھو۔ رہی یہ بات کہ اولاد کیسی کہلائے گی۔ سو واضح رہے کہ جو اولاد ناجائز طریقہ سے ہوگی وہ اولاد بھی ایسی ہوگی۔ اور بیوہ سے اذن لینا ضروری ہے جب وہ زبان سے کہدے تب نکاح کرنا چاہیئے کذا فی الکتاب والسنہ۔

ابو محمد محمد عبدالجبار سوکھیوری

ہمدرد اہلحدیث بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۲۱ء جلد ۳ نمبر ۴

سوال (۳۰) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ عرصہ چند یوم کا ہوا کہ ایک مولوی ہمارے قصبہ میں تشریف لائے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ حدیث نہیں مانی جائے گی۔ صرف قرآن ہی مانا جائیگا کیونکہ قرآن اس کی خبر نہیں دیتا اور نہ رسول نے کہا ہے کہ میری رائے ماننا اور وہ کونسی چیز ہے کہ جس کی خبر قرآن میں نہ ہو۔ قرآن نے تو ہر ایک چیز کو کھول کر بتا دیا ہے سو اس کا کیا جواب ہو جانا چاہیئے؟ (الراقم خلیل الرحمٰن و احمد حسن از قصبہ ٹھاکر دوارہ)

جواب (۳۰) صورت مذکورہ بالا میں واضح ہو کہ جس فرقہ کا ایک فرد آپ لوگوں کے قصبہ میں پہنچا اور اس نے یہ ترغیب دی کہ صرف قرآن ہی کو ماننا چاہیئے، حدیث کو نہ ماننا چاہیئے وہ فرقہ نہایت درجہ کا گمراہ اور کافر اور خارج از اسلام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرقہ ضالہ کے متعلق پیشگوئی فرمائی ہے اور اس فرقہ کے پیشوا کی آپ نے علامتیں بتلائی ہیں کہ ایک ہاتھ اس کا ناقص ہوگا اور اس کے بازو پر گوشت ہوگا مثل پستان کے۔ اور فرمایا آپ نے نکل جائیں گے وہ دین اسلام سے جیسے کہ نکل جاتا ہے تیر شکار سے۔ اور فرمایا کہ بلائیں گے وہ لوگوں کو طرف کتاب اللہ کے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر پاؤں گا میں ان کو البتہ قتل کردوں گا ان کو مانند قتل کرنے عاد کے چنانچہ صحابہ کرام کے زمانہ میں اس فرقہ ضالہ کا ظہور مطابق پیشین گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا۔ اور جو علامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیشوا کی بتلائی تھی اسی کے موافق ہو بہو ان کا پیشوا پایا گیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان لوگوں سے جہاد کیا اور ان کو قتل کیا۔ بعد موقوف ہونے جہاد کے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم کیا کہ ان کے پیشوا کو دیکھو کہ جس کی علامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی ہے جب دیکھا گیا تو اسی صفت مذکورہ کے موافق پایا گیا۔ غرض کہ یہ فرقہ کافر اور مرتد عن الاسلام ہے اور ان کا مذہب لاشے محض اور ناقابل التفات ہے۔ ان کا جو دعویٰ ہے کہ صرف قرآن ہی مانا جائیگا حدیث نہیں مانی جائے گی کیونکہ قرآن اس کی خبر نہیں دیتا۔ سو یہ دعویٰ بالکل

غلط اور لچر ہے کیونکہ قرآن مجید اس بات کی خبر دیتا ہے اور اتباع رسول کا حکم دیتا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اور اتاری اس نے اوپر تیرے کتاب اور حکمت اور سکھائی تجھ کو وہ چیز کہ نہیں تھا تو جانتا نیز دوسری جگہ ارشاد ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارا رسول ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔

ناظرین! میں نے دو آیتیں پیش کی ہیں جن میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے دو لفظ استعمال کئے ہیں ایک کتاب دوسرا حکمت۔ پس ظاہر ہے کہ کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ اس کا کوئی ذی علم انکار نہیں کرسکتا۔ رہا لفظ حکمت سو اس کے متعلق ہم اپنے مخاطب سے سوال کرتے ہیں کہ اس سے کیا مراد ہے؟ اگر کہو کہ اس سے مراد حکمت کی باتیں ہیں تو قرآن مجید سارا ہی حکمت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے کتاب کا لفظ فرما دیا تو اس میں سب کچھ آ گیا پھر دوبارہ لفظ حکمت کے استعمال کی کیا ضرورت تھی۔ یہی دلیل بین ہے اس امر کی کہ حکمت سے مراد ماسوا کتاب اللہ کے کوئی اور شے ہے وہی حدیث نبوی ہے۔ نیز لفظ تعلیم تشریح اور تفصیل کا مقتضی ہے کیونکہ ظاہر بات ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اہل لسان تھے لیکن خدا تعالیٰ کا جو مقصود ہے اس کو نہیں سمجھتے تھے اس واسطے اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا معلم بنا کر بھیجا۔ آپ نے ان کو کما حقہ تعلیم دی اور اللہ تعالیٰ کا مقصود سمجھایا وہی حدیث ہے۔ نیز فرمایا اللہ عزوجل نے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ یعنی کہنا مانو اللہ کا اور کہنا مانو رسول کا۔ اب ہم سوال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر تو قرآن مجید میں موجود ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر کہاں ہیں قرآن میں تو نہیں ہیں لہٰذا آپ کو ماننا پڑیگا کہ اوامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہیں۔ پس حدیث واجب الاتباع ٹھہری اور فرمایا مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا یعنی جو تم کو رسول دے پس لیلو اس کو اور جس چیز سے منع کرے باز آجاؤ تو رسول نے کیا دیا ہے اور کس چیز سے منع کیا ہے اس کا ذکر قرآن میں کہاں ہے۔ احادیث میں ہے۔ دوسرا یہ دعویٰ کہ کوئی ایسی چیز نہیں جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو قرآن تو ہر ایک چیز کو کھول کر بتاتا ہے یہ بھی غلط کیونکہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ جنکا ذکر قرآن مجید میں مفصل نہیں ہے جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ یعنی ہمارا رسول انپر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔ اب ہم سوال کرتے ہیں کل خبیثہ چیزوں کا قرآن میں کہاں ذکر ہے سوا چند چیزوں کے یعنی مردہ اور دم مسفوح اور خنزیر وغیرہ کے ماسوا کتا بھیڑیا شیر چیتا ہاتھی ریچھ وغیرہ درندے جانور ان کے نزدیک سب حلال ہونے چاہئیں کیونکہ قرآن میں تو ان کا ذکر نہیں، حدیث میں ہے اور حدیث ان کے نزدیک غیر معتبر ہے لہٰذا انکو چاہیئے کہ موٹے تازے کتوں اور بھیڑیوں اور ریچھوں وغیرہ کو شکار کرکے نوش فرمایا کریں

کیونکہ یہ شکار آسانی کے ساتھ میسر ہو سکتا ہے۔ نیز فرائض الٰہی نماز و زکوٰۃ و حج کا قرآن میں تفصیل وار کہاں ذکر ہے۔ قرآن میں کہاں ہے کہ مغرب کی تین رکعتیں پڑھا کرو۔ ظہر کی چار رکعتیں پڑھا کرو اور صبح کی دو رکعت پڑھا کرو۔ اس کے علاوہ بہت سے احکام نماز کے ہیں کہ جن کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن میں کہاں ہے کہ زکوٰۃ مال کا چالیسواں حصہ دیا کرو یا سال گذرنے کے بعد دیا کرو۔ پس ظاہر ہے کہ ان کی تشریح و تفصیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی کی ہے اور وہی حدیث ہے۔ اور یہ حق تشریح آپؐ کو خدا کی طرف سے حاصل تھا جیسے کہ اوپر آیت گذر چکی یعنی وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ اور یہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ یحرم کی ضمیر کا مرجع ذات رسول ؐ ہے یعنی رسولؐ انپر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ اتباع نبیؐ کی عین اتباع اللہ کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ یعنی ہمارا رسولؐ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا۔ جو کچھ کہتا ہے وہ ہماری وحی کے ذریعہ سے کہتا ہے۔ پس حدیث بھی مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اور وحی میں شامل ہے۔ قرآن و حدیث دونوں کی اتباع لازم و ضروری ہے ان کی اتباع کے سوا کوئی نجات کا طریقہ نہیں فقط۔

سوال (۳۱) ایک عورت کے خاوند کا انتقال ہو گیا۔ اب عورت مذکورہ کے پاس کچھ جہیز ہے اور کچھ زیور جو اس کے خاوند ... یا تھا اب عنداللہ و عندالرسول زیور میں اس کے بچے حقدار ہیں یا کہ فقط عورت ہی زیور ... الگ ہے۔

جواب (۳۱) واضح ہو کہ جو کچھ عورت کو قبل عصمت نکاح کے دیا گیا بطور جہیز کے یا خاوند نے بعد نکاح کے جو کچھ زیور وغیرہ اسکو دیا بطور ملکیت کے یعنی اس کو ہبہ کر دیا اور مالک بنا دیا تو کل جہیز اور زیور وغیرہ کی مالک اور مستحق وہ عورت ہے، بچوں کا اس میں کچھ نہیں کذا فی کتب الحدیث۔

سوال (۳۲) ایک عورت اپنے خاوند سے کئی سال سے علیحدہ تھی۔ بعدہٗ میاں بیوی کے درمیان ایسی ناچاقی و نا اتفاقی ہو گئی کہ خلع کی نوبت آئی۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں بعد خلع کے عورت مذکورہ کو عدت گزارنی پڑے گی یا بعد خلع کے فوراً ہی نکاح کرے۔

جواب (۳۲) جب عورت اپنے خاوند سے کئی سال سے علیحدہ رہتی تھی اور خاوند کے پاس بالکل نہیں آتی تھی اور پھر خلع کی نوبت آئی تو ایسی صورت میں اس پر کچھ عدت نہیں۔ خلع کرنے کے بعد فوراً ہی نکاح کر سکتی ہے۔ عدت اس صورت میں ہے کہ جب میاں بیوی پاس رہتے ہوں کذا فی سنن ابن ماجہ۔ حررہٗ خاکسار ابو محمد عبدالجبار سوکھپوری۔

(ہفتہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ صفر ۱۳۵۰ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء جلد ۳ نمبر ۲)

سوال (۳۳) ایک شخص قبل از عقد نکاح اس عورت کو کہ جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہے تفویض طلاق کا اختیار دیتا ہے یعنی جس وقت عورت چاہے مرد سے اپنی ذات کو بذریعہ طلاق

جدا کر لے اور مطلقہ ہو جائے۔ دریں صورت تفویض طلاق قبل از عقد نکاح جائز ہے یا نہیں اور یہ حکم نافذ ہو گا یا نہیں؟

جواب (۳۳) تفویض طلاق قبل از نکاح جائز نہیں اور اگر بسبب جہالت کے کسی نے ایسا کیا تو یہ حکم نافذ نہ ہو گا جیسے کہ حدیث ذیل اس پر شاہد ہے عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا طَلَاقَ اِلَّا بَعْدَ نِكَاحٍ الْحَدِيْثَ (ابو یعلی و صححہ الحاکم و روی نحوہ ابوداؤد والترمذی) یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں طلاق مگر بعد نکاح کے۔ غرض کہ طلاق کی کوئی صورت قبل از نکاح جائز نہیں فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم

حررہ ابو محمد عبدالجبار سوکھپوری

ہمدرد اہلحدیث دہلی بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۰ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۲۲ء جلد ۳ نمبر ۶

سوال (۳۴) اگر صف اول میں پوری بھر جانے کی وجہ سے جگہ نہ ہو تو بعد میں آنے والا نمازی کہاں کھڑا ہو۔ کیا وہ صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہو کر اپنی نماز ادا کر سکتا ہے؟

سائل عطاء الرحمٰن کراچی

جواب (۳۴) ایسی صورت میں اگلی صف میں سے کسی کو کھینچ کر امام کے پیچھے صف بنا لے صف کے پیچھے تنہا نماز نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تنہا نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا تو صف میں کیوں نہ داخل ہوا یا صف میں سے کسی کو کیوں نہیں کھینچ لیا اَعِدْ صَلٰوتَكَ تو اپنی نماز دوبارہ پڑھ (مشکوٰۃ۔ طبرانی۔ بیہقی) فقط

حررہ العاجز ابو محمد کفاہ الصمد

سوال (۳۵) کیا بائسکوپ کا تماشا دیکھنا اجرت دیکر یا بلا اجرت جائز ہے جس میں کہ ظلی تصاویر حرکت کرتی ہوئی نظر آیا کرتی ہیں۔

جواب (۳۵) تصاویر اصلی ہوں یا عکسی یا ظلی ہوں ان کا بنانا اور رغبۃً دیکھنا منع ہے۔ رسول اللہ علیہ وسلم جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں دروازے پر تشریف لائے تو جب آپ کی نظر تصاویر پر پڑی تو آپ رنجیدہ ہو کر واپس چلے گئے (بخاری)

سوال (۳۶) کیا باجا فونوگراف سے قرآن مجید کا سننا جائز ہے اور اس کے سننے سے کچھ ثواب بھی حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب (۳۶) باجوں کو خریدنا، بیچنا، سننا منع ہے قال اللہ تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (سورۃ لقمان ۝) وقولہ تعالیٰ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ الآیۃ (بنی اسرائیل) جملہ تفاسیر مبسوط میں یہی لکھا ہے۔

سوال (۳۷) کیا مسلمانوں کی عورتیں بلا تخصیص اس بات کے کہ وہ جوان ہوں یا ضعیف العمر، خوب صورت ہوں یا بد صورت بغیر چادر یا نقاب اوڑھے کھلے منہ صرف سر کھ

ڈھانکے ہوئے غیر محرم مردوں میں آجاسکتی ہیں یا نہیں؟

سائل محمد اصغر بمقام راجہ ہری سنگھ از جموں

جواب (۳۷) واضح ہو کہ عورت کا چہرہ گو شرعاً پردہ میں داخل نہ ہو مگر احتیاطاً نقاب ڈالنا چاہیے چنانچہ بعض صحابیات احرام کی حالت میں مردوں کو دیکھ کر چہرہ پر نقاب ڈال لیتی تھیں۔ (دارقطنی)

سوال (۳۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو رضامندی کے ساتھ طلاق دی اور بعد چند روز کے عورت اور مرد دونوں اس امر پر رضامند ہیں کہ پھر ہمارا نکاح ہو جاوے تو اب کس طریقہ سے ہو سکتا ہے

سائل نظام الدین سوداگر

جواب (۳۸) صورت مذکورہ میں واضح و لائح ہو کہ اگر عورت مذکورہ کی عدت باقی ماندہ ہے تو وہ شخص بلا ریب رجوع کر سکتا ہے۔ نکاح ثانی کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر عدت گذر چکی ہے تو وہ شخص نکاح جدید کر سکتا ہے۔ ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم

حررہ العاجز احقر العباد حافظ ابو محمد عبد الستار مہاجر

(ہمدرد اہلحدیث دہلی بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۴۰ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۲۲ء جلد ۳ نمبر ۵)

سوال (۳۹) کیا ہے حکم شرع کا اس مسئلہ میں کہ مدت سے ایک مسجد میں نماز پڑھی جاتی ہے اس کی چھت وغیرہ بوسیدہ ہو گئی ہے دوبارہ اس کو تعمیر کرانا ہے تو کیا اس جگہ کو جہاں نماز پڑھی جاتی ہے دکان یا مکان کی صورت میں بنوا کر کرایہ پر دیا جائے تاکہ اس سے آمدنی ہو جائے اور مسجد کے خرچ میں آتی رہے اور اس کے اوپر مسجد بنادی جائے ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نادرست ہے۔ شبہ یہ ہوتا ہے کہ درجہ تحت میں جو قدیمی مسجد ہے دکان یا مکان کی صورت ہونے سے عورت، مرد دنیاداری کے معاملات کر سکتے ہیں اور پاک ناپاک اس میں معیشت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

جواب (۳۹) صورت مرقومہ میں معلوم ہو کہ ایسا کرنا شرعاً درست ہے۔ خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ بدل دی تھی اور مسجد اول کی جگہ بازار ہو گیا اور نیز درست ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ بات جو تمام دنیا میں دیکھی اور سنی جاتی ہے وہ یہ کہ زمین مسجد کیلئے وقف کیجاتی ہے اور خرید کیجاتی ہے بعدہٗ بعض زمین کے حصہ میں مسجد بنائی جاتی ہے اور بعض حصہ میں غسل خانہ اور بعض حصہ میں پاخانہ پیشاب خانہ بنایا جاتا ہے جس میں کہ اصلاح مقصود ہے وہ درست و جائز ہے۔

سوال (۴۰) کیا ہے حکم شرع کا اس مسئلہ میں کہ مدت سے ایک مسجد میں نماز پڑھی جاتی ہے اب اس کی چھت وغیرہ بوسیدہ ہو گئی ہے دوبارہ اس کو تعمیر کرانا ہے تو کیا اس جگہ کو جہاں نماز پڑھی جاتی ہے مدرسہ کی صورت میں بنا کر مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث جاری کرا دیا جائے اور

اس کے اوپر مسجد بنادی جائے ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نادرست ہے۔

جواب (۴۰) ایسا کرنا شرعاً درست ہے۔ قرآن وسنت کے ماہر پر مخفی نہیں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے جب مسجد قدیم بازار کی گئی کیا مدرسہ آسمانی تعلیم کے لئے نہیں بنا سکتے برابر بنا سکتے ہیں وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۔ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۔ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۔ فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○

سوال (۴۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ جب امام جمعہ کی دونوں رکعت پڑھ کر تشہد میں بیٹھا تھا اس وقت زید آکر جماعت میں مل گیا بعد سلام پھیرنے امام کے اب زید کو دو رکعت جمعہ کی ادا کرنی چاہیے یا چار رکعت ظہر کی کیونکہ اب وہ اکیلا نماز پڑھتا ہے اور جمعہ کی نماز اکیلے نہیں ہوتی ازروئے قرآن وحدیث جواب سے سرفراز فرماویں۔

جواب (۴۱) چار رکعت پڑھے، نزدوا (قال اللہ تعالیٰ) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ○ (وقال تعالیٰ) مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً فَلْيُصَلِّ إِلَيْهَا أُخْرَىٰ (زاد فی روایۃ ابی نعیم) وَمَنْ أَدْرَكَهُمْ فِي التَّشَهُّدِ صَلَّىٰ أَرْبَعًا (ر ہ) عن ابی ھریرۃ) قال ک صحیح واقرہ فی التلخیص کذا فی التیسیر شرح الجامع الصغیر۔

مفتی مدرسہ دار الکتاب والسنہ دھلی صدر بازار

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۲۲ء جلد ا نمبر ۳)

سوال (۴۲) زانیہ حالت حمل میں نکاح کر سکتی ہے یا وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ کے تحت میں داخل ہے یعنی بعد وضع حمل نکاح کرے۔ کتب فقہ میں جو یہ لکھا ہے کہ زانیہ مدت حمل میں زانی سے نکاح و وطی کر سکتی ہے اور غیر زانی سے صرف نکاح کر سکتی ہے وطی نہیں کر سکتی اس کا ماخذ کیا ہے۔ الراقم عبد الرحمٰن امام مسجد اہلحدیث محلہ لوہاراں ضلع گوجرانوالہ

۹ رجب المرجب ۱۳۴۰ھ

جواب (۴۲) صورت مذکورہ بالا میں واضح ہو کہ حمل والی عورت حالت حمل میں ہرگز نکاح نہیں کر سکتی نہ زانی سے نہ غیر زانی سے اور برابر ہے کہ وہ حمل زنا سے ہو یا غیر زنا سے چونکہ نص قرآنی وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ عام ہے (یعنی حمل والی عورتیں، عدت ان کی یہ ہے کہ جن لیں وہ حمل اپنا) جو شامل ہے زانیہ اور غیر زانیہ کو تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔ کتب فقہ میں جو اس کے متعلق لکھا ہے وہ محض رائے و قیاس پر مبنی ہے اور یہی اس کا ماخذ ہے۔ قرآن وحدیث سے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں فقط

سوال (۴۳) زید نے ہندہ سے شادی کی عرصہ بارہ سال کا ہوا۔ اس عرصہ سے اس کو

رخصت کرکے نہیں لے گیا اور نہ نان ونفقہ دیا نہ اور کسی قسم کی خبر لی۔ اور ہندہ کے والدین برابر زید سے خط وکتابت کرتے رہے کہ لڑکی کو رخصت کرا کے لے جاؤ مگر زید نے کچھ خبر اور جواب نہیں دیا اور زید نے ثانی نکاح بھی کرلیا ہے اور زید ہندہ کو طلاق بھی نہیں دیتا۔ اس حالت میں ہندہ کی کیا کچھ صورت ہے آیا وہ نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب (۴۳) صورت مذکورہ بالا میں واضح ہو کہ عورتوں کو نان ونفقہ دینا اور انکے ساتھ حسن معاشرت کرنا فرض ہے۔ جو شخص اپنی بیوی کو نان ونفقہ نہ دے اور اس کے ساتھ حسن معاشرت نہ کرے وہ ظالم اور ضار ہے اور عورت مظلومہ ہے اور ظلم وضرر بفرمان رب العزت لَا تُضَارُّوهُنَّ بالکل حرام ہے (یعنی نہ ضرر پہنچاؤ تم ان کو ساتھ عدم نان ونفقہ وترک حسن معاشرت کے) پس عورت مظلومہ کو اس کے ظلم وستم سے چھڑانا اور ان کے درمیان تفریق کرانا نہایت ضروری امر ہے اور نیز ایسی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے جیسے کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس پر شاہد ہے قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ لَا يَجِدُ مَا يُنْفِقُ عَلَى امْرَأَتِهِ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا (دار قطنی) یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے حق میں جو اپنی بیوی کو نان ونفقہ نہیں دے سکتا تفریق کرادی جائے درمیان ان کے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عورت کو ایسی صورت میں فسخ نکاح کا اختیار ہے کسی امام وقت کے ذریعہ سے اس کا نکاح فسخ کرالیا جائے۔ بعد فسخ نکاح وانقضاء عدت ایک حیض کسی موحد شخص سے اس کا نکاح کردیا جائے۔ اور یہی فتویٰ ہے سعید بن مسیب کا فقط

سوال (۴۴) ایک مسلمان نے ایک مسلمہ عورت کے ساتھ عقد کیا عرصہ ایک سال کا ہوتا ہے کہ وہ بمبئی چلا گیا اور شرک وبدعت میں مشغول ہوگیا اور نماز بالکل ترک کردی اور نان ونفقہ بھی نہیں دیتا ہے اور وہ اپنا حال تحریر کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔ اس وجہ سے وہ عورت مسلمہ دیندار پرہیزگار عقد ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب (۴۴) اگر واقعی وہ شخص مشرک وبدعتی ہوگیا ہے اور نماز بھی ترک کردی ہے تو وہ مرتد اور کافر ہے اس کے متعلق احادیث بکثرت ہیں نیز صحابہ کرام تارک الصلوٰۃ کو بالاتفاق کافر کہتے تھے (ترمذی) اور الترغیب والترہیب میں ہے وَقَدْ جَاءَ عَنْ عُمَرَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَغَيْرِهِمْ أَنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ فَرْضٍ وَاحِدَةً مُتَعَمِّدًا حَتّٰى يَخْرُجَ وَقْتُهَا فَهُوَ كَافِرٌ مُرْتَدٌّ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ وعبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ومعاذ بن جبل والو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ جو شخص چھوڑ دے فرض نماز کو ایک بار جان بوجھ کر یہاں تک کہ نکل جائے وقت اس کا پس وہ کافر اور مرتد ہے۔ پس جب وہ شخص مرتد اور کافر ہوگیا اور نیز شرک وبدعت بھی کرنے لگا تو عورت مسلمہ اس کی زوجیت سے بالکل علیحدہ ہوگئی اس کے نکاح میں نہیں رہی۔ دوسری وجہ یہ کہ وہ نان ونفقہ نہیں دیتا۔ اور جو شخص نان ونفقہ نہ دے اور

عورت اس کی شاکی ہو تو اس کے لئے فیصلہ نبوی یہ ہے عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ لَا يَجِدُ مَا يُنْفِقُ عَلَى امْرَأَتِهِ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا (دار قطنی) یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کو نان ونفقہ نہیں دے سکتا تفریق کرادی جائے درمیان ان کے۔

پس اگر صورت اولیٰ ممکن نہ ہو اور اس میں کسی قسم کا خدشہ ہو، چونکہ حکومت کفار کی ہے تو صورت ثانی اختیار کی جائے یعنی بذریعہ امام وقت اس کا نکاح فسخ کرالیا جائے خواہ وہ شخص طلاق دے یا نہ دے بعد فسخ نکاح وانقضاء عدت ایک حیض عورت مذکورہ مسلمہ کا عقد ثانی کسی موحد متبع سنت شخص سے کردیا جائے۔ اسلام کا فیصلہ یہی ہے۔ آگے قسمت مسلمانان کہ اپنی بستی شہر میں آسمانی قانون کے جاری کرنے والے عامل ومعتقد طرفدار کتاب وسنت، طالب آخرت کو اپنا امام وقت نہیں بناتے تاکہ ایسی خرابیاں وتکلیفیں ان سے رفع ہوں حالانکہ حاکم وقت غیر مسلم بھی اسکے مزاحم نہیں ہوتے۔ اور اسلام میں امام بنانا جو ایسے احکام مسلمانوں میں پابندی کے ساتھ کرے اور کرائے فرض ہے۔ نہ معلوم قیامت کے دن یہ علماء بد دنیا کے طالب وامراء فساق فجار رب العالمین کے سامنے کیا جواب دیں گے؟ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

(ایڈیٹر) ابو محمد عبد الجبار

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ شوال ۱۳۴۰ھ مطابق ملو جون ۱۹۲۲ء جلد ۱ نمبر ۴)

سوال (۴۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ بنانا اور اس کو رونق دینا اور سبیل کا لگانا وغیرہ کیسا ہے اور اس میں جان ومال سے شریک ہونے پر شرع محمدی کا کیا فتویٰ ہے؟

جواب (۴۵) تعزیہ یعنی ماتم کرنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا جو فی زمانہ رائج ہے گناہ کبیرہ اور اعلیٰ بدعت ہے۔ اور کرنے والا اس کا اور شریک ہونے والا اس میں جان ومال سے مشرک اور بدعتی ہے اس لئے کہ عاشق سادات واہل بیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین ائمہ کرام واحادیث نبوی سے اسکا بالکل ثبوت نہیں۔ اور جو جو امور اس میں کئے جاتے ہیں وہ بعض بدعت اور بعض شرکیہ ہیں اور سبیل امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی شرک اکبر ہے۔ اور بنانا کربلاؤں اور تربتوں کا اور نہ کھڑا کرنا شہدوں کا اور بیان کرکے رونا اور پیٹنا اور تین دن تک فجر کو منہ ڈھانکنا اور اسکے آگے سجدہ کرنا اور منتیں ماننا اور عرضی حاجتوں کی باندھنا اور مہندی روشن کرکے دور دور سے لانا اور شمع روشن کرکے ہاتھ پر رکھنا اور تمام رات ان کے آگے کھڑا کرنا اور مرثیہ پڑھنا اور شربت وریوڑی وطیدہ وحلیم وحلوہ وتعزیہ کی نذر چڑھانا اور طرح طرح کے اسراف اور فضول خرچیاں کرنا اور آتشبازی چھوڑنا اور لنگور بندر وغیرہ کی شکل بنانا اور نیک جیبوں کے نام پکار پکار کر سنانا اور سینہ کوبی کرنا اور قسم قسم کے باجے بجاتے ہوئے جانا اور مرد وزن کا

ایک جا ہجوم ہونا اور ماتمی لباس کپڑوں کے ساتھ ظاہر کرنا وغیرہ جملہ امور بدعت اور بعض شرک اکبر ہیں۔ فرمایا دو جہاں کے سردار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بدعتی کا نماز، روزہ، حج، عمرہ جہاد، خیرات، انصاف کچھ خدا کے ہاں مقبول نہیں۔ اور بدعتی اسلام سے ایسا نکل جاتا ہے جیسا کہ بال آٹے سے صاف علیحدہ ہو جاتا ہے (ابن ماجہ)

خلافت کمیٹی سے اپیل
خلافت کمیٹی کو چاہیئے کہ وہ اس بدعت اور شرکیہ افعال کے کرنے سے مسلمانوں کو روکے اور تعزیہ فنڈ کا روپیہ مساجد فنڈ یا مدرسہ فنڈ یا کسی اور کار خیر میں صرف کرنے کی کوشش کرے تاکہ آئے دن کی بدعت اور فضول خرچیوں اور ہندو مسلمانوں کے باہمی تنازعات سے نجات ملے وَمَا ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ بِعَزِيْزٍ۔

(مفتی) عبد الستار کلانوری مدرس مدرسہ حمیدیہ عربیہ دہلی۔

الجواب صحیح مولوی ابو محمد عبد الجبار مدرس مدرسہ عربیہ کھنڈیلہ ضلع جے پور۔ الجواب صحیح مولوی عبد الواحد بن عبد اللہ الغزنوی از لاہور۔ الجواب تعزیہ بنانا بدعت بلکہ شرک ہے۔ مولوی ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری۔ الجواب صحیح مولوی ابو عبد الکبیر محمد عبد الجلیل سامرودی مدرس مدرسہ سامرود۔ الجواب مولوی ابو القاسم بنارسی سیف۔ الجواب۔ تعزیہ بنانا اور اس کی کسی قسم کی مالی و جانی اعانت و امداد کرنا اور شرکت کرنا اور رونق دینا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اور رونق دینے اور امداد کرنے میں اس موقع پر لوگوں کے لئے سبیل لگانا بھی داخل ہے فقط واللہ۔ کتبہ عزیز احمد عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند ۱۰ ذلقعدہ ۳۹ھ۔ الجواب سلطان محمود مدرسہ فتحپوری دہلی۔ الجواب صحیح احمد شیر عفی عنہ۔ الجواب صواب عبد الوحید عفی عنہ۔ الجواب صحیح محمد رسول خان عفا اللہ عنہ۔ الجواب صواب نبیر حسن بقلم خود۔ الجواب صحیح نور الحسن عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی اصاب المصیب بندہ محمد حسن عفی عنہ۔ صح الجواب فقیر اصغر حسین عفی عنہ المجیب محمد ادریس عفا اللہ عنہ الجواب صحیح محمد بردل مدرس مدرسہ نعمانیہ۔ الجواب صحیح محمد عبد الرحیم عفی عنہ۔ الجواب صحیح بندہ شفاعت اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی الجواب صحیح محمد شفیع مدرس مدرسہ مولوی عبد الرب صاحب الجواب ھو الصواب عبد الحنان مدرس مدرسہ نعمانیہ دہلی۔ المجیب مصیب وحید حسین مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ الجواب صحیح الطاف حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔ الجواب صواب بندہ ضیاء الحق عفی عنہ۔ الجواب تعزیہ بنانا اور اس کی امداد مالی و بدنی کرنا حرام ہے حررہ محمد کرامت اللہ عفی عنہ الجواب صحیح محمد عبد القادر مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی۔ الجواب صحیح محمد عبد الرحیم عفی عنہ مہتمم مدرسہ رحیمیہ دہلی الجواب صحیح ابو محمد عبد الوہاب امام جماعت غرباء اہلحدیث دہلی۔ الجواب صحیح تعزیہ داروں کی ان چیزوں کے ساتھ تعظیم و اعانت حرام اور گناہ ہے۔ محمد یوسف عفی عنہ مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی۔ الجواب صحیح ابو الزبیر محمد یونس قریشی مدرس مدرسہ میاں صاحب

مرحوم دہلی۔ المجیب مصیب عبد الجبار عفی عنہ میرٹھی مدرس مدرسہ میاں صاحب مرحوم پھاٹک حبش خاں دہلی۔ الجواب صحیح عبد الرحمٰن عفی عنہ۔ الجواب صحیح محمد اسحاق مدرس حسینیہ دہلی الجواب صحیح ابو محمد عبید اللہ مدرس مدرسہ دار الہدیٰ کشن گنج دہلی۔ الجواب صحیح تعزیہ بنانا بالکل ناجائز اور بت پرستی ہے اور اس کی تعظیم اور اس کے نیچے سے نکلنا وغیرہ تمام مراسم شرک ہیں۔ اس میں رونق دینا اور شریک ہونا اور کل امور اس کے بت پرستی اور شرک ہیں اور اس کے دلائل بکثرت قرآن و حدیث میں موجود ہیں جنہیں بیان کی حاجت نہیں عیاں راچہ بیاں۔ حررہ العاجز محمد یوسف شمس محمدی فیض آبادی ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ محرم ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۲۲ء جلد ۱ نمبر ۷)

سوال (۴۶) ہندہ نے مرنے سے دس یوم پہلے اپنا مہر اپنی خواہش سے بغیر کسی کے سمجھانے اور کہنے کے اپنی رضا سے معاف کیا۔ اس وقت چند عورتیں مرحومہ کی رشتہ دار اور چند عورتیں خاوند کی رشتہ دار موجود تھیں۔ موافق شریعت کے مہر معاف ہوا یا نہیں؟

جواب (۴۶) واضح ہو کہ واقعی بلحاظ صورت مذکورہ بالا کے شریعت محمدیہ کی رو سے بے شبہ مہر معاف ہو گیا لقولہ تعالیٰ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا الآیہ۔ یعنی اگر تمہاری عورتیں دلی خوشی سے (بلا جبر کسی کے) بعض مہر یا کل مہر معاف کر دیں تو تم اس کو بے دھڑک کھا لیو۔ حاصل یہ کہ اگر عورتیں برضا و رغبت اپنا مہر معاف کر دیں تو وہ شرعاً جاری ہوگا اور معاف ہو جائے گا۔

سوال (۴۷) بکر نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح خالد کے نابالغ لڑکے سے کر دیا۔ اب لڑکی نے اپنے باپ بکر کے فوت ہونے کے بعد بالغ ہو کر انکار کر دیا کہ یہ نکاح مجھے منظور نہیں۔ اب شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب (۴۷) اگر لڑکے میں کوئی عیب شرعی نہیں ہے تو مناسب یہی ہے کہ جہاں تک بھی ہو سکے لڑکی اپنے باپ کے نکاح کردہ شدہ کو قائم رکھے کیونکہ باپ نے جو نکاح کیا وہ صحیح ہے لیکن اگر بالکل نبھاؤ کی صورت نہیں ہے اور لڑکی اس نکاح سے بالکل ناخوش ہے تو ایسی صورت میں اس کو فسخ نکاح کا اختیار ہے مگر بہتر یہ ہے کہ فسخ نکاح امام زماں یا حاکم وقت کے ذریعہ سے جو احکام شرعیہ کے جاری کرنے کے لئے مقرر ہے کرایا جائے تاکہ آئندہ کسی قسم کا خدشہ پیش نہ آئے۔

سوال (۴۸) زید کا نکاح ہندہ سے اس حالت میں ہوا کہ ہندہ حاملہ تھی زنا سے۔ کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ ہندہ حاملہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ہندہ کے ساتھ زید کا نکاح قائم ہے یا ٹوٹ گیا۔ اور یہ حمل کسی غیر کا تھا۔ اگر نکاح فسخ ہو گیا تو مہر دینا ہوگا یا نہیں؟ اور کچھ مہر ادا کر چکا ہے اور زید اس کو رکھنا نہیں چاہتا کیونکہ ہندہ خبیثہ اور بے شرم ہے

اور زید موحد متبع سنت ہے۔

جواب (۴۸) صورت مسطورہ میں واضح ہو کہ حالت حمل میں جو نکاح کیا گیا وہ نہیں ہوا اس کو فوراً علیحدہ کرنا چاہئے۔ اگر اس سے جماع کیا ہے تو بیشک مہر دینا ہوگا۔ اور اگر جماع نہیں کیا تو مہر کچھ دینا نہیں آئے گا کیونکہ جب نکاح ہی نہیں ہوا تو مہر کس بات کا فقط واللہ اعلم

(مفتی) عبدالجبار سوکھپوری

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۲۲ء جلد ۲ نمبر ۵)

فتویٰ وقت نماز عیدین

مرتبہ مولانا عبدالستار صاحب کلانوری مفتی مدرسہ دار الکتاب والسنہ

ومدرس مدرسہ حمیدیہ۔ موری دروازہ۔ دہلی۔

سوال (۴۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ عیدین کی نماز کا وقت کس وقت سے کس وقت تک ہے۔ بعض علماء نیزے کی قید سے صرف ۷، یا ۸ بجے تک جائز رکھتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ زوال تک عیدین کا وقت ہے کونسا قول ٹھیک ہے؟ اور اگر ۷، یا ۸ بجے کے پیچھے نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھے یا اپنی ایک جماعت کرائے کہ یہ امام تو دیر سے نماز پڑھاتا ہے بینوا توجروا

جواب (۴۹) هُوَ الْمُوَفِّقُ لِلسَّدَادِ وَالصَّوَابِ، يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ۔ صورت مرقومہ بالا کا یہ جواب ہے کہ اس ملک راجپوتانہ میں جنوری مہینہ میں آفتاب ساڑھے سات (۷½) بجے نکلتا ہے اور آخری ماہ میں آج کل سات بجکر بیس منٹ پر نکلتا ہے تو جس گروہ علماء نے سات بجے تک وقت رکھا ہے اُن کے نزدیک تو نماز عیدین کی بالکل جاڑوں میں نہیں ہو سکتی۔ یہ اُن کی عقلمندی کی نشانی ہے اور اُن کے علم کا ناپ تول ہے۔ اور حدیث عمرو بن عبسہ میں ایک نیزہ کا اور دو نیزہ کا بھی ذکر آچکا ہے تو اس صورت میں بھی آٹھ بجے تک وقت ہی دشوار ہے اور گرمی کے موسم میں پانچ بجے آفتاب نکلتا ہے تو تین گھنٹہ تک عیدین کا وقت ان علماء کے نزدیک رہتا ہے۔ یہ دین محمدی نہیں بلکہ انگریزی دین ہے۔ دین محمدی تمام ملکوں میں تمام موسموں میں وقتوں میں ایک ہے۔ حدیث عمرو بن عبسہ کے یہ الفاظ ہیں إِذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ فَاقْصُرْ عَنِ الصَّلوٰةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتْ فَلَا تُصَلِّ حَتّٰى تَرْتَفِعَ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطٰنٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ فَإِذَا ارْتَفَعَتْ قِيْدَ رُمْحٍ أَوْ رُمْحَيْنِ فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلوٰةَ مَشْهُوْدَةٌ وَمَحْضُوْرَةٌ آخر حدیث تک۔

یہ حدیث شریف صاف ہے کہ مجرد آفتاب کے نکلنے سے نماز درست نہیں جب تک

ایک یا دو نیزے نہیں نکل چکے اس کے بعد اس کو نماز پڑھنی چاہئے۔ تو اس حدیث کے لحاظ سے آٹھ بجے تک جاڑوں میں وقت نہیں داخل ہوتا أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَأَلَ أَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ مَا كَانَ يَقْرَأُ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَأُ بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّا۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہو گیا کہ آپ کی قرأت دونوں رکعتوں عیدین میں سو آیت تھیں تو اسی حساب سے جب آفتاب جاڑوں میں ساڑھے سات بجے نکلے اور دو نیزے باہر آنے کے بعد نماز شروع کرے اور سو آیت دونوں رکعتوں میں پڑھے اور مطابق سنت کے رکوع سجدہ کرے اور بارہ تکبیریں کہے تو کسی صورت میں آٹھ بجے سے پہلے نماز ختم نہیں کر سکتا۔

معلوم نہیں مولوی صاحبان نے کیا سمجھ کر یہ فتویٰ دیا ہے۔ کیا نماز کو بھی انگریزی بنانے والے ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب مقرر کیا ہے بَابُ إِذَا فَاتَهُ الْعِيْدُ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَكَذٰلِكَ النِّسَاءُ وَمَنْ كَانَ فِي الْبُيُوْتِ وَالْقُرٰى لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا عِيْدُنَا يَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَأَمَرَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مَوْلَاهُ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ يَوْمَ الْعِيْدِ عَلٰى رَاحِلَتِهِ رَوَاهُ أَبُوْ يَعْلٰى وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيْحِ (مجمع الزوائد)

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ اصلی مقصد خطبہ سے نصیحت کا کرنا ہے مجرد رسم ادا کرنا نہیں تو جس جگہ سے خطیب کی آواز تمام لوگوں تک پہنچے وہاں پر کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے۔ اگر ایسی جگہ خطبہ پڑھا ہے کہ تمام کو آواز نہیں پہنچی تو جن کو آواز نہیں پہنچی اُن کو وہاں پر جا کر پھر خطبہ سنا دے کوئی روایت ہم کو آج تک نظر نہیں آئی جس سے یہ ثابت ہو کہ جس جگہ امام نے نماز پڑھی ہے اس جگہ پر خطبہ پڑھے جب کہ شریعت سے جگہ مقرر نہیں تو اپنے قیاس سے کیوں قیاس کی بنیاد ڈال کر شریعت میں نیا رستہ قائم کرے۔ شریعت پوری ہو چکی ہے اسی قدر بہت ہے زیادہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے فقط الراقم عبدالحکیم

مہر عبدالحکیم نصیر آبادی عفی عنہ

الجواب۔ خطبۂ عید نماز کی جگہ پر بھی جائز ہے اور نماز کی جگہ سے ہٹ کر بھی جائز ہے یعنی حدیثوں سے یہ ہر دو امر ثابت ہیں۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم

عبدالواحد بن عبداللہ الغزنوی عفی اللہ تعالیٰ عنہما۔

خطبہ نماز عید ہی کے مقام پر سنانے کو سنت کہنا اور دوسرے مقام پر سنانے کو خلاف سنت کہنا کسی اساس پر مبنی نہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً وَاللهُ أَعْلَمُ

حررہ عبدالتواب تاب اللہ علیہ

امام کس جگہ خطبہ پڑھے؟ بظاہر تو یہی طریق ہے اور اس کی مثال خود جمعہ کی کیفیت

بلا اختلاف موجود ہے کہ خطبہ اور نماز کی جگہ الگ الگ ہے۔ ہاں مانع کے نزدیک کوئی حدیث ہے جس سے اس کا خیال ثابت ہو اور نماز کی جگہ ہی خطبہ پڑھنے کا ثبوت ہو تو قابل مان لینے کے ہے واللہ اعلم۔ ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری

مہر مولوی ثناءاللہ صاحب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونچی جگہ پر خطبہ پڑھتے تھے چنانچہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے خَطَبَ النَّاسَ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَاَتَى النِّسَاءَ۔ ابوداؤد میں بھی ان ہی الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ لفظ نَزَلَ صاف بتلا رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ اونچی جگہ پر پڑھا چنانچہ عون المعبود میں ہے وَيَدُلُّ عَلٰى اَنَّ خُطْبَتَهٗ كَانَتْ عَلٰى شَيْءٍ عَالٍ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ كتبه عبدالنور مدرس اول مدرسہ دارالہدیٰ کلکتہ

مہر مولوی عبدالنور صاحب

الجواب صحیح عنایت اللہ

اگر کوئی امام نماز کی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جا کر وعظ کہے تو جائز ہے۔ راقم ابوسعید محمد حسین بٹالوی۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ جائے نماز پر ہی خطبہ کہنا چاہئے وہاں سے ہٹ کر کہنا عیدین میں جائز نہیں بالکل غلط ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اونچی جگہ پر وعظ کہنا اور اونٹنی پر نصیحت کرنا اس امر پر صاف شاہد ہے واللہ اعلم۔ کتبہ عبدالحمید البدھوانوی

الجواب صحیح ابوعبدالرزاق محمد اسحاق ڈربوی حصاروی

مہر مولوی عبدالحمید صاحب

امام جس جگہ عید پڑھاوے وہاں سے دوسری جگہ بھی خطبہ پڑھ سکتا ہے اور یہ فعل اسکا شرعاً جائز ہے۔ اس کا عدم جواز اور ممنوع ہونا کہیں دیکھا نہیں گیا واللہ اعلم

راقم حکیم ابوتراب محمد عبدالحق دینانگری حال مقیم امرتسر

مہر مولوی ابوتراب عبدالحق صاحب

الجواب صحیح حکیم محمد شمس الحق

دونوں طرح جائز ہے اور احادیث سے ہر دو امور کا ثبوت پایا جاتا ہے بعض روایات میں ہے کہ آپ نے اسی جگہ خطبہ پڑھا اور بعض میں ہے کہ نَزَلَ فَاَتَى النِّسَاءَ غرض دونوں طرح درست ہے واللہ اعلم۔ حررہ ابومحمد عبدالجبار کھنڈیلوی مدرس مدرسہ اہلحدیث کھنڈیلہ

مہر مولوی عبدالجبار رحمۃ

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ حررہ العاجز ابومحمد عبدالوہاب المہاجری امام جماعت غرباء اہلحدیث دہلی۔

کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ امام اسی جگہ خطبہ پڑھے جہاں نماز پڑھاتی ہے بلکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو ایک وعظ فرمایا۔ اور اگر اسی جگہ کھڑا ہونا ضروری تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی سے ایسا انتظام کرتے کہ عورتیں مردوں کے ساتھ بخوبی سن سکتیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کی پابندی ضروری نہیں بلکہ جیسے امام مناسب سمجھے ویسا کرے بغیر دلیل کے اپنے اوپر ایک بات کو لازم کر لینا درست نہیں۔ (عبداللہ امرتسری)

مولوی فاضل) الجواب صحیح احمد بن محمد الملتانی

خطیب کو اختیار ہے کہ خطبہ مصلے یعنی نماز کی جگہ پہ کہے یا وہاں سے ہٹ کر جو علماء اس بات کی قید لگاتے ہیں کہ وہیں مصلے پر امام خطبہ کہے یہ ان کی حدیث سے لاعلمی ہے اور اس پر طرہ یہ ہے کہ صحیح بخاری کے باب اور حدیث سے استدلال فیاللعجب امام بخاری کے کسی باب اور حدیث سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ امام مصلے یعنی اپنی نماز کی جگہ پر خطبہ کہے بلکہ صحیح بخاری میں اسکے برعکس ہے چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے بَابُ مَوْعِظَةِ الْاِمَامِ النِّسَاءَ يَوْمَ الْعِيْدِ یعنی امام کو چاہئے کہ عورتوں کو عید کے دن وعظ کہے۔

اس باب کے تحت میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جابر بن عبداللہ کی روایت لائے ہیں جس کے لفظ اپنے معنے میں صاف ہیں یعنی فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَاَتَى النِّسَاءَ فَذَكَّرَهُنَّ ترجمہ۔ پس جب کہ فارغ ہوئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم (مردانہ) خطبہ سے اترے۔ پس آئے عورتوں کے پاس اور نصیحت کی اُن کو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کے پاس جا کر خطبہ کہنا صریح دال ہے کہ خطیب کو مصلے پر کھڑے ہو کر خطبہ کہنا کوئی ضروری نہیں ورنہ عورتوں کے پاس جا کر خطبہ کہنا بھی منع ہونا چاہئے۔ علاوہ ازیں لفظ نَزَلَ صاف بتلاتا ہے کہ خطبہ کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلند زمین پر چڑھ گئے تھے جیسا کہ خطبہ کا قاعدہ ہے کہ بلند جگہ پر کہا جاتا ہے اسلئے کہ بلندی سے پستی کی طرف آواز زیادہ پہنچتی ہے اور مقتدیوں کا تقابل بھی امام کے حق میں مناسب رہتا ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے دوسرے باب اور حدیث سے ثابت ہے وہو ہذا بَابُ اسْتِقْبَالِ الْاِمَامِ النَّاسَ فِيْ خُطْبَةِ الْعِيْدِ یعنی امام کو چاہئے کہ لوگوں کی طرف منہ کر کے خطبہ کہے چنانچہ الفاظ حدیث ہیں اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ یعنی سامنے ہوئے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ مبارک کے ساتھ

اس اقبال کیلئے یہ روایت تطبیق دہ نہایت مناسب ہے جو طبرانی کبیر میں باسناد جید مروی ہے کہ نماز عید پڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیچ میں آتے اور لوگوں کو دیکھتے کہ کس طرف متوجہ ہوتے ہیں پھر آپ بھی ادھر ہی متوجہ ہوتے۔ اور ایک روایت مسند احمد میں ہے ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيَسْتَقْبِلُ النَّاسَ سطر ۱۹ صـــ یعنی نماز پڑھ چکنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھتے اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر سامنے کھڑے ہوتے اور بعض روایت میں ہے کہ اونٹنی پر وعظ کہتے۔

پس نتیجہ صاف ہے کہ سواری اور نماز عید کی جگہ علیحدہ علیحدہ ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سواری پر اور نماز عید سواری سے علیحدہ پڑھی۔ اسی طرح مسند احمد کا لفظ ثم یتقدم صریح دال ہے کہ نماز عید کے بنی صلی اللہ علیہ وسلم بعض خطب میں نماز کی جگہ چھوڑ کر خطبہ فرماتے

بعض الناس جو نماز کی جگہ سے علیحدہ ہو کر خطبہ فرمانے کو بدعت کہتے ہیں ان کو اس
وجہ سے دھوکا ہوا کہ انہوں نے حدیث میں لفظ ثُمَّ يَنْصَرِفُ اِلَى النَّاسِ قَائِمًا فِيْ مُصَلَّاهُ
اور بعض روایت میں خَطَبَ يَوْمَ عِيْدٍ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ اور بعض میں اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ دیکھ لئے
جس سے وہ یہ مطلب سمجھے کہ خطیب کو خطبہ بس اسی جگہ کہنا چاہیے کہ جہاں اس نے نماز پڑھائی
تھی لیکن یہ اُن کی کم علمی کی وجہ سے غلطی ہے۔ پہلی روایت کا صرف یہ مطلب ہے کہ عیدین کا
خطبہ امام کھڑے ہو کر کہے نہ بیٹھ کر اور مصلے یعنی عید گاہ ہی میں کہے نہ کہ عیدگاہ کے علاوہ
رہا وقت تو وہ طلوع ہونے کے بعد سے زوال تک ہے اور اس پر تمام محدثین و فقہاء حنفیہ
و شافعیہ و مالکیہ و حنبلیہ و ظاہریہ کا اتفاق ہے سوائے ایک شخص ابن بطال کے جن کا
مذہب فتح الباری میں منقول ہے کہ وہ زوال تک کے قائل نہیں ہیں۔ یہ تو وقت کی
انتہا کا بیان ہوا لیکن افضل اتباع سنت ہے اور سنت وہ وقت ہے کہ جس وقت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عیدین ادا فرمائی لیکن زوال کے قبل تک نماز صحیح
الادا ہو جائیگی۔ کتبہ محمد ابو القاسم عفی عنہ۔

وقت نماز عیدین کی ابتدا ایک نیزہ سورج کی بلندی سے ہے زوال تک۔ جب زوال
شروع ہو چلا وقت گیا۔ اگر امام دیر کر کے نماز پڑھائے تب بھی امام معہود کے ساتھ نماز عیدین
کو ادا کریں تا کہ نماز عیدین جماعت متعددہ سے محفوظ رہے۔ اور اگر ایسا نہ کیا جاوے گا
تو فتنہ عظیم کا اندیشہ ہے يَعْلَمُ هٰذَا مَنْ لَهٗ اَدْنٰى تَاَمُّلٍ

حررہ ابو محمد عبید اللہ مدرس مدرسہ دار الہدیٰ کشن گنج دہلی ۲۳ رشعبان ۱۳۳۶ھ
اَلْاَجْوِبَةُ كُلُّهَا صَحِيْحَةٌ ابو محمد عبد الوہاب المہاجری امام جماعت غرباء اہلحدیث دہلی۔

الجواب۔ بعض علماء جو نیزہ کی قید ۷ یا ۸ بجے یا اس سے کچھ کم کی لگاتے ہیں وہ شاید نیزہ
سرمہ کی سلائی کو سمجھتے ہیں۔ افسوس ایسے علماء پر جو صرف ہلدی کی گرہ مل جانے سے پنساری
بن بیٹھتے ہیں ان کو چاہیے کہ یا تو ایسے مسائل میں خاموش رہیں یا کسی کے ہو رہیں ورنہ وہی مثل ہوگی
ع۔ بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔

ذرا دو چار ایسے ہی مسائل خلاف مشہور کرنے سے لوگوں میں ہلچل مچ جائے گی۔ بین بین ڈگ جائینگے
یاروں کا مطلب بر آئے گا یعنی کچھ تو تفرقہ بندی ہو ہی جائے گی اور نمازی کم ہوں گے۔ چلو فہو المراد
چنانچہ گذشتہ عید کے موقع پر ایسا ہی ہوا کہ ہم بھی پانچویں سواروں میں اپنے دو چار کوتاہ فہموں کو
التمسیہ حمی ہی دیکر اپنا الو سیدھا کر ہی لیا فَيَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ۔ ایسے علماء کی غرض محض حسد کی
بنا پر صرف یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا اجتماعی کام شیرازہ کی صورت میں ہو جاوے اور جن کے دلوں
میں پہلے ہی سے کجی ہے وہ ان جھوٹے مسائل کو ڈھال سمجھ کر خوب لعن طعن کریں اور اپنی ڈیڑھ اینٹ
کی مسجد الگ چُنیں جیسا کہ گذشتہ عید پر بعض کوتاہ فہموں نے عملاً کر کے بھی دکھلا دیا۔ ایسے حضرات

کو خوب اچھی طرح سن لینا اور یقین کر لینا چاہیے کہ ان طمع سازیوں سے ایک اللہ والے عالم کا اگر
ایڑی سے چوٹی تک زور لگائیں تب بھی خدا کے فضل سے کچھ نہیں بگاڑ سکتے مگر کسی وقت سوفر
میں ذرا اگر یہاں بھی منہ ڈال کر اپنے نقصان کو بھی خیال فرمالیں جو ایسے مسلمان خصوصاً موحد
متبع سنت عامل، عالم، امام اور پھر استاد کے عیوب بیجا جھوٹے، غیبت کا کرنا کس قعر مذلت میں
ڈالے گا تو کیا ہی عمدہ ہو۔ کیا سنن ماضیہ کا حال آپ کو اب تک معلوم نہیں کہ مخالفت میں
انہوں نے اگرچہ ابتداءً اپنی مراد پائی مگر نتیجہ کیا ہوا؟ وہی ہوا جو کسی شاعر نے کہا ہے ؎

آخرش واں سے وہ اس طرح نکلوائے گئے ؎ پابدست دگرے دست بدست دگرے

ہم اپنے مضمون کو اس جگہ زیادہ طول دینا نہیں چاہتے۔ اس لئے ع
کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستاں انکی

تنبیہ۔ ناظرین! حدیث شریف میں عید الفطر کے لئے دو نیزے اور عید الضحیٰ کے لئے
ایک نیزہ آیا ہے۔ بعض الناس کے مطلب کو تو آپ سن چکے کہ وہ عیدین کا وقت ۷ یا ۸ بجے
تک بتلاتے ہیں وہ غالباً نیزہ سرمہ کی سلائی یا تیر یا گز یا اور کوئی ایسی ہی معمولی چیز کو کہتے ہیں
حالانکہ نیزہ سے مراد یہاں پر وہ نیزہ ہے جو سواروں کے پاس ہوتا ہے جو کئی گز کا ہوتا ہے۔ اب
اس کے دو نیزے اور ۷ یا ۸ بجے کا وقت ناظرین خود سمجھ لیں۔ عیدین میں جلدی کرنی چاہیے مگر
کہاں تک اس کا جواب ۷ یا ۸ بجے والے دیں گے جن کے نزدیک ۹ بجے کا وقت خلاف سنت
ہے مگر دلیل ندارد۔ یہی حضرت سابقہ اشتہار میں بہت غلطیاں کر چکے ہیں جن کا تعاقب عاجز
نے اس لئے کیا کہ فرمان نبوی ہے اِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اس یاد دہانی کا حاصل
برعکس ہے چنانچہ اس مرتبہ بھی جناب نے بیجا حملے کئے اور کئی غلط حوالے لکھے جو کسی وقت
انشاء اللہ پھر یاد دلائیں گے۔ کیا ہی عمدہ ہو کہ یہی حضرت اپنی زبان اور قلم کو روک کر محض
دین کی اشاعت کریں اور جھوٹے حملوں سے پرہیز کریں لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا

حررہ عبد الستار کلانوری نزیل دہلی مفتی مدرسہ دار الکتاب والسنۃ مورخہ ۲۴ رمضان ۱۳۴۱ھ
صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۲۴ء جلد ۲۔ نمبر ۶

کیا غیر قریش امام بن سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

استفتاء در بارہ الامراء من قریش

سوال (۴۹) بخاری شریف میں بَابُ الْاُمَرَاءِ مِنْ قُرَيْشٍ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ فِيْ قُرَيْشٍ
اِلٰى اَنْ قَالَ مَا اَقَامُوا الدِّيْنَ۔ کیا اس حدیث شریف معنیٰ مِثْلُ الْمُلْكِ فِيْ قُرَيْشٍ وَالْقَضَاءُ
فِي الْاَنْصَارِ وَالْاَذَانُ فِي الْحَبَشَةِ وَالْاَمَانَةُ فِي الْاَزْدِ يَعْنِي الْيَمَنَ وَالْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ

فی قبیل المشرق کے بطور افضلیت کے ہے۔

آیا عدم وجود قریشی النسل و درصورت موجودگی عدم اقامۃ الدین غیر قریشی امام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ علیٰ ہذا الملک فی قریش الخ سے کیا غرض ہے۔ سوا حبشی کے غیر حبشی موذن ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یمنی کا غیر ایماندار ہے یا نہیں؟ ماسوا مشرق کے غیر مشرق میں کفر ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر معنی مع تطبیق ارسال کریں۔

جواب (۴۹) هُوَ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ — اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ یا اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ اور اس کے مانند جو عبارتیں حدیثوں میں پائی جاتی ہیں ان میں سے کسی کا سیاق وجوبی نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے بعد سوال کی عبارت میں چھ فقرے مذکور ہو کر ان کی باہم مماثلت پوچھا گیا ہے لہٰذا جواباً گذارش ہے کہ یہ چھ اور ایک پہلا یہ ساتوں فقرے اپنی صورت میں اپنے سیاق میں اپنے انداز بیان میں آپس میں ایک دوسرے کے ایسے ہم شکل ہیں کہ حذو النعل بالنعل۔ پس اگر حکم مفہوم فقرۂ اولیٰ کا وجوبی سمجھا جائے تو جملہ فقرات کا حکم وجوبی سمجھنا پڑیگا اور ایسا کرنے کے لئے آسمان و زمین میں کوئی نفس سلیم تیاری نہ کرے گا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ یا اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ کے اگر ایسے معنی کئے جائیں کہ امت پر واجب ہے کہ غیر قریشی کو امام یا امیر نہ بنائے تو پھر باقی چھ فقرات کے بھی ایسی معنی کرنے ہوں گے کہ

(۱) واجب ہے امت پر غیر انصاری کو قاضی نہ بنائے۔

(۲) واجب ہے کہ حبشی کے سوا کوئی اذان نہ کہے۔

(۳) واجب ہے کہ ازدی کے سوا کوئی امانت دار نہ سمجھا جائے۔

(۴) واجب ہے کہ یمانی کے سوا کوئی مومن نہ مانا جائے۔

(۵) واجب ہے کہ مشرقی کے سوا کوئی کافر نہ ہو۔ یا یہ کہ مدینہ سے جتنی آبادیاں مشرق میں ہیں سب کو کافر تسلیم کیا جائے۔

اور جب اصل یہ ٹھہری کہ کل اہل مشرق کافر تو فرع اس کی یہ ہوگی کہ کل شرقی عرب اور عراقین مع بغداد و بصرہ اور کل بلاد فارس و خراسان و افغانستان و ترکستان و ہندوستان کے سارے باشندے اگلے اور پچھلے سب کافر۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

ایسے ہی اَلْاِیْمَانُ یَمَانٍ کے بھی اگر ایسے ہی ذو معنی کئے جائیں کہ یمانی کے سوا کوئی مومن نہیں تو پھر دیکھو کن مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ خلفائے راشدین میں سے کوئی یمانی نہ حضرات حسنین یمانی ہیں نہ حضرت فاطمۃ الزہرا یمانیہ ہیں، نہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی یمانی ہے پھر باوجود نہ ہونے یمانی ہونے کے ان حضرات کے اعلیٰ طبقہ مومنین سے ہونے سے کسی مومن کو انکار ہو سکتا ہے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔

اس تقریر کو ذہن میں رکھنے کے بعد بآسانی سے معنی اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ کے صاف

سمجھ میں آسکتے ہیں اور وہ یہ کہ قریشیوں کو امارت کا بہت اچھا سلیقہ ہوتا ہے اور بس چنانچہ اس کی مثالیں تمام زبانوں میں بکثرت پاؤ گے مثلاً تلوار ہندی اور گھوڑا عربی اور اونٹ مارواڑی وغیرہ کے۔ لئے ایسے ہی ضرب المثلیں مشہور ہیں جیسی کہ اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ وَالْقَضَاءُ فِي الْاَنْصَارِ۔

کہتے ہیں گھوڑا تو عربی اور تلوار تو ہندی، کیا اس کہنے سے یہ تھوڑی ہی ثابت ہوا کہ عرب کے سوا کہیں گھوڑے کا وجود ہی نہیں اور ہندوستان کے سوا سرزمین نے تلوار دیکھی نہیں ان تمہیدات کے بعد اب سمجھ لو کہ سوال میں جتنے فقرات مذکور ہوئے وہ اور ان کے مانند جتنے کلام عرب میں پائے جائیں اس سے متکلم کی صرف اتنی غرض کا پتہ چلے گا کہ وہ ان چیزوں کی ایک حد تک تعریف اور توصیف بیان کرنا چاہتا ہے اور بس واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ احقر افقر عبداللہ بن عنایت اللہ عفی عنہ جوناگڈھی

الجواب صحیح والرای نجیح ابو محمد کفاہ الصمد

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ مطابق اگست ۱۹۲۳ء جلد ۲ نمبر ۱

فتویٰ۔ صاحب مال اپنے مال کی زکوٰۃ خود تقسیم کرے یا اپنے امام وقت کے حوالہ کرے

السؤال (۵۰)

مَا تَقُوْلُ اَيُّهَا السَّادَةُ الْعُلَمَاءُ! هَلْ يَصْرِفُ مُلَّاكُ الْاَمْوَالِ زَكٰوةَ اَمْوَالِهِمْ وَصَدَقَةَ فِطْرِهِمْ بِاَنْفُسِهِمْ اِلَى الْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْمَصَارِفِ كَيْفَ شَاءُوْا اَوْ يَجِبُ عَلَيْهِمْ اَنْ يَدْفَعُوْهَا اِلَى الْاِمَامِ اَوْ يَطْلُبَ مِنْهُمُ الْاِمَامُ وَيَصْرِفُهَا بِنَفْسِهٖ اَوْ بِنَائِبِهٖ اِلٰى مَصَارِفِهَا وَكَيْفَ كَانَتِ الْعَادَةُ جَارِيَةً فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ؟ بَيِّنُوْا تُؤْجَرُوْا۔

سوال (۵۰)

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مال کی زکوٰۃ اور عشر اور عید کا صدقہ ہر نکالنے والا اپنے طور پر غربا و مساکین کو بانٹ دے یا اپنے سردار کے حوالہ کر دے یا خود سردار طلب کر کے اپنے طور پر تقسیم کرے یا اس کا نائب طلب کر کے اس کے مصارف میں خرچ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد شریف میں کیا دستور تھا؟ بینوا توجروا۔

اَلْجَوَاب (۵۰)

لَا يَجُوْزُ لِمُلَّاكِ الْاَمْوَالِ اَنْ يَصْرِفُوْا زَكٰوةَ اَمْوَالِهِمْ وَصَدَقَةَ فِطْرِهِمْ بِاَنْفُسِهِمْ كَيْفَ مَا شَاءُوْا اِنَّمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ

جواب (۵۰)

زکوٰۃ عشر و عید کا صدقہ دینے والا اور نکالنے والا اپنے طور پر غربا و مساکین وغیرہ کو نہ بانٹے بلکہ واجب ہے کہ اپنے سردار

او يسوقوها الى الامام او نائبه او يطلب
منهم الامام ويصرفها بنفسه او بنائبه
الى مصارفها هكذا كانت العادة الجارية
في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم
وخلفائه الراشدين ففي الفصل الاول
من كتاب الزكوة من مشكوة المصابيح
عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله
عليه وسلم بعث معاذا الى اليمن فقال
انك تاتي قوما اهل كتاب فادعهم الى
شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا
رسول الله فان هم اطاعوا لذلك
فاعلمهم ان الله قد فرض عليهم
خمس صلوات في اليوم والليلة
فان هم اطاعوا لذلك فاعلمهم
ان الله قد فرض عليهم صدقة
تؤخذ من اغنيائهم فترد على فقرائهم
متفق عليه وفي الجلد الثالث من فتح
الباري المطبوعة بمصر صفحہ ۲۸۴
قوله تؤخذ من اغنيائهم استدل
به على ان الامام هو الذي يتولى قبض
الزكوة وصرفها اما بنفسه واما بنائبه
فمن امتنع عنها اخذت قهرا وفي
التلخيص الحبير في تخريج احاديث
الرافعي الكبير صفحہ ۱۷۸ ان سعد
ابن ابي وقاص وابا هريرة وابا سعيد
الخدري سئلوا عن الصرف الى الولاة
الجائرين فامروا به رواه سعيد بن
منصور عن عطاف ابن خالد و
ابي معاوية وابن ابي شيبة عن بشر

یا اس کے نائب کو حوالہ کردے یا سردار و نائب
خود طلب کرکے اپنے طور پر تقسیم کرادے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین
کے عہد شریف میں یہی دستور تھا۔ مشکوٰۃ
شریف کی کتاب الزکوٰۃ کی فصل اول میں ہے
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ
رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ تم اہل کتاب
کے پاس جاتے ہو۔ پہلے ان کو یہ ہدایت کرنا کہ
وہ اسبات کا اقرار کریں کہ خدا کے سوا کوئی پوجنے
کے قابل نہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے
رسول ہیں۔ اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو یہ تعلیم کرنا
کہ اللہ نے اُن پر رات دن میں پانچ وقت کی نمازیں
فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو ان کو یہ
سکھلانا کہ اللہ پاک نے زکوٰۃ بھی فرض کی ہے
کہ ان کے مالداروں سے لی جاوے اور
اُن کے فقیروں کو بانٹی جاوے آخر حدیث تک
متفق علیہ۔ اور فتح الباری چھاپہ مصری کی تیسری
جلد کے صفحہ ۲۸۴ میں ہے کہ یہ جو آپؐ نے
فرمایا کہ مالداروں سے لیجائے یہ اس بات
کی دلیل ہے کہ سردار ہی زکوٰۃ کے لینے اور
اس کے بانٹنے کا مالک ہے۔ خود سردار ہی
تحصیل کرے یا اپنے نائب کے ذریعہ سے
تحصیل کرائے، تو جو شخص تحصیلدار کو دے
اس سے جبراً لی جاوے گی الخ تلخیص الحبیر کے
صفحہ ۱۷۸ میں ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ اور ابو ہریرہؓ
اور ابو سعید خدریؓ سے ظالم سرداروں کو زکوٰۃ
دینے کا فتویٰ پوچھا گیا تو اُن لوگوں نے اُن
کے دینے کا حکم کیا اُس کو سعید بن منصور نے

ابن المفضل ثلاثتهم عن سهيل ابن ابي
صالح عن ابيه اجتمع نفقة عندي
فيها صدقة يعني بلغت نصاب الزكوة
فسألت سعد ابن ابي وقاص وابن عمر
وابا هريرة وابا سعيد الخدري ان
اقسمها او ادفعها الى السلطان فقالوا
ادفعها الى السلطان ما اختلف علي منهم
احد وفي رواية قلت لهم هذا
السلطان يفعل ما ترون فادفع اليه زكوتي
فقالوا نعم رواه البيهقي عنهم و
عن غيرهم ايضا وروى ابن ابي شيبة
من طريق قزعة قال قلت لابن عمر
ان لي مالا فالى من ادفع زكوته قال
ادفعها الى هؤلاء القوم يعني الامراء
قلت اذا يتخذون بها ثيابا وطيبا قال وان
وعن نافع قال قال ابن عمر ادفعوا
صدقة اموالكم الى من ولاه الله امركم
فمن بر فلنفسه ومن اثم فعليها و
في الباب عنده عن ابي بكر الصديق و
عن مغيرة ابن شعبة وعائشة واما
ما رواه ابن ابي شيبة ايضا عن خيثمة
قال سألت ابن عمر عن الزكوة قال
ادفعها اليهم ثم سألته بعد ذلك
فقال لا تدفعها اليهم قد اضاعوا
الصلوة فهو ضعيف لانه عن رواية
جابر الجعفي واصل هذا الباب ما رواه
مسلم من حديث جرير مرفوعا ارضوا
مصدقيكم قال مجيبا لمن قال له
من الاعراب ان ناسا من المصدقين

عطاف بن خالد اور ابو معاویہ سے روایت کی ہے
اور ابن ابی شیبہ نے بشر بن مفضل سے روایت
کی ہے اور تینوں نے ابو صالح سے روایت کی
ہے اور ابو صالح نے اپنے باپ سے کہ میرے
پاس اتنا مال ہو گیا تھا جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے
تو میں نے سعد بن ابی وقاص اور ابن عمر اور ابو ہریرہ
اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے پوچھا گیا کہ
کیا میں خود اس کو بانٹ دوں یا سردار کے
حوالہ کردوں تو کسی نے اختلاف نہ کیا بلکہ سب نے
بالاتفاق یہی جواب دیا کہ سردار کے حوالہ کردو اور
ایک روایت میں یہ ہے کہ میں نے یہ بھی کہا کہ یہ
سردار جو کچھ کرتے ہیں وہ تو آپ دیکھتے ہی ہیں
کیا اس پر بھی اپنی زکوٰۃ اُن ہی کے حوالہ کردوں
فرمایا ہاں۔ اس کو بیہقی نے ان لوگوں سے اور
نیز دیگر لوگوں سے روایت کی ہے اور ابن ابی شیبہ
نے قزعہ کی سند سے روایت کی ہے کہ میں نے
ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں مالدار ہوں پس
اس کی زکوٰۃ کس کو دوں؟ کہا کہ ان لوگوں کے
حوالہ کر یعنی سرداروں کے۔ میں نے کہا کہ وہ تو
اس کو اپنے کپڑے اور خوشبو میں خرچ کر ڈالینگے
کہا تمھاری بلا سے۔ اور ابن ابی شیبہ نے نافع
کی سند سے روایت کی ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا
اپنے مالوں کی زکوٰۃ ان سرداروں کے حوالہ کرو
جن کو اللہ نے تمھارے کام کا والی بنایا ہے
جو سردار نیک برتاؤ کریگا اپنا بھلا کرے گا اور
جو بُرا برتاؤ کرے گا اُس کا وبال اُسی پر پڑے گا
اور اس باب میں ابو شیبہؓ نے ابو بکر صدیقؓ اور
مغیرہ بن شعبہؓ اور عائشہؓ سے بھی روایت کی ہے
اور جو ابن ابی شیبہ نے خیثمہ سے روایت کی ہے

يأتونكم فتطلبونها وعند أبي داود عن
جابر بن عتيك مرفوعا سيأتيكم ركب
مبغضون فإذا أتوكم فرحبوا بهم
وخلوا بينهم وبين ما يبتغون فإن
عدلوا فلأنفسهم وإن ظلموا فعليها
وأرضوهم فإن تمام زكوتكم
رضاهم وعند الطبراني في الأوسط
عن سعد بن أبي وقاص مرفوعا
ادفعوها إليهم ما صلوا الخمس و
عند أحمد والحارث وابن وهب
من حديث أنس قال أتى رجل من
تميم فقال يا رسول الله إذا أديت
الزكوة إلى رسولك فقد برئت منها
إلى الله ورسوله قال نعم ولك
أجرها وإثمها على من بدلها
حديث أن ابن عمر كان يبعث
صدقة الفطر إلى الذي تجمع عنده
قبل الفطر بيومين مالك في الموطا
والشافعي بيومين أو ثلاثة ورواه
البخاري من حديث ابن عمر أنه كان
يعطيها الذين يقبلونها وكانوا يعطون
قبل الفطر بيوم أو يومين وفي
المجلد الثالث من فتح الباري
صفحة ۲۵۸ قوله كان ابن عمر
يعطيها الذين يقبلونها أي الذي
ينصبه الإمام لقبضها وبه جزم
ابن بطال وقال التيمي معناه
من قال أنا فقير والأول
أظهر ويؤيده ما وقع في نسخة

کہ ابن عمرؓ سے زکوٰۃ کے باب میں پوچھا تو کہا انہیں سرداروں کے حوالہ کر۔ پھر اس کے بعد ان سے پوچھا تو کہا ان کو مت دے کیونکہ انہوں نے نماز کو ضائع کر ڈالا۔ یہ روایت ضعیف ہے۔

اس میں راوی جابر جعفی بہت ہی ضعیف ہے اور اس امر کی دلیل کہ سردار کیسا ہی ہو مگر زکوٰۃ اُسی کو دینا چاہئے وہ حدیث ہے جس کو مسلم نے جریر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زکوٰۃ لینے والوں کو راضی رکھو۔ یہ اس وقت فرمایا تھا جب کہ بدؤں نے نالش کی تھی کہ زکوٰۃ لینے والے اگر ہم پر ظلم کرتے ہیں اور ابو داؤد نے جابر بن عتیکؓ سے مرفوعًا روایت کی ہے کہ قریب ہے تمہارے پاس ظالم تحصیلدار آویں گے۔ وہ جب آویں تمہارے پاس تو تم خوش کیجیو اور جو وہ چاہیں انکو لینے دیجیو اگر وہ انصاف کریں گے تو اپنا بھلا کریں گے اور بے انصافی کریں گے تو اس کا وبال انہیں پر ہے۔ بہر حال ان کو راضی رکھو کیونکہ تمہاری زکوٰۃ کا پورا ہونا ان کو راضی رکھنے میں ہے۔ اور طبرانی نے اوسط میں سعد بن ابی وقاصؓ سے مرفوعًا روایت کی ہے کہ اس زکوٰۃ کو سردار کے حوالہ کرو جب تک کہ وہ پانچوں وقت کی نمازیں پڑھیں اور احمد اور حارث اور ابن وہب نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آکر عرض کی یا رسول اللہ! جب میں زکوٰۃ آپ کے تحصیلدار کے حوالہ کر دوں تو کیا میں اللہ اور رسول کے نزدیک اس سے بری ہو جاؤں گا فرمایا ہاں اور تیرے لئے اس کا ثواب ہے اور اس کا گناہ اس پر ہے جو اس کو بدل ڈالے۔ ابن عمرؓ

الصنعاني عقب الحديث قال أبو عبد الله
هو المصنف كانوا يعطون للجمع
لا للفقراء وقد وقع في رواية ابن
خزيمة من طريق عبد الوارث عن
أيوب قلت متى كان ابن عمر يعطي
قال إذا قعد العامل قلت متى يقعد
العامل قال قبل الفطر بيوم أو يومين
ومالك في الموطا عن نافع أن ابن
عمر كان يبعث زكوة المال إلى الذي
تجمع عنده قبل الفطر بيومين أو ثلثة
وأخرج الشافعي عنه وقال هذا
حسن وأنا أستحب يعني تعجيلها
قبل الفطر اه أيضا في المجلد
الثالث منه صفحة ۲۶۵ وفي
الحديث بعث الإمام العمال
بجباية الزكوة اه أيضا في
المجلد الثالث صفحة ۲۸۵
وفيه بعث السعاة لأخذ الزكوة
اه - وفي التلخيص الحبير صفحة
حديث - أن رسول الله صلى الله
عليه وسلم والخلفاء بعده
كانوا يبعثون السعاة لأخذ
الزكوة هذا مشهور - ففي
الصحيحين عن أبي هريرة
بعث عمر على الصدقة
وفيهما عن أبي حميد أن
النبي صلى الله عليه وسلم
بعث أبا مسعود ساعيا
وفي مسند أحمد أنه بعث

صدقۂ فطر دو دن پہلے اس شخص کے پاس بھیجا کرتے تھے جس کے پاس فطرہ جمع کیا جاتا تھا۔ اس کو امام مالک نے مؤطا میں روایت کی ہے اور امام شافعی کی روایت میں دو دن یا تین دن ہے اور بخاری کی روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ صدقۂ فطر لینے والوں کو دیدیا کرتے تھا اور عید کے دو ایک دن پہلے ادا کر دیا کرتے تھے۔ فتح الباری کی تیسری جلد کے صفحہ ۲۱ میں ہے کہ راوی کا یہ قول کہ ابن عمر صدقۂ فطر لینے والوں کو دیدیا کرتے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس شخص کے حوالہ کر دیا کرتے تھے جس کو امام نے فطرہ تحصیلنے کے لئے مقرر کیا تھا اور ابن بطال نے بھی یہی معنی سمجھا ہے اور تیمی نے کہا کہ اس کے معنے یہ ہے کہ جو اپنے کو فقیر کہتا ہو اس کو دیتے۔ اور پہلی بات (یعنی تحصیلدار کو دیدیا کرتا تھا) زیادہ صاف معنی یہی ہے اور وہ روایت اس معنی کی تائید کرتی ہے جو صنعانی کے نسخہ میں اسی حدیث کے نیچے ہے کہ امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا کہ وہ لوگ جمع کرنے کے لئے دیتے تھے نہ کہ لوگ خود فقیروں کو بانٹ دیتے تھے اور ابن خزیمہ کی ایک روایت میں ہے کہ عبد الوارث کی سند سے ایوبؓ سے مروی ہے کہ میں نے کہا کہ ابن عمرؓ کب دیتے تھے۔ کہا تحصیلدار جب تحصیلنے کو بیٹھتا۔ میں نے پوچھا تحصیلدار کب بیٹھتا تھا کہا عید کے دو ایک دن قبل۔ اور امام مالک کی مؤطا میں نافع سے مروی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ عید کے دو تین دن پہلے ہی زکوٰۃ فطر اس کے پاس بھیجدیا کرتے تھے جسکے پاس

أبا جهم ابن حذيفة مصدقا وفيه أنه بعث عقبة ابن عامر ساعيا - وفيه من حديث قرة ابن دعموص بعث الضحاك ابن قيس ابن أسعد ساعيا وفي المستدرك أنه بعث قيس ابن سعد ساعيا وفيه من حديث عبادة ابن الصامت أنه صلى الله عليه وسلم بعثه على أهل الصدقات وبعث الوليد ابن عقبة إلى بني المصطلق ساعيا وروى البيهقي عن الشافعي أن أبا بكر وعمر كانا يبعثان على الصدقة وأخرجه الشافعي عن إبراهيم ابن سعد عن الزهري وزاد لا يؤخرون أخذها في كل عام - وقال في القديم وروي عن عمر أنه أخرها عام الرمادة ثم بعث مصدقا فأخذ عقالين عقالين - وفي الطبقات لابن سعد أن النبي صلى الله عليه وسلم بعث المصدقين إلى العرب في هلال المحرم سنة تسع وهو في المغازي للواقدي بأسانيده مفصلا - وقال الشوكاني في سيل الجرار الزكوة فقد كان إلى رسول الله

جمع ہوتا تھا۔ اور شافعیؒ نے بھی انہیں سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ بہتر ہے اور ہم عید کے پہلے صدقہ فطر تحصیلدار کے پاس بھیجدیے کو مستحب جانتے ہیں۔ اور یہی فتح الباری کی تیسری جلد کے صفحہ ۲۶۵ میں ہے۔ اور اس حدیث سے امام کا تحصیلداروں کو زکوٰۃ تحصیلنے کے لئے بھیجنا ثابت ہے اور بھی اسی تیسری جلد کے صفحہ ۲۸۵ میں ہے کہ اس حدیث سے بھی تحصیلداروں کو زکوٰۃ تحصیلنے کے لئے بھیجنا ثابت ہے۔ تلخیص الحبیر کے صفحہ ۱۷۶ میں ہے کہ بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفاء تحصیلداروں کو زکوٰۃ تحصیلنے کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ یہ مشہور بات ہے چنانچہ صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو صدقہ تحصیلنے کیلئے بھیجا۔ اور صحیحین میں ابی حمیدؓ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابومسعود رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ تحصیل کرنے کیلئے بھیجا۔ اور امام احمد کی مسند میں ہے کہ آپ نے ابوجہیم بن حذیفہ کو زکوٰۃ تحصیل کرنے کے لئے بھیجا اور اسی میں ہے کہ آپ نے عقبہ بن عامر کو زکوٰۃ تحصیل کرنے کے لئے بھیجا اور اسی مسند میں قرہ بن دعموص سے روایت ہے کہ آپؐ نے ضحاک بن قیس کو زکوٰۃ تحصیل کرنے کیلئے بھیجا۔ اور حاکم کی مستدرک میں ہے کہ حضرت نے قیس بن سعد کو زکوٰۃ تحصیل کرنے کیلئے بھیجا اور اسی میں عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو زکوٰۃ دینے والوں کے پاس بھیجا

صلى الله عليه وسلم فلا شك ولا شبهة وكان يبعث السعاة لقبضها ويأمر من عليهم الزكوة بدفعها إليهم وإرضائهم واحتمال معرتهم وطاعتهم ولم يسمع في أيام النبوة أن رجلا أو أهل قرية صرفوا زكوتهم بغير إذن من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهذا الأمر لا يجحده من له معرفة بالسيرة النبوية والسنة المطهرة وقد انضم إلى ذلك التوعد على الترك والمعاقبة بأخذ شطر المال وعدم الإذن لأرباب الأموال بأن يكتموا بعض أموالهم من الذين يقبضون الصدقة منهم بعد أن ذكروا له أنهم يعتدون عليهم ولو كان إليهم صرف أموالهم لأذن لهم في ذلك وأيضا جعل الله سبحانه للعاملين على الزكوة جزء مسمى في الكتاب العزيز فالقول بأن ولايتها إلى ربها يسقط مصرفا من مصارفها صرح به الله سبحانه في كتابه العزيز

اور ولید بن عقبہ کو بنی مصطلق کے پاس زکوٰۃ تحصیلنے کیلئے بھیجا اور بیہقی نے امام شافعیؒ سے روایت کی ہے کہ ابوبکرؓ و عمر رضی اللہ عنہما تحصیلدار کو زکوٰۃ کے تحصیلنے کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ اُس کو شافعی نے ابراہیم بن سعد سے انہوں نے زہری سے روایت کی ہے اور اس قدر زیادہ کیا ہے کہ اس کی تحصیل میں کسی سال دیر نہیں کرتے تھے اور شافعی نے قدیم قول میں کہا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عام الرمادہ میں زکوٰۃ کیلئے تحصیلدار نہ بھیجا اُٹھا رکھا پھر دوسرے سال تحصیلدار بھیجکر دونوں سال کی زکوٰۃ وصول کرائی۔ اور ابن سعد کی طبقات میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ تحصیلنے والے کو عرب کی طرف ہجرت کے نویں سال محرم کے شروع مہینے میں بھیجا اور یہ امام واقدی کے مغازی میں ان کی اسناد سے مفصل مذکور ہے اور امام شوکانی نے سیل الجرار میں لکھا ہے کہ بیشک و شبہ حاصل تھا اور آپ تحصیلدار کو زکوٰۃ تحصیلنے کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ اور جن پر زکوٰۃ فرض ہوتی اُن کو حکم فرماتے تھے کہ تحصیلدار کو دو اور ان کو راضی رکھو اور ان کی سختی کو برداشت کرو۔ اور ان کی اطاعت کرو۔ اور زمانہ نبوت میں یہ بات کبھی نہیں سنی گئی کہ کسی شخص نے یا کسی بستی والوں نے بغیر حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زکوٰۃ خود بانٹ دی ہو۔ اور یہ ایسی بات ہے جسکا انکار نہیں کرسکتا جسکو سیرت نبویہ اور سنت مطہرہ کی معرفت ہے اور اس پر اس قدر زیادہ ہوا کہ نہ تحصیلنے کی دھمکی و سزا بھی ہے کہ مال کا تحصیلدار سے تھوڑا مال بھی چھپانے کی اجازت نہیں ہے باوجود یکہ لوگوں نے تحصیلداروں کی زیادتی بھی بیان کی اور اگر لوگوں کو مال زکوٰۃ کے بانٹنے کا خود اختیار ہوتا تو آپ اُن کو ضرور اس کی اجازت دیتے اور نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں زکوٰۃ میں سے اُس کے تحصیلدار کا بھی ایک حصہ مقرر فرمایا ہے تو یہ کہنا کہ زکوٰۃ کے بانٹنے کا اختیار اس کے مالک کو ہے

زکوٰۃ تحصیلنے کا حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

وأيضا ذوي الشأن عن أبي هريرة قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم عمر على الصدقة فقيل منع ابن جميل وخالد بن الوليد والعباس فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما ينقم ابن جميل إلا أنه كان فقيرا فأغناه الله ورسوله وأما خالد فإنكم تظلمون خالدا وقد احتبس أدراعه وأعتده في سبيل الله وأما العباس فهي علي ومثلها معها ثم قال يا عمر أما شعرت أن عم الرجل صنو أبيه. وهذا الحديث أوضح الدليل على أن ولاية صرف الزكوة ليست إلى أربابها بل عليهم أن يدفعوها إلى الإمام أو إلى نائبه ولو كان الولاية إليهم جاز لهم صرفها في مصارفها بأنفسهم ولم يتوجه تعنيفهم على دفعها إلى الإمام أو إلى نائبه ولم يجز العتاب على من لم يدفعها إليه لاحتمال أنه قسمها بنفسه في مصارفها. وأيضا قال الشوكاني في سيل الجرار والحاصل أنه ليس في المقام ما يدل على أن أمر الزكوة إلى أربابها في زمن النبوة قط وبه يندفع جميع ما ذكره الجلال في شرحه ههنا فإنه لم يأت بشيء يعتد به في المعارضة. وإذ تقرر هذا تقرر ثبت أن ما كان أمره إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فهو إلى الأئمة من بعده. ومن ذلك ما في الصحيحين وغيرهما من حديث أبي مسعود وأن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إنها ستكون بعدي أثرة وأمور تنكرونها قالوا يا رسول الله فما تأمرنا قال تؤدون الحق الذي عليكم وتسألون الله الذي لكم. وأخرج مسلم وغيره من حديث وائل بن حجر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجل يسأله أرأيت أمراء يمنعونا حقنا ويسألونا حقهم فقال اسمعوا وأطيعوا فإنما عليهم ما حملوا وعليكم ما حملتم. وفي الباب أحاديث. وإذا عرفت هذا علمت أن الدفع إلى الإمام واجب لجميع أنواع الصدقات إلا أن يأذن لرب المال بالصرف جاز له ذلك انتهى. والله أعلم

زکوۃ کے مصرفوں میں سے ایک ایسی مصرف کو بیکار کر دینا ہے جس کی صراحت خود خدا نے قرآن مجید میں فرمادی ہے اور نیز بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو زکوۃ تحصیلنے کے لئے بھیجا تو پیغمبر صاحب سے عرض کیا گیا کہ ابن جمیل اور خالد بن ولید اور عباس زکوۃ نہیں دیتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن جمیل تو زکوۃ دینا اس وجہ سے نامنظور کرتا ہے کہ وہ ایک غریب آدمی تھا اللہ و رسول نے اسکو مالدار کر دیا اور خالد پر تو تم خواہ مخواہ زبردستی کرتے ہو۔ اس نے تو اپنی ساری زرہیں اور کل اسباب فی سبیل اللہ وقف کر دیا۔ باقی عباس رضی اللہ عنہ کی زکوۃ تو وہ زکوۃ اور اسی قدر اور بھی میرے ذمہ ہے پھر فرمایا اے عمر! تم کو خبر ہے چچا باپ ہی کے مثل ہے اور یہ حدیث اس بات کی صاف دلیل ہے کہ زکوۃ بانٹنے کا اختیار مالکِ مال کو نہیں ہے بلکہ مالک مال پر واجب ہے کہ زکوۃ سردار یا اُس کے نائب کے حوالہ کر دے۔ اگر مالکِ مال کو اختیار ہوتا تو اُس کو زکوۃ کے مصرفوں میں خود تقسیم کرنے کا ضرور اختیار ہوتا اور اس کی قبولیت سردار کے یا اُس کے نائب کے حوالہ کرنے پر موقوف نہ ہوتی اور نہ سردار کو یہ حق ہوتا کہ جو اپنی زکوۃ سردار کے حوالہ نہ کرے اس کو عتاب کرے کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس نے اپنی زکوۃ سردار یا اس کے نائب کو نہ دی اُس نے خود زکوۃ کے مصرفوں میں بانٹ دیا ہو۔ اور بھی امام شوکانی رحمہ اللہ نے سیل الجرار میں فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ بات ہرگز دلیل سے ثابت نہیں ہے کہ مالک اپنی زکوۃ کو خود بانٹ دیا کرتا ہو۔ اور اس بیان سے وہ شبہ بھی دور ہو گیا جو جلال الدین نے اسی بیان میں اس کی شرح میں لکھا ہے کیونکہ وہ کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو معارضہ کے قابل ہو۔ اور یہی سیل الجرار

میں ہے کہ جب یہ بات ثابت ہوئی تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جو دستور آپ کے زمانہ شریف میں تھا آپ کے بعد بھی وہی دستور اماموں کے وقت بھی رہا ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم وغیرہما میں ابومسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ میرے بعد خرابیاں اور ایسے ایسے کام ہونگے جن کو تم ناپسند کرو گے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس وقت آپ ہم کو کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا سرداروں کا جو حق تم پر ہے اس کو ادا کئے جاؤ اور اپنا حق جو سردار پر ہے وہ خدا سے مانگو۔ دوسری دلیل یہ ہے جو مسلم وغیرہ نے وائل بن حجر سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ایک شخص آپ سے پوچھتا تھا کہ جب سردار لوگ ہمارا حق ادا نہ کریں اور اپنا حق ہم سے مانگیں تو کیا کرنا چاہئے تو فرمایا انکی طاعت و تابعداری کرتے رہو اس لئے کہ سرداروں پر جو تمہارا حق ہے اس کی جواب دہی ان کے ذمہ ہے۔ اور اس مسئلہ میں اور بھی حدیثیں ہیں جب تم نے یہ مسئلہ جان لیا تو یہ بھی جان لیا کہ امام کو کل قسم کے صدقے حوالے کر دینے واجب ہیں ہاں اگر سردار مالکِ مال کو اس کے بانٹنے کی اجازت دے تو البتہ مالکِ مال کو اس کا خود بانٹ دینا درست ہے انتہی واللہ اعلم

المجیب محمد عبد اللہ الغازیفوری۔ الجواب صحیح الحقیر حسین بن محسن الانصاری الیمانی عفی عنہ

الجواب صحیح محمد بشیر عفی عنہ الجواب صحیح سلامت اللہ عفی عنہ

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ رمضان سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۴ء جلد ۳ نمبر ۹)

فتوی بابت امارت

سوال (۵۱) کیا حدیث مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً (مسلم) صحیح ہے:

سوال (۵۲) فی زماننا قابل عمل ہے یا نہیں:

سوال (۵۳) اگر نہیں۔ تو کیوں؟ کونسی نص صریح واحادیث نبی امی فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانع ہیں؟

سوال (۵۴) اگر حدیث نمبر ۵۱ قابل عمل ہے تو امام وسردار کی حتماً ضرورت ملت بیضا محمدیہ میں ہے یا نہیں؟

سوال (۵۵) امام وسردار کیلئے محض شرط قرشیت ہی ہے یا مَا أَقَامُوا الدِّينَ بھی؟

سوال (۵۶) اگر قریش میں مَا أَقَامُوا الدِّينَ نہ پایا جاوے تو دوسری قوم میں بلحاظ مَا أَقَامُوا الدِّينَ امام وسردار ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۵۷) اگر کوئی قریش یا عوام الناس حدیث نمبر ۵۱ کے بوجہ تغافل وتجاہل عامل نہ ہوں تو حدیث مذکورہ بالا زندہ کرنے کا کیا طریقہ اختیار کیا جاوے۔ اگر نہیں تو کیوں؟

سوال (۵۸) جماعت بلا امام وسردار کے بھی جماعت کا حکم رکھتی ہے یا نہیں؟

سائل محقق لدین اللہ المتین عبد المعین

جواب (۵۱) محمد لمن قال وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ○ ونصلی علی من قال وعليكم بالطاعة وإن كان عبدا حبشيا فإنما المؤمن كالجمل الأنف حيث ما قيد انقاد۔ أما بعد۔ نمبر ۵۱ حدیث موصوف الحیح بلکہ اصح ہے۔ یکیا بلکہ مسلم کی تمام حدیثیں بلکہ کل صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ) کی بلکہ جمیع احادیث جو صحاح ستہ کے موافق ہوں سنداً اکثر اور متناً کل صحیح اور قابل عمل واجب العمل ہیں وذلک کما قال أهل العلم إن الكتب الستة هي أدلة الحديث وأصوله فيدل على النبي صلى الله عليه وآله وسلم وليس فيه رأي رافض فكل ما سواها يعرض عليها فإن وافق بها يقبل وإلا يرد خذوا هذا أو عضوا بالنواجذ ألا وإنه هو معرفة أهل الحديث۔

جواب (۵۲) حدیث مذکور فی زماننا قابل عمل ہے۔ فی زماننا کیا بلکہ ہر زمانہ میں بلکہ جب تک حیات وممات کا سلسلہ باقی ہے کیونکہ حدیث میں کسی زمانہ کی قید نہیں ہے مطلق کسی زمانہ میں جو کوئی بھی بغیر بیعت کے مریگا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ ہاں اگر موت کسی زمانے کے ساتھ مخصوص ہے تو اس کا عمل بھی خاص ہوگا والا فلا۔

مسئلہ بیعت

بعض لوگوں نے اس مسئلہ بیعت میں دو غلطیاں کھائی ہیں۔
اول یہ کہ بیعت مخصوص بالجہاد سمجھی ہے حالانکہ بیعت کے کئی ایک انواع ہیں چنانچہ امام نسائی رحمہ اللہ اپنی سنن نسائی میں تفصیل وار اس کے کئی ایک باب منعقد کر کے حدیثیں لائے ہیں (۱) بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ (۲) بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى أَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ (۳) بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى الْقَوْلِ بِالْحَقِّ (۴) بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى الْقَوْلِ بِالْعَدْلِ (۵) بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى الْأَثَرَةِ (۶) بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى أَنْ لَا نَفِرَّ (۷) بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى النُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ (۸) بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى الْمَوْتِ (۹) بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى الْجِهَادِ (۱۰) بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى الْهِجْرَةِ (۱۱) بَابُ الْبَيْعَةِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ (۱۲) بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى فِرَاقِ الْمُشْرِكِ وَغَيْرُ ذَلِكَ

علاوہ اس کے دیگر کتب حدیث میں یہ مسئلہ بیعت بالتصریح بیان ہے چنانچہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری میں ہے عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ وَأَنْ نَقُومَ أَوْ نَقُولَ بِالْحَقِّ حَيْثُ مَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى تُبَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُونِي فِي مَعْرُوفٍ الخ أَيْضًا قَالَ جَرِيرُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَوٰةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَوٰةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کاموں کی بجا آوری پر بیعت کی خوشی ناخوشی میں آپ کی بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور جو شخص جس منصب اور عہدہ کے لائق ہوگا وہ اس سے نہیں چھینیں گے اور ہر جگہ حق بات کہیں گے اور اللہ کے دین میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ ایک اور روایت میں انہی عبادہ رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم صحابہ سے کہا تم ان باتوں کی پابندی کرنے پر مجھ سے بیعت کرو۔ شرک نہ کرنا ہوگا اور نہ چوری کرنی ہوگی اور نہ کسی پر بہتان باندھنا ہوگا اور نہ اولاد کو قتل کرنا ہوگا اور قرآن حدیث کی بات میں میری اطاعت کرنی ہوگی وغیر ذلک۔ نیز جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اقامت صلوٰۃ وایتاء زکوٰۃ اور ہر ایک مسلم کی خیر خواہی کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی۔

حاصلہ۔ علاوہ جہاد کے بھی آپ سے ایسے ایسے امور شرعیہ پر بیعت لی اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بیعت کی۔ اگر اب بالفرض بیعت جہاد موقت بوقت سمجھیں تو

اس سے قاصر ہیں لیکن باقی امور کی بیعت سے کونسا امر مانع ہے کہ ہم جاہلیت کی موت سے بچیں اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ○

ثانی جہاد کا معنے غلط لیا ہے کہ جہاد مقید بالسیف ہی سمجھے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ یعنی بادشاہ ظالم کے نزدیک حق بات کہنا یہ افضل جہاد ہے۔

ایضاً اَفْضَلُ الْجِهَادِ اَنْ تُجَاهِدَ نَفْسَكَ وَهَوَاكَ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ یعنی افضل جہاد یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اطاعت کرنے پر اپنے نفس اور خواہش ہوائی سے مجاہدہ کرے پس جہاد کا معنے مخصوص بالسیف سمجھنا نافہمی اور سراسر مغالطہ دہی ہے۔

اگر علی سبیل التنزل مان لیا کہ جہاد تلوار سے ہوتا ہے تو معاً یہ سوال ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ برس تک کونسا جہاد بالسیف کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ اِلٰى اَنْ يُّقَاتِلَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الدَّجَّالَ لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ وَّلَا عَدْلُ عَادِلٍ الْحَدِيْثَ (رواہ ابوداؤد وکذا فی المشکوٰۃ) یعنی جہاد جاری ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مبعوث فرمایا ہے اور یہ ہمیشہ جاری رہے گا کوئی ظالم اپنے ظلم سے اور کوئی عادل اپنے عدل سے اس کو موقوف نہیں کر سکتا یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام آکر دجال کو قتل کریں گے۔

پس اس حدیث سے بالتحقیق معلوم ہوا کہ جہاد بالسیف تو مقید بوقت ہے مگر جہاد جو کہ ہمیشہ جاری ہے وہ وہی ہے جسکا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پرزور الفاظ میں حکم کیا ہے وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ○ لوگوں سے جہاد کر قرآن کے ساتھ یعنی لوگوں سے قرآن حدیث کے ساتھ چھیڑ چھاڑ رکھ اور جو اس میں زواجر نواہی اور اوامر ہیں وہ لوگوں پر بے دھڑک پڑھ اور حجج وآیات و دلائل ان پر قائم کر یہی جہاد کبیر ہے تو کیا اب اس جہاد سے کونسی چیز مانع ہے کہ ہم اس جہاد سے محروم رہیں وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

جواب (۵۳) عبداللہ بن عمرؓ راوی صحیح مسلم کی حدیث صادق المصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان، ہم کون کہنے والے کہ حدیث رسول اللہ قابل عمل نہیں ہے۔ اور کیا اس کے کہنے میں ہماری نجات کی صورت بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرمائیں بغیر بیعت کے جاہلیت کی موت مرنا ہے اور ہم کہیں کہ قابل عمل ہی نہیں ایسا ہے کیا اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ الآیۃ کے ہم مصداق نہیں ہونگے۔ اور کیا خدا ورسول کے کلام میں اختلاف ہے کہ کبھی تو فرمائیں جاہلیت کی موت ہے اور کبھی بیعت کرنے ہی سے منع کریں اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ

لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا

جواب (۵۴) کیا حدیث مَنْ مَّاتَ الخ کے ہوتے ہوئے بھی ضرورت امام میں کوئی شک رہا یا جاہلیت کی موت مرنا اچھا ہے یا ابھی تک کسی کو موت نہیں آئی یا کوئی مرنے والا نہیں ہے یا یہ صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ لَّا يَنَامَ نَوْمًا وَّلَا يُصْبِحَ صُبْحًا اِلَّا وَعَلَيْهِ اِمَامٌ فَلْيَفْعَلْ (ابن عساکر عن ابی سعید، وابن عمر) یعنی شام سے پہلے اور صبح سے قبل امام کا تدارک کرو۔

جو لوگ گذشتہ اموات کے متعلق تو۔۔۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ لیکن جو شخص اب بھی باوجود ان حدیثوں کے معلوم ہوتے ہوئے پھر بھی بغیر بیعت کئے مر گیا تو کیا وہ بھی جاہلیت کی موت نہیں مریگا نہیں نہیں ضرور مریگا۔

ہاں اگر عالم میں ایسا فتنہ برپا ہوا ہے کہ لَيْسَ فِيْهِمْ مُؤْمِنٌ۔ امام جماعت معدوم اور حق کو نہ سمجھنے والا ایک بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ بِاَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ (بخاری مسلم) سب فرقوں کو چھوڑ دے اور جنگلوں پہاڑوں میں جاکر درختوں کی جڑوں اور پتوں پر زندگی بسر کرے اور اپنے دین پر قائم رہے یہاں تک کہ اسی حالت میں اس کو موت پائے سو البتہ ایسا شخص حدیث مَنْ مَّاتَ الخ کی وعید شدید میں داخل نہ ہوگا لیکن یہ ضروری بات ہے کہ جب امام جماعت نہ ہو تو شہر میں قیام نہ کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے اَلسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ فَاِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمْ بَلَدًا لَيْسَ فِيْهِ سُلْطَانٌ فَلَا يُقِيْمَنَّ بِهٖ (کنز العمال) یعنی زمین میں سلطان، امام، سردار، امیر، خلیفہ (سب الفاظ صرف شرعی میں مرادف معنے ہیں) اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے کہ لوگ اس کے سایہ میں پناہ گزین ہوتے ہیں اور اپنے مقدمات وفیصلہ جات اس کے پاس لیجاتے ہیں اور اس کی ماتحتی میں رہ کر قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں۔ پس جس وقت کوئی مسلمان ایسے شہر میں داخل ہو کہ اس میں کوئی امیر سردار نہیں ہے تو اس میں قیام نہ کرے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جس شہر میں امام یا امیر نہ ہو اس میں رہنا ہی تو کجا عارضی طور پر قیام کرنا بھی نہ روا ہے۔ دیگر آپ کا ارشاد وَاِذَا كَانَ ثَلٰثَةٌ فِيْ سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوْا اَحَدَهُمْ (مشکوٰۃ) دیگر روایت لَا يَحِلُّ لِثَلٰثَةٍ يَكُوْنُوْنَ بِفَلَاةٍ مِّنَ الْاَرْضِ اِلَّا اَمَّرُوْا عَلَيْهِمْ اَحَدَهُمْ (رواہ احمد کذا فی المنتقیٰ) یعنی جنگل میں یا سفر میں تین آدمی مسلمان ہوں تو ضرور ایک کو اپنا سردار مقرر کریں۔

ان دونوں حدیثوں کا مطلب ظاہر ہے کہ جنگل ہو یا سفر بغیر امیر و سردار کے رہنا تین آدمیوں

کیلئے بھی ناروا ہے چہ جائیکہ جہاں شہر میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان رہتے ہوں اور اُن پر کوئی امام و سردار نہ ہو بلکہ وہاں تو بطریق اولیٰ بغیر سردار امام کے رہنا ناجائز ہوگا اسی لئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ رسول تسلیم کرکے بیعت کی۔ بعدہ آپ کے کفن دفن کی تیاری ہوئی۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم جانتے تھے کہ دیگر امور شرعیہ کا انتظام تو کیا بلکہ یہ تجہیز و تکفین مردہ بھی بغیر ماتحتی کسی امام و سردار کے ناممکن ہے اسی لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی زندگی ہی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر گئے اِنِّیْ اسْتَخْلَفْتُ عَلَیْکُمْ بَعْدِیْ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ فَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا (کنز العمال) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اِنَّ اللّٰہَ یَحْفَظُ دِیْنَہٗ وَاِنِّیْ اِنْ لَّا اَسْتَخْلِفْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَسْتَخْلِفْ وَاِنْ اَسْتَخْلِفْ فَاِنَّ اَبَا بَکْرٍ قَدِ اسْتَخْلَفَ کہہ کر امر خلافت چھ آدمی برگزیدہ (عثمان، علی، زبیر، طلحہ، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص) کے سپرد کر گئے جس کو یہ لوگ اپنے میں سے مناسب سمجھیں خلیفہ مقرر کر لیں چنانچہ بعد از فوتیدگی آپ کی کے عبدالرحمن بن عوف نے پانچوں کو تنہائی میں راضی کر کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا اُبْسُطْ یَدَکَ یَا عُثْمٰنُ فَبَسَطَ فَبَایَعَہٗ وَبَایَعَہٗ عَلِیٌّ وَالنَّاسُ ہاتھ پھیلاؤ۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پھیلایا تو عبدالرحمن بن عوف اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر لوگوں نے بیعت کی۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ پانچ چھ آدمی برگزیدہ امانت دار اپنی صدق نیت اور دیانت داری سے ایک شخص کو امام و سردار مقرر کر دیں تو باقی سب مسلمانوں کو اس کے ماتحت ہونا پڑے گا۔

حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یہی سلسلہ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک مسلسل متصل رہا عَنْ سَفِیْنَۃَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْخِلَافَۃُ ثَلٰثُوْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَکُوْنُ مُلْکًا ثُمَّ یَقُوْلُ سَفِیْنَۃُ اَمْسِکْ خِلَافَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ سَنَتَیْنِ وَخِلَافَۃَ عُمَرَ عَشْرَۃً وَعُثْمَانَ اثْنَتَیْ عَشْرَۃَ وَعَلِیٍّ سِتَّۃً رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَکَذَا فِی الْمِشْکٰوۃِ یعنی خلافت تیس برس تک رہے گی۔ دو برس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی۔ دس برس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی۔ بارہ برس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی، چھ برس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی۔ بعدہٗ ملک عضوض کا ایسا زور شور ہوا کہ خلافت اسلامی کی بہبودی کی امید نہ تھی مگر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنْہَاجِ النُّبُوَّۃِ (ملک عضوض اور ملک جبریہ کے بعد پھر خلافت بطریقہ نبوت ہوگی) نے امید افزائی کی لیکن لَا یَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِیْزًا اِلٰی اثْنَیْ عَشَرَ خَلِیْفَۃً کُلُّہُمْ مِنْ قُرَیْشٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَا یَزَالُ اَمْرُ النَّاسِ مَاضِیًا مَا وَلِیَہُمُ اثْنَا

عَشَرَ رَجُلًا کُلُّہُمْ مِنْ قُرَیْشٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَا یَزَالُ الدِّیْنُ قَائِمًا حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ اَوْ یَکُوْنَ عَلَیْہِمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً کُلُّہُمْ مِنْ قُرَیْشٍ (بخاری مسلم) وغیرہ روایات نے پھر خلافت کو بارہ خلفائے قریش میں منحصر کر دیا تھا۔ دیگر حدیث وَاِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَیَکُوْنُ خُلَفَاءُ فَیَکْثُرُوْنَ (بخاری مسلم) سے یہ عقدہ بھی حل ہو گیا کہ خلفاء تو بکثرت ہوں گے مگر بارہ خلفاء جو کہ قریش میں سے ہوں گے۔ ان کے عہد خلافت میں دین اسلام کا نہایت ہی غلبہ رہے گا نہ یہ کہ امر خلافت قریش میں داخل ہو کر بارہ خلفاء پر ختم ہوگا۔ چنانچہ جملہ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً کُلُّہُمْ مِنْ قُرَیْشٍ ہی سے سمجھا گیا کہ بارہ خلفاء تو ضرور ہی قریش میں سے ہوں گے اور جملہ لَا یَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِیْزًا سے پایا گیا کہ ان کے عہد خلافت میں دین اسلام کا نہایت ہی زور و شور رہے گا۔ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ

اس جگہ اس حدیث کو بھی بیان کر دینا غالباً غیر مناسب نہ ہوگا مَنْ خَرَجَ یَدْعُوْا اِلٰی نَفْسِہٖ اَوْ اِلٰی غَیْرِہٖ وَعَلَی النَّاسِ اِمَامٌ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ الخ (کنز العمال) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ امام موجود ہے۔ لوگ اس کی ماتحتی میں ہیں ایسی حالت میں جو شخص امام کی برائیاں کرے اور لوگوں کو اس سے برگشتہ کر کر اپنی طرف یا اپنے کسی معتقد کی طرف مائل کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور لوگ سب کے سب لعنت بھیجتے ہیں۔ پس ایسے شخص سے مقابلہ کرو۔

نیز اسی جگہ اور اسی حدیث کے ساتھ اس حدیث کو بھی ملا کر غالباً بیجا نہ ہوگا لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃَ اِمَامٍ حَکَمَ بِغَیْرِ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ الحدیث (مستدرک حاکم) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو امام ما انزل اللہ یعنی قرآن و حدیث کے ساتھ حکم و فیصلہ اور فتویٰ نہ دے تو اس کے باقی اعمال نماز وغیرہ بلکہ نماز بھی نامقبول ہے۔

جواب (۵۵) سردار و امام کے لئے قریشیت کوئی شرط نہیں ہے قریش ہو یا غیر قریش مَا اَقَامُوا الدِّیْنَ کا ہونا لابدی امر ہے۔ ہاں قریش مَا اَقَامُوا الدِّیْنَ ہو تو افضل اولیٰ بالامارۃ ہے یہاں تک کہ اگر مَا بَقِیَ مِنْہُمُ اثْنَانِ دو آدمی ہوں تو بھی حق انہیں کا ہے۔ اور اگر قریش میں مَا اَقَامُوا الدِّیْنَ نہ ہو تو پھر ان کا کوئی حق نہیں ہے چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں اَنْتُمْ اَوْلَی النَّاسِ بِہٰذَا الْاَمْرِ مَا کُنْتُمْ مَعَ الْحَقِّ اِلَّا اَنْ تَعْدِلُوْا عَنْہُ فَتُلْحَوْنَ کَمَا تُلْحٰی ہٰذِہِ الْجَرِیْدَۃُ یُشِیْرُ اِلٰی جَرِیْدَۃٍ فِیْ یَدِہٖ رَوَاہُ الشَّافِعِیُّ وَالْبَیْہَقِیُّ کَذَا فِیْ رَحْمَۃِ الْمُہْدَاۃِ وَکَنْزِ الْعُمَّالِ یعنی امارت کے زیادہ مستحق تم قریش ہی ہو جب تک کہ تابع حق رہو گے اور جس وقت حق سے منہ پھیرو گے تو امارت تم سے ایسی چھین جائے گی جیسا کہ لکڑی سے رندے کے ساتھ چھلکا اتار کر دور کیا جاتا ہے۔ اس حدیث کا مطلب ظاہر ہے کہ جب تک قریش تابع حق رہیں گے امارت کے مستحق ہیں اور

جس وقت حق کو چھوڑ دیں گے تو امارت ان سے چھن کر غیروں میں چلی جائے گی چنانچہ دوسری روایت سے بالتصریح سمجھا گیا۔ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ فَإِنَّكُمْ أَهْلُ هٰذَا الْأَمْرِ مَا لَمْ تَعْصُوا اللّٰهَ فَإِذَا عَصَیْتُمُوهُ بَعَثَ عَلَیْكُمْ مَنْ یَلْحَاكُمْ كَمَا یُلْحٰی هٰذَا الْقَضِیبُ رواه احمد عن ابن مسعود کذا فی کنز العمال یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے گروہ قریش! بیشک اس امارت کے مالک تم ہی رہو گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت سے بچو گے اور جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو تم پر کھڑا کرے گا کہ وہ تم سے امارت اس طرح چھین لیگا جیسے لکڑی سے چھلکا دور کیا جاتا ہے

ان دونوں حدیثوں سے سمجھا تو گیا تھا کہ اقامۃ الدین کے قرشیت کوئی چیز ہی نہیں ہے لیکن اس تیسری روایت سے اور بھی واضح ہو جائے گا اَلْأُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ اَلْأُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ اَلْأُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ لَكُمْ عَلَیْهِمْ حَقٌّ وَلَهُمْ عَلَیْكُمْ حَقٌّ مَا فَعَلُوا ثَلَاثًا مَا حَكَمُوا فَعَدَلُوا وَاسْتُرْحِمُوا فَرَحِمُوا وَعَاهَدُوا فَوَفَوْا فَمَنْ لَمْ یَفْعَلْ ذٰلِكَ مِنْهُمْ فَعَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِینَ لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ رواہ [illegible] ذکرہ احمد طبرانی یعنی آپ نے تین بار فرمایا کہ امراء قریش سے ہی رہیں گے۔ لوگوں کا حق ان پر ہے اور ان کا حق لوگوں پر ہے جب تک تین باتوں کے پابند رہیں گے۔ جب فیصلہ کریں تو عدل کریں گے جب رحم طلب کئے جاویں گے تو شفقت کریں گے اور جب وعدہ کریں گے تو اس کو پورا کریں گے۔ پس جب یہ چھوڑ دیں گے تو پھر ان پر خدا کی بھی لعنت ہے اور ملائکہ اور لوگوں سب کی ان پر پھٹکار ہے۔ اور عبادت فرضی نفلی کچھ بھی مقبول نہیں پس اس حدیث سے قطعی فیصلہ ہو گیا کہ امارت کے واسطے قرشیت شرط نہیں ہے بلکہ امارت کے لئے عدالت اور ترحم اور ایفاء وعدہ کا ہونا لازمی امر ہے یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَاءُ

مسئلہ سیاست اس مسئلہ میں بھی لوگ دو غلطیوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اول سیاست کو امام کے لئے شرط کہا ہے۔ ثانی سیاست کا معنی غلط لیا ہے کہ سیاست ملکی سمجھے حالانکہ اصل اس سیاست کا معنی ہیں اَلْقِیَامُ عَلَی الشَّیْءِ بِمَا یُصْلِحُهٗ یعنی کسی چیز کی خبرگیری اور اصلاح کرنا اسی سے سائیس گھوڑے جو گھوڑے کی ہر طرح اصلاح کرتا ہے۔ پھر سیاست دو قسم پر ہے سیاست ملکی اور سیاست شرعی۔ سیاست ملکی تو یہ ہے کہ سلطنت اور تلوار کے زور سے رعایا کی دنیوی اصلاح کی جائے۔ اور شرعی وہ ہے کہ قرآن حدیث سے لوگوں کی دینی اور دنیوی اصلاح کیجائے تو واقعی اس سیاست شرعی کا ہونا امام کے لئے ضروری امر ہے۔ اور جب تک مسلمان ایسے امام مصلح الناس بالکتاب والسنہ کو اپنا سردار بنا کر اس کے ماتحت رہیں گے تو قرآن و حدیث کی اتباع کریں گے اور جب ایسے امام کو چھوڑ دیں گے اور امارت بالسیف ہو گی تو قرآن و حدیث کی اتباع گئی اور ملک

عضوض آگیا۔ تمام کاروبار دینی اور دنیوی سلطنت کے طرز پر ہو جاویں گے چنانچہ اسی مضمون کی حدیث جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں موجود ہے لَنْ تَزَالُوا بِخَیْرٍ مَا إِذَا هَلَكَ أَمِیرٌ تَأَمَّرْتُمْ فِی آخَرَ فَإِذَا كَانَتْ بِالسَّیْفِ كَانُوا مُلُوكًا یَغْضَبُونَ غَضَبَ الْمُلُوكِ وَیَرْضَوْنَ رِضَی الْمُلُوكِ

سیاست شرعی کے ساتھ سیاست ملکی ہو تو فبہا ورنہ امام کے لئے سیاست ملکی کا ہونا نہ تو ضروری سمجھا جا سکتا ہے اور نہ شرط ہونا ممکن ہے کیونکہ اگر بالفرض ضروری ہوتی تو اس کے زیادہ مستحق ابراہیم علیہ السلام تھے کیونکہ آپ رئیس الائمہ بھی ہیں اور خلیل اللہ بھی۔ اور آپ کی امامت کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں بھی ذکر فرمایا ہے وَإِذِ ابْتَلٰٓى إِبْرٰهِیمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّی جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا الآیۃ ضروری تھا کہ آپ کو سیاست ملکی ملتی اور آپ ننگے برہنہ کر کے آگ میں نہ ڈالے جاتے اور نہ آپ سے اتنا بدا ستہ میں بادشاہ جابر آپ کی بیوی چھینتا۔ پھر بنی اسرائیل کے اولوالعزم پیغمبر موسیٰ کلیم اللہ کو ملتی کہ آپ مصر سے بنی اسرائیل کو راتوں رات لیکر نہ بھاگتے اور نہ فرعون آپ کا تعاقب کرتا اور نہ بنی اسرائیل اپنے ٹھکانے چھوڑ کر چالیس برس تک جنگلوں میں مارے مارے پھرتے۔ بعدہ عیسیٰ روح اللہ کو ملتی اور یہود آپ کے قتل اور سولی پر چڑھانے کے درپے نہ ہوتے پھر اکرم الاولین والآخرین و خاتم النبیین الیٰ رسول اللہ الیکم جمیعا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ضروری ملتی تاکہ آپ مخضوب بالدم نہ ہوتے اور نہ غار میں کئی روز تک روپوش رہتے اور نہ بیت اللہ سے فرار ہو کر مدینہ منورہ پہنچتے اور نہ آپ کے نام اور نہ آپ کے صاحب غار ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام سو سو اونٹ کا وارنٹ جاری ہوتا۔

غرضیکہ امارت کے لئے سیاست کا ہونا کوئی ضروری نہیں ہے اور نہ شرط کا ہونا ممکن ہے کیونکہ شرط قبل از مشروط ہوتی ہے اور عدم شرط سے عدم مشروط لازم آتا ہے چنانچہ نماز کے لئے وضو شرط ہے بدون وضو کے نماز نہیں ہوتی اَلصَّلٰوةُ بِغَیْرِ الطُّهُوْرِ [illegible] تو پہلے وضو کریں گے بعد از اں نماز پڑھیں گے تب نماز ہو گی نہ یہ کہ پہلے نماز پڑھنے کے بعد وضو کریں۔ اسی طرح پہلے سیاست ہو گی تو بعدہ امام ہو گا والا فلا حالانکہ اس طرح نہیں ہے اگر ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ برس بعد بعثت مکہ میں رہے۔ آپ کے پاس سیاست نہ تھی تو گویا تیرہ برس تک آپ کی امامت کی نفی ہوئی کیونکہ امامت کے لئے سیاست شرط تھی۔ جب سیاست نہ ہوئی تو امارت کی نفی حتماً لازم آئی۔ بعض الناس کا یہ بھی خیال ہے کہ نبوت

لہ کَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِیلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِیَاءُ سے بھی سیاست شرعی مراد ہے اور اگر سیاست ملکی سمجھی جائے تو پھر بنی اسرائیل کے اولوالعزم پیغمبر موسیٰ اور عیسیٰ کے پاس کہاں تھی۔ ۱۲

کے لیے تو سیاست کا ہونا شرط نہیں مگر امارت وخلافت کے واسطے شرط ہے تو یہ خیال بھی اس کا سراسر بیہودہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خلافت وہی ہے جو علے منہاج النبوت ہو اور جو طریقہ نبوت پر نہ ہو وہ ملک عضوض ہے یعنی ماکل ومشرب اور عزت آبرو اور شہرت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے چنانچہ اس حدیث سے اچھی طرح واضح ہو جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ وَمُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ بَدَأَ نُبُوَّۃً وَّرَحْمَۃً ثُمَّ یَکُوْنُ خِلَافَۃً وَّرَحْمَۃً ثُمَّ مُلْکًا عَضُوْضًا الحدیث (مشکوٰۃ) یعنی ابوعبیدہ بن جراح امین ہذہ الامہ اور معاذ بن جبل امام العلماء رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بالتحقیق اس امر دین کی ابتدا نبوت اور رحمت سے ہوئی ہے۔ پھر خلافت اور رحمت کے ذریعہ سے دین رہے گا پھر ملک عضوض بعض بعضہم بعضا ہو جائیگا۔

اس حدیث سے بالتصریح معلوم ہوا کہ کسی بادشاہ یا امیر رئیس نے سلطنت یا تلوار یا سیاست یا ڈنڈے کے زور سے دین نہیں پھیلایا بلکہ نبی عبد رؤف رحیم رحمۃ للعالمین نے اس عالم اجاڑ اور جہان ویران میں بنیاد ڈالی ہے اور نہایت ہی اس رحمت وشفقت اور سہولت اخلاق وحسنِ خصال اور رحم وجانفشانی سے دین غریب کو پھیلایا۔ آپ کو دشمنان دین مار مار کر مغضوب بالدم کر دیتے لیکن آپ اپنے خطاب رؤف رحیم ورحمۃ للعالمین کا خیال کرتے ہوئے اپنے ملازمت یَا اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا میں فرق نہ آنے دیتے لوگ آپ کو کہتے لَسْتَ مُرْسَلًا۔ ھٰذَا رَجُلٌ کَذَّابٌ۔ جَاءَ بِالْبِدْعَۃِ وَالضَّلَالَۃِ مگر آپ وہی یَا اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاتْرُکُوا اللَّاتَ وَالْعُزّٰی وَاتْرُکُوْا مَا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَاؤُکُمْ گلی کوچوں میں باواز بلند پکارتے ہوئے اپنے محل اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ سے آگاہ ہوتے۔ آپ لا الہ الا اللہ کی تبلیغ کرتے ہیں۔ کوئی تو آپ کے منہ پر تھوک دیتا ہے کوئی آپ پر خاک ڈالتا ہے۔ کوئی آپ کو گالی دیتا ہے لیکن آپ قانونِ شاہنشاہی خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ کی پابندی کرتے ہوئے دعا خیر یاد کرتے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

علیٰ ہذا القیاس اسی طرح دنیا کی بنیاد ڈالتے ہوئے تیرہ برس کے بعد مدینہ منورہ میں پہنچکر دین کی دیواریں برابر ٹھیک کرکے اس پر چھت ڈالی اور مکان برابر تیار ہو چکا تو اسمیں مسلمانوں کی جماعت خاصہ آکر سکونت پذیر ہوئی اور آپ کے بھی قدم بخوبی جم گئے تو ادھر اللہ تعالیٰ نے نیزوں اور تیروں کے زیر سایہ ان کے رزق کا بندوبست کیا وَجُعِلَ رِزْقِیْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِیْ اور ادھر آپ ان کو لیکر تلواروں کے زیر سایہ ابواب جنت کے متلاشی ہوئے اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّۃِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ۔

القصہ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ کا وجود اس دار فانی میں رہا اور جب میعاد اجل ختم ہوئی تو آپ نے اس مکان دین کی کنجی بحوالہ خلفاء راشدین مہدیین کی اور آپ اس دار الفنا سے کوچ کرکے اس دار البقاء میں جا بسے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پس اس طرح نبوت کے ذریعہ سے دین شروع ہو کر انتہاء اعلیٰ کو پہنچا۔

آپ کے پیچھے وہی مکان دین اور وہی ارزاقِ رماح اور وہی سیوف کے زیر سایہ ابواب جنت کا ابتغاء خلفاء اربعہ تک برہیئت خود رہا۔ بعدہ بمنشاء ایزدی ملک عضوض کا ظہور ہوا۔ ظالم بادشاہوں نے چڑھائی کی کہیں تو مکان کی اینٹیں اکھیڑ کر پھینکدیں اور کہیں تیر اور نیزے توڑ دیئے اور کہیں تلواریں چھین کر لے گئے اور دین کو بالکل درہم برہم کر دیا تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ ہمیشہ ایام برابر نہیں رہتے۔ ملک عضوض کے زور وشور کمزور ہونے پر گاہے بگاہے مسلمان عمارتِ اسلام کو ٹھیک کرتے رہے گو بہیئت سابقہ عمارتِ اسلام کمال کو نہ پہنچی مگر تاہم اس کی دیواریں کچھ نہ کچھ ٹھیک اور رواج تو دین کی بالکل وہی حالت ہے جو ابتداء نبوت میں تھی سنئے۔ اگر اللہ تعالیٰ عزیز حکیم یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ کسی سے حسب خلوص وجواں مردی کو توفیق وتحقیق دے اور نصرت دے گا تو پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے دائرہ میں رہ کر دین کی بنیاد ڈالنے کو وہی قدیم طریقہ نبوی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اور وہی ملازمت شاہنشاہی یَا اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاتْرُکُوا اللَّاتَ وَالْعُزّٰی وَاتْرُکُوْا مَا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَاؤُکُمْ کو اختیار کرے جتنا ہی عرصہ لگ جائے بیشتر اس کے بنیاد اور نیویں مضبوط کرے پھر دیواریں برابر کرکے اس پر چھت ڈالے بعدہ مکان تیار ہونے پر اس میں ایسی جماعت خالصہ آکر بسنے لگے کہ ہر ایک کاروبار میں اس صاحب مکان کی رائے ومرضی اور ہمت ونیت وغیرہ کے اذن کو مانند سپر کے مقدم رکھیں اور خاص کر اس کے امر بتقوی اللہ اور امر بالعدل کی اطاعت ومعصیت کو عین اطاعت و معصیتِ خدا ورسول سمجھیں اور جس سے عداوت ومقابلہ اور تکرار وترک موالات کا حکم کرے اس سے مقابلہ ولڑائی رکھیں اور جس سے اتفاق واتحاد اور مودت رکھنے کا امر کرے اس سے محبت رکھیں نہ بغیر مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَمَنْ یُّطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ یَّعْصِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ سے بخوبی واقف ہو گئے اور اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ وَیُتَّقٰی بِہٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَہٗ بِذٰلِکَ اَجْرًا وَّاِنْ قَالَ بِغَیْرِہٖ فَاِنَّ عَلَیْہِ مِنْہُ (بخاری مسلم) کو اچھی طرح سمجھ کر تمام امور شرعیہ کی بجاآوری میں امام کی اطاعت کو مانند سپر کے مقدم رکھنے لگے تب کہیں رزق رماح اور ابواب جنت کا تلواروں کے زیر سایہ ملنا نصیب ہوگا وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں ہے مگر امام مہدی علیہ السلام کے قبل اس کے توقع واثق نہیں کہ اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّۃِ تَحْتَ ظِلَالِ

السُّیُوْفِ اور جُعِلَ رِزْقِیْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِیْ اور اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ وَ یُتَّقٰی بِہٖ کے دوسرے معنی پر بھی عمل نصیب ہو۔

ہاں جیسا کہ خلفاء راشدین مہدیین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کام کا انتظام آراستہ کرکے دے گئے کہ وہ اُدھر گدی پر بیٹھتے ہی تلواروں کے زیر سایہ ابواب جنت کے طالب ہوئے اور اُدھر مسلمان رماح کے ذریعہ سے مزدوری کرکے مالا مال ہوگئے ویسا ہی آج امر دین آراستہ ہوجائے اور پھر مسلمان اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّۃِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ اور جُعِلَ رِزْقِیْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِیْ سے کچھ حصہ نہ لیں تو ان جیسا کوئی محروم النصیب بھی نہیں ہے اور یہ بھی کونسی عقل کی بات ہے کہ جو کام ہم آج کرسکتے ہیں وہ بھی نہ کریں۔ وہی کہاوت مشہور کہ "نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی" نہ امام سردار باسیاست ہوگا اور نہ ہمارا النفس امّارہ کسی کے ماتحت ہوگا۔ اور یہ بھی کوئی دانائی کی بات نہیں ہے کہ دین کی جانب اسفل کو چھوڑ کر طرف اعلیٰ کو لیا جائے۔ ہاں مانا کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ دین کے اس سرے کے تمام مراحل و منازل طے کئے بغیر اُس سرے تک پہنچ جائیں۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ زینہ کی نیچے کی جانب سے سیڑھی بسیڑھی قدم رکھتے ہوئے اس کے اوپر کی جانب کو پہنچتے ہیں اور جب تمام سیڑھیاں ختم ہوچکتی ہیں تو پھر دخول مکان میں کچھ توقف نہیں ہوتا۔ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ۝

یہی مثال زینہ اسلام کی سمجھیں کہ وہ خیر خواہ امت شفیع المذنبین اکرم الاولین والآخرین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم زینہ اسلام کی اس جانب سے سیڑھی بسیڑھی طے کرتے اور کراتے ہوئے زینہ کی اس طرف تک پہنچے۔ چونکہ تکالیف کی گرمی اور دھوپ میں رہتے رہتے ایک مدت دراز ہوئی تھی مکان سیوف کے سایہ میں پہنچکر اطمینان گزیں ہوئے۔ مہینوں اور برسوں سے بھوکے اور پیاسے تھے رزق رماحی سے خوب ریان و شبعان ہوئے۔

خلفاء راشدین مہدیین تک تو مسلمان بدستور مکان سیوف کے سایہ میں بیٹھکر رزق رماحی سے ناشتہ کرتے رہے لیکن بعدہ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ کو مسلمانوں کی کسی حرکت ناشائستہ و خصلت قبیحہ پر غیرت و غصہ آیا تو ملوک جبریہ کو مسلمانوں پر مسلط کردیا۔ انہوں نے بڑی بے رحمی اور سنگدلی سے پہلے تو رماح رزقیہ تعین لئے پھر مکان کے زیر سایہ سے اُٹھاکر زینہ سے نیچے کردیا پھر جو مسلمانوں کی حالت خراب و خستہ گذری یا گذر رہی ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے اللہ تعالیٰ رؤف بالعباد و بصیر بالاحوال سابق لغزش کو درگذر فرماکر موجودہ حالت پراگندہ و کیفیت خستہ پر رحم فرماوے اور ایک ایسے شخص خیر خواہ قانون آسمانی کے حاذق و ماہر کو توفیق وثیق اور جرأت وسیع عطا کرے کہ وہ اپنی دیانتداری و تجربہ کاری سے

مسلمانوں کو زینۂ اسلام پر سیڑھی بسیڑھی چڑھاکر اسی مکان سیوف کے زیر سایہ پہنچادے لیکن قلوب ہمارے شاہد اور صورتیں ہماری بتا رہی ہیں کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ ہم کو آزادی اور فقدان کی گرمی اور دھوپ نے ایسا بیتاب اور بے حوصلہ کیا ہے کہ ہم ایک ناتجربہ کار کے کہنے کے موافق چاہتے ہیں فوراً بغیر کسی زینہ کے مکان سیوف کے زیر سایہ پہنچکر سایہ گزیں ہوں اور یہ محال ناممکن ہے۔ فَقَدْ طَالَ الْکَلَامُ فِیْ بَحْثِ مَسْئَلَۃِ السِّیَاسِیَّۃِ فَلِھٰذَا اَخْتِمُہٗ عَلٰی قَوْلِہٖ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ۝ فَاِنَّ السِّیَاسَۃَ لَیْسَتْ بِشَرْطٍ لِلنُّبُوَّۃِ وَلَا لِلْخِلَافَۃِ کَمَا بَیَّنْتُھَا۔

جواب (۵۶) قریش میں اقامت دین نہ ہو تو غیر قریش قائم بالدین بلاشک وشبہ امام و سردار ہوسکتا ہے اگرچہ غلام حبشی ناک کان کٹا کیوں نہ ہو اِنْ اُمِّرَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ مُّجَدَّعٌ یَقُوْدُکُمْ بِکِتَابِ اللّٰہِ فَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا (مسلم) یعنی غلام ناک کان کٹا تم پر امام و سردار کیا جائے بشرطیکہ قرآن حدیث پر چلاوے تو تم اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔

اُمِّرَ صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی مجہول کا ہے عَبْدٌ مُّجَدَّعٌ موصوف صفت مل کر نائب فاعل ہے اور فاعل اسکا محذوف ہے۔ اور عربیت کا یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جہاں فاعل کو حذف کرکے اس کے قائم مقام مفعول لایا جائے تو وہاں علاوہ اور فوائد کے ایک فائدہ عمومیت کا بھی ہوتا ہے یعنی غلام قائم بکتاب اللہ و سنت رسول خود بخود بتوفیق المتفرد امام بن جائے یا لوگ بنائیں یا پہلا امام بنائے بہرحال اس کی سننی اور اتباع کرنی ہوگی۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ غیر قریش امام وقت کے بنانے سے نائب خلیفہ ہوسکتا ہے اور مستقل خلیفہ نہیں ہوسکتا تو یہ اُن کی نافہمی کا نتیجہ ہے ورنہ قرآن حدیث میں جس شخص کی نظر وسیع ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ غیر قریش قائم بالدین براہ مستقل خلیفہ ہوسکتا ہے اور غور کرنے سے اس کے نظائر و امثلہ کتاب و سنت میں بکثرت ملیں گے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی فرماتے ہیں وَلَوْ اَدْرَکْتُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ ثُمَّ وَلَّیْتُہٗ ثُمَّ قَدِمْتُ عَلٰی رَبِّیْ فَقَالَ لِیْ مَنِ اسْتَخْلَفْتَ عَلٰی اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ لَقُلْتُ سَمِعْتُ عَبْدَکَ وَنَبِیَّکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَاْتِیْ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بَیْنَ الْعُلَمَاءِ رَتْوَۃً رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ حِبَّانَ وَابْنُ عَسَاکِرَ کَذَا فِیْ رَحْمَۃِ الْمُھْدَاۃِ وَکَنْزِ الْعُمَّالِ یعنی اگر میں معاذ بن جبل کو پاتا تو اس کو خلیفہ کرتا پھر میں خدا تعالیٰ کے پاس جاتا اور اللہ تعالیٰ مجھ سے دریافت کرتا کہ تو نے کس شخص کو امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خلیفہ مقرر کیا تو میں جواب دیتا کہ میں نے تیرے بندہ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ قیامت کے روز معاذ رضی تمام علماء کا امام ہوگا۔ آگے آگے یہ ہوگا اور پیچھے اس کے تمام علماء ہونگے تو اس لئے جب قیامت کو یہ امام العلماء ہوگا تو میں نے

یہاں دنیا میں بھی اس کو امت محمدیہ پر امام کر دیا۔

اس حدیث سے صریح طور سے ثابت ہوا کہ غیر قریش خلیفہ مستقل ہو سکتا ہے کیونکہ معاذ بن جبل انصار کے قبیلہ خزرج میں سے ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ تمنا تھی کہ میں اسے مستقل خلیفہ کر جاتا۔ اور اگر اس حدیث سے نائب خلیفہ سمجھا جائے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا لایعنی ہے کہ میں اسے خلیفہ کرتا کیونکہ خلیفہ غیر مستقل تو عہد نبوی و خلافت صدیقی سے ہے اور خلافت فاروقی میں بھی بدستور خلیفہ رہا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا کہ میں اسے خلیفہ کر جاتا چہ معنی دارد۔

نیز عمر فاروق رضی اللہ عنہ [illegible] کو امر خلافت سونپتے ہوئے فرماتے ہیں لَوْ اَدْرَكَنِیْ اَحَدُ رَجُلَیْنِ ثُمَّ جَعَلْتُ هٰذَا الْاَمْرَ اِلَیْهِ وَلَوْ ثَقِفْتُ بِهٖ سَالِمٌ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَةَ وَاَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ فِیْ مُسْتَدْرَكِهٖ كَذَا فِیْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ وَكَنْزِ الْعُمَّالِ یعنی اگر سالم مولیٰ ابو حذیفہ اور ابو عبیدہ بن جراح میں سے ایک بھی موجود ہوتا تو میں اس امر خلافت کو قطعی طور پر اس کے سپرد کر دیتا یعنی اسے خلیفہ کر جاتا۔

پس اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ غیر قریش بلکہ غلام بھی مستقل خلیفہ ہو سکتا ہے کیونکہ سالم ابو حذیفہ رض کا غلام ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اسے خلیفہ کر جاتا۔

نیز صحابہ کرام نے جب آپ کے غلام زید بن حارثہ کے بیٹے اسامہ بن زید کی امارت پر طعن کیا تو آپ اسامہ بن زید کی امارت سے طعن کو دفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہلے تم اس کے باپ کی امارت پر بھی طعن کر چکے ہو حالانکہ وہ لائق امارت تھا اَیْمُ اللهِ اِنْ كَانَ لَخَلِیْقًا لِلْاِمَارَةِ

دیگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو خطباء انصار نے دربارہ تقرری امام یہ رائے پیش کی اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا بَعَثَ رَجُلًا مِّنْكُمْ قَرَنَهٗ بِرَجُلٍ مِّنَّا فَنَحْنُ نَرٰی اَنْ یَّلِیَ هٰذَا الْاَمْرَ رَجُلَانِ رَجُلٌ مِّنْكُمْ وَرَجُلٌ مِّنَّا الخ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ جب کبھی آپ تم مہاجرین میں سے کسی آدمی کو بھیجتے تو ضرور اس کے ساتھ ہم انصار میں سے بھی ایک شخص کو ساتھ کرتے لہٰذا ہماری رائے دربارہ تقرری امیر یہ ہے کہ دو امیر ہونے چاہئیں ایک تم مہاجرین میں سے اور ایک ہم انصار میں سے

اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَیْشٍ۔ اَلْخِلَافَةُ فِیْ قُرَیْشٍ وغیرہ روایات کے ہوتے ہوئے پھر انصار کا دربارہ تقرری امام کے یہ معارضہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا بَعَثَ رَجُلًا مِّنْكُمْ قَرَنَهٗ بِرَجُلٍ مِّنَّا پیش کرتے ہوئے یہ رائے رَجُلٌ مِّنْكُمْ وَرَجُلٌ مِّنَّا ظاہر کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معاذ بن جبل اور سالم مولیٰ ابو حذیفہ وغیرہ کے خلیفہ کرنے کی تمنا اور زید بن حارثہ غلام کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلفیہ فرمانا کہ وہ لائق امارت ہے وغیرہ دلیل صاف اس بات پہ دال ہیں کہ علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رض

بھی جانتے تھے کہ امر خلافت قریش پر منحصر نہیں ہے۔ نیز احکام الٰہیہ کی تبلیغ کسی ذات پر منحصر نہیں ہے اور نہ محض ذات بڑی ہونے سے آدمی میں کچھ بڑائی اور شرافت آ جاتی ہے۔ ذاتیں تو صرف شناخت اور تعارف کے لئے بنی ہیں جیسا کہ قرآن مجید باواز بلند پکار رہا ہے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا الآیۃ

جواب (۵۰) اگر لوگ اپنے ماکل و مشرب و ملبس اور دنیوی کاروبار میں ایسے مشغول ہوئے ہیں کہ موت جاہلیت کے خاتمہ سے وہ تغافل و تجاہل کر رہے ہیں۔ [illegible] ابھی مسکر بولی ہے کہ اگر صاف [illegible] بھی ان کو پکارا جائے مَنْ مَّاتَ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِهٖ بَیْعَةٌ مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً تو وہ خیال کریں کہ کسی غیر کو آواز دے رہا ہوگا۔ شجر غفلت کے ایسے ظل عمیق میں جلوہ گر ہیں کہ رسول کے فرمان کی شمس اَنْ لَّا یَنَامَ نَوْمًا فَلَا یُصْبِحُ صُبْحًا اِلَّا وَعَلَیْهِ اِمَامٌ کی شعاعیں ان کے اجسام تک نہیں پہنچتی ہیں۔ جب شہوات وتلبسات ان کے قلوب میں ایسی مشروب ہے کہ اگر پیشوائے عالم بھی ان سے آ کہتے فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا تو کچھ پرواہ نہیں ہے۔ [illegible] سے خارج ہیں کہ اگر اکرم الاولین والآخرین ان کی خیر خواہی کرے کہ اس شہر میں امن نہیں ہے تو انہیں کچھ خوف نہیں فَاِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمْ بَلَدًا لَیْسَ فِیْهِ سُلْطَانٌ فَلَا یُقِیْمَنَّ بِهٖ تو ایسی صورت میں اللہ رب العالمین بوفق فرمان ایۃ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا الآیۃ کے جس شخص کو توفیق و شوق و حوصلہ بخشے وجرأت بلیغ عطا کرے وہ خود بخود دین نبوی کی حقانیت اور اشاعت کے لئے نہ کھانے پینے اور عزت و دبدبہ اور شہرت کے واسطے امام بن جانے اور علی الاعلان بیدھڑک آزادانہ طور پر قرآن مجید اور کتب مشہورہ متقررہ فی الاسلام صحاح ستہ وما وافق بہا کو بیان کرے۔ خواص الناس کے ذہن سے یہ بات نکل کر عوام الناس کے کانوں تک پہنچی ہے کہ سلطنت کفار میں نہ تو امام ہو سکتا ہے نہ تنفیذ احکام ممکن ہے لہٰذا [illegible] دریافت ہے کہ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہوئے ہیں بجز ایک دو کے کونسا پیغمبر ریاست یا اسلامی سلطنت میں مبعوث ہوا ہے۔ کیا آدم و شیث و نوح علیہ السلام اسلامی سلطنت میں آئے یا کفار میں۔ اگر سلطنت کفار میں آئے تو تبلیغ احکام کیونکر کی۔ اور اگر اسلامی سلطنت میں آئے تو پھر جناب باری میں یہ استغاثہ کیسا رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝ رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ۝ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝ وغیر ذلک۔ کیا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا ۝ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا۔ قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا۔ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ابراہیم علیہ السلام سلطنت اسلام میں آئے یا سلطنت کفار میں؟ اگر سلطنت کفار میں آئے

تو ابلاغ احکام کی کیا صورت ہوئی۔ اگر اسلامی سلطنت میں آئے تو پھر ظاہراً اِنِّیْ سَقِیْمٌ ○ کہہ کر دل میں وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ○ کا پختہ کرنا کیسا۔ اور لوگوں کا یہ کہنا اِبْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ○ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ○ حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ○ وغیر ذٰلک چہ معنی دارد کیا وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ○ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ○ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ○ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ○ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ○ موسیٰ علیہ السلام سلطنت کفر میں آئے یا سلطنت اسلام میں۔ اگر سلطنت کفار میں آئے تو انفاذ احکام کا کیا طریقہ اختیار کیا۔ اگر اسلامی سلطنت میں آئے تو پھر رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ○ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ○ کا کہنا کیسا؟ اور صاحب سلطنت کا یہ کہنا اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ○ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○ چہ مقصد دارد؟ اور بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ شکایت اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا کیوں کی۔ علیٰ ہذا القیاس عیسیٰ علیہ السلام کیا خاتم النبیین رحمۃ للعالمین اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ○ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ○ سلطنت کفار یا سلطنت اسلام میں مبعوث ہوئے۔ اگر سلطنت کفار میں مرسل ہوئے تو تنفیذ احکام کا کیا ڈھنگ اختیار کیا؟ اور اگر سلطنت اسلام میں آئے تو پھر مجاورین بیت اللہ آپ کو بیت اللہ میں نماز کیوں نہیں پڑھنے دیتے۔ کبھی تو گلے میں کپڑا ڈال کر نکال دیتے ہیں اور کبھی اونٹ کی اوجھڑی لے کر حالتِ سجدہ میں آپ پر ڈال کر خوب مضحکہ اڑاتے ہیں اور کبھی آپ کو مار مار کر خون سے رنگ دیتے ہیں اور کبھی آپ کیلئے یہ شوریٰ ہوتا ہے کہ اس پر کوئی مقدمہ ثابت کر کے جیل خانہ پہنچا دو یا شہر بدر یعنی شہر سے نکالو یا مار ڈالو۔ آپ نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو تقریباً اسی آدمیوں پر امام بنا کر ملک حبشہ میں بادشاہ نجاشی کے پاس کیوں بھیجا۔ کئی روز آپ غار میں غائب کیوں رہے۔ مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کیوں پہنچے وغیرہ ذٰلک۔

پس علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے صرف اولوالعزم پیغمبروں کے واقعات و حالات پر ہی نظر ڈالتے ہوئے صاف کالقمر لیلۃ البدر دکھائی دیتا ہے کہ کوئی نبی بسیاست یا اسلامی سلطنت میں مبعوث نہیں ہوا ہے بلکہ اشد از اشد سلطنت کفار میں آکر تنفیذ احکام کرتے رہے ہیں۔ اور یہ بدیہی ظاہر و باہر بات ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام بسیاست یا اسلامی سلطنت میں نہیں آئے تو نائب نبی کے لئے کیوں کر یہ شرط ہو کہ وہ بسیاست اسلامی سلطنت

ہی میں ہو۔ نیز نبوت اصل ہے اور خلافت فرع۔ جب اصل کے لئے سیاست یا اسلامی سلطنت کا ہونا ضروری نہیں ہے تو فرع کے واسطے کیسے شرط ہو گیا اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ○

باقی یہ معارضہ پیش کرنا کہ سلطنت کفار میں تنفیذ احکام کی کیا صورت ہوگی تو میں اسکے متعلق ملتمس ہوں کہ اسکا وہی قدیم طریقہ انبیائی از اول تا آخر اختیار کیا جائے کیونکہ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ خلافت نبوت کے طریقہ پر ہوتی ہے۔ کیا آپ عالم دنیا میں نہیں رہتے یا موجودہ سلطنت میں آپ کوئی ایسی قوم محسوس نہیں کرتے جو ان کے آپس کے تنازعات و فیصلہ جات وغیرہ امورات مذہبیہ ان کے چودھریوں پر پیش ہو کر فیصل ہوتے ہیں۔ آپ لوگ امور شرعیہ اپنے امام شرعی کے ماتحت ہو کر بجا لائیں تو کیا شریعتِ محمدیہ حاکم کی خیر خواہی کا سبق نہیں دیتی۔ آپ اپنے تنازعات و مقدمات کے فیصلہ جات اپنے امام شرعی کے پاس کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق چاہیں تو کیا شریعتِ بیضا حکام اور رعایا کے باہمی تعلقات کی حفاظت کرنے کا حکم نہیں کرتی۔ عید جمعہ ایک جگہ امام یا نائب امام کے پیچھے پڑھا جائے تو کیا حاکم کی طرف سے حفظِ امن کے لئے پولیس نہیں آئے گی۔ قبر پرستی اور پیر پرستی میں جو ایک عظیم اشرف المخلوقات غرق ہو رہا ہے کیا اسکا مٹنا سلطنت کے لئے مفید نہیں۔ نام کے مسلمان مشرک بدعتی جو درحقیقت مشرکین کفار سے بھی بدتر ہیں کیا ان سے بائیکاٹ کرنے سے سلطنت مانع ہوگی۔ نام کے کلمہ گو جو نماز، روزہ، اور حج زکوٰۃ کی پابندی نہیں کرتے کیا ان کو برادری سے الگ کر دینے سے ڈپٹی کمشنر صاحب مانع ہونگے یا بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ کے تارک کا جنازہ نہیں پڑھیں گے تو کیا پولیس آکر تفتیش کرے گی۔ صدقۃ الفطر و زکوٰۃ اموال امام شرعی کو ادا کریں گے تو کیا تحصیلدار سمن جاری کرے گا؟ بیٹا بیٹی کا لینا دینا اپنی برادری مشرکہ کو چھوڑ کر اخوتِ اسلامی میں کریں تو کیا قانونِ بادشاہی کے خلاف ہوگا۔ کل صدقات امام شرعی کو ادا کئے جائیں اور وہ بقاعدہ متعلمین و معلمین و مبلغین وغیرہ کی تنخواہیں مقرر کرکے ان کو عوام الناس کی خوشامد سے مستغنی کرے تاکہ وہ بلا کسی لالچ و طمع کے کتاب اللہ و کتب رسول اللہ صحاح ستہ مشہورہ مقررہ فی الاسلام وما وافق بہا کو صفحۂ ارض پر رائج کردیں اور باقی کتب شیطانی کی تعلیم سے طبقۂ زمین کو پاک کریں تو کیا والئ سلطنت اس سے ناخوش ہونگے۔ صاحب سلطنت سے دیگر امور شرعیہ کی اقامت کے لئے اجازت لیجائے تو کیا ہم سلطنت کے خیر خواہ نہیں کہلائیں گے؟ نہیں ضرور کہلوائیں گے مگر اصل بات یہ ہے نہ ہمارے میں ہمت ہے اور نہ اطاعت ورنہ سب کچھ ہو سکتا ہے كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى اَحَدٍ مِّنْكُمْ۔ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ○ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ○

جواب (۵۸) بغیر سردار و امام کے جماعت جماعت کا حکم نہیں رکھتی ہے جیسا کہ جماعت صلوٰۃ بغیر امام کے جماعت کا حکم نہیں رکھتی۔ سنن دارمی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی سے مروی ہے لَا إِسْلَامَ إِلَّا بِجَمَاعَةٍ وَلَا جَمَاعَةَ إِلَّا بِإِمَارَةٍ وَلَا إِمَارَةَ إِلَّا بِطَاعَةٍ یعنی بُنِیَ الْإِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ توحید اتباع سنت صوم، صلوٰۃ، حج، زکوٰۃ وغیرہ امور شرعیہ بغیر جماعت کے معتبر نہیں ہیں۔ اور جس جماعت کا سردار نہ ہو وہ جماعت ہی نہیں ہے۔ اور جب تک سردار کی اطاعت نہ کی جائے تو سردار کو ماننا ہی نہیں ہے۔

پس اس حدیث سے تین باتیں ثابت ہوئیں۔ اول بغیر جماعت کے اسلام معتبر نہیں۔ دوم بغیر امام کے جماعت نہیں۔ سوم بغیر اطاعت کے امیر کا ماننا نہیں ہے۔ گو یہ حدیث موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے کیونکہ لَا یَخْفٰی عَلٰی مَنْ لَہٗ حَظٌّ مِنْ حَدِیْثِ النَّبَوِیِّ۔ جماعت کا امام سے ایسا تعلق ہے جیسا کہ جسم کو سر سے۔ جب سر نہیں تو باقی دھڑ بیکار ہے یا جیسا چھکڑوں کو انجن سے لگاؤ ہے کہ بغیر انجن کے تمام گاڑی کے چھکڑے نکمے ہیں۔ پس بغیر امام کے جماعت مانند دھڑ بے سر کے ہے یا مانند چھکڑوں کے بغیر انجن کے ہے یا یوں سمجھئے کہ برات بے دولہا کے ہے۔ نیز کوئی سلطنت بغیر بادشاہ کے، کوئی ریاست بغیر راجہ یا نواب کے، کوئی صوبہ و نوابی بغیر حاکم کے، کوئی تحصیل بغیر تحصیلدار کے، کوئی تھانہ بغیر تھانیدار کے کوئی موضع بغیر نمبردار یا منڈل کے کوئی دکان و کارخانہ بغیر کارخانہ دار کے کوئی مدرسہ بغیر مدرس کے کوئی جلسہ بغیر صدر کے کوئی گھر بغیر سربراہ کے کوئی ریوڑ بے چرواہے کے، غرض کہ کوئی ایسی چیز دیکھنے یا سننے میں نہیں آتی ہے کہ جس کا کوئی سردار یا متولی نہ ہو اور وہ اس کے ماتحت نہ ہو۔ ہاں البتہ وہ ریوڑ بے چرواہے کے دکھائی دیتا ہے کہ جس کے شکار کے لئے بھیڑیا ہر وقت گھات لگائے ہوئے ہے کہ کوئی بھیڑ بکری ریوڑ میں سے دائیں بائیں ہو اور میں اسے ہضم کروں اِنَّ الشَّیْطٰنَ ذِئْبُ الْإِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ الحدیث۔ لیکن پھر تعجب آتا ہے کہ وہ ریوڑ بے چرواہے کے کامیاب بھی ہے اور تمام کاروبار اس کے بغیر ماتحتی کسی امام و سردار کے انجام ہوتے ہیں اے فرقہ تاجیہ اے جماعت اہلحدیث کیوں شیطان لعین کو خوش کرتے ہو۔ ضد و نفسانیت کو چھوڑ دو اور ایک کے ماتحت ہو کر جہاں تک ہو سکے دین نبوی کی خدمت کرو۔ یہ شتر بے مہار کے رہنا ایمان والے کی شان سے بعید ہے بلکہ مومن تو کالجمل الْأَنِفِ حَیْثُمَا قِیْدَ انْقَادَ یعنی مانند اونٹ نکیل والے کے ہے جدھر لیجاؤ کھنچا چلا آتا ہے۔ آخر یہ دنیا فانی ہے۔ ایک روز یہ عزیز حکم ہر ایک مامور سے امیر کے حقوق اور امیر سے مامور کے حقوق پوچھنے والا ہے جسکی زیادتی ہوگی عدالت عالیہ میں وہی پکڑا جائے گا اس کو جواب دہی پر مجبور کیا جائے گا احکم الحاکمین کے سامنے جانا ہے وہ علیم و خبیر

فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ فَقَدْ فَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَلَكِنْ أَتَوَلَّ مَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَنْتَ لَهُ اسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ؛

وھا انا الذلیل ابو الخلیل عبد الجلیل الاسلاموی الفنجابی احد تلامذ الامام القائد بالکتاب والسنۃ ابی محمد عبد الوھاب المہاجری الملتانی ثم الدھلوی رضی اللہ عنا وعنہ

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ شوال ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۲۴ء جلد ۳ نمبر ۱)

سوال (۵۹) زید نے غصہ میں اپنی منکوحہ کو طلاق دیدی۔ بعدہ ہوش و حواس جب اس کو آئے تو اپنی اس حرکت بیجا پر نادم و پشیمان ہے اور اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہے۔ اب شرع محمدی کی رو سے اس کو بغیر حلالہ کے اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے یا نہیں ایک خادم

جواب (۵۹) واضح ہو کہ شرع محمدی میں جو طلاق حالت غصہ و غضب میں دی جائے اس کا کوئی اعتبار نہیں وہ لغو ہے لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِي إِغْلَاقٍ رواہ أَبُو دَاوُدَ وَالْإِغْلَاقُ أَظُنُّهُ فِي الْغَضَبِ (ابوداؤد) وَكَذَا فَسَّرَهُ أَحْمَدُ أَيْضًا عون ۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حالت غصہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیدے یا اپنے غلام کو آزاد کر دے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں یعنی طلاق نہیں پڑتی اور نہ غلام آزاد ہو سکتا ہے مَنْ شَاءَ الْبَسْطَ فَلْيُطَالِعْ (زاد المعاد فی ہدی خیر العباد)

الغرض وہ دونوں میاں بیوی ہیں جس طرح پہلے رہتے سہتے تھے اسی طرح آباد ہوں۔ حلالہ کرنے کرانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ حلالہ کرنا کرانا اللہ و رسول نے حرام کیا ہے۔ اور حلالہ کرنے اور کرلینے والے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے جیسا کہ کتب احادیث میں مرقوم ہے جو حلالہ کرواتے ہیں وہ شریعت محمدیہ سے غافل ہیں واللہ اعلم۔ مفتی فتوے کی غلطی پر صاحب اطلاع دے سکتے ہیں

ابو یحییٰ عبد اللطیف عفی عنہ

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۴ء جلد ۳ نمبر ۱۱)

سوال (۶۰) کیا مدرک رکوع مدرک رکعت ہے؟

جواب (۶۰) ہاں مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔ قبل اس کے کہ میں اپنے مدعا کو بدلائل واضحہ ثابت کروں ایک امر ضروری کا اظہار لازم سمجھتا ہوں وہ یہ کہ جو اصحاب ہم سے اس امر میں مختلف رائے ہیں اور اس بارہ میں ہم کو خطا پر سمجھتے ہیں ان کی خدمت میں بادب ملتمس ہوں کہ میرے اس جواب کو اول سے آخر تک بنظر انصاف و غور و فکر سے دیکھیں اور بعد میں اگر مجھ کو خطا پر پائیں تو مجھ کو اس سے آگاہ کریں اور میرے مانند بدلائل رکوع ملنے کی صورت میں رکعت نہ ہونے کا ثبوت دیں۔ اور اگر کوئی حدیث اس کے خلاف بالفاظ صریحہ نہ پائیں تو براہ مہربانی اس مسئلہ کو مان لیں اور عمل کریں کرائیں وباللہ التوفیق وھو خیر الرفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق۔

آپ اصحاب اس امر سے تو بخوبی واقف ہیں کہ سورۂ فاتحہ ہر ایک مقتدی و منفرد و امام پر واجب ہے اور اس کے ترک سے بالکل نماز نہیں ہوتی چنانچہ اس امر کے دلائل بھی بہت قوی اور کثرت سے ہیں لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ سے بھی سورہ فاتحہ کی فرضیت ظاہر ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ لیکن آگے چل کر دو فرقے ہو گئے ہیں کہ جس وقت امام قیام سے فراغت پا کر رکوع میں چلا گیا ہو اس وقت بھی رکعت شمار کی جاوے گی یا نہیں؟

فریق اول نے قیام و فاتحہ کو ایسا مضبوط پکڑا ہے کہ وہ ہر حالت میں ان کی فرضیت کے قائل ہوتے ہوئے مدرکِ رکوع کی رکعت کو شمار نہیں کرتے بلکہ جو احادیث اس بارے میں وارد ہوئی ہیں ان کو ضعیف او منکر وغیرہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں لیکن میں اس امر کا قائل نہیں اور میرا ایمان تو یہ تقاضا نہیں کرتا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو متضاد قرار دے کر دوسرے کو سرے سے اڑا ہی دوں، چنانچہ جو احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) عَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ اَنَّهٗ انْتَهٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يَّصِلَ اِلَی الصَّفِّ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ایک دن دوڑ کر رکوع کرتے ہوئے صف میں جا ملے بعد سلام آپ نے فرمایا کہ اللہ تیری حرص کو زیادہ کرے اور مت لوٹا تو (یعنی نماز کو)

اول یہ امر قابل غور ہے کہ اگر صحابہ کرام مدرک رکوع کو مدرک رکعت نہ جانتے تو پھر دوڑنے کی کیا ضرورت تھی جس سے صریحاً معلوم ہو رہا ہے کہ وہ رکعت کے صحیح ہونے کے قائل تھے چنانچہ اس بات پر یہ امر اور بھی کافی دلیل ہے کہ ابوبکرہ بعد سلام اس رکعت کے اعادہ کو نہیں کھڑے ہوئے پھر بحالت جلسہ یا قومہ یا سجدہ میں کبھی کسی صحابی کا اس طرح کوشش سے داخل ہونا ثابت نہیں کہ جس طرح بحالت رکوع میں دوڑ کر داخل ہونا ثابت ہے بعد ازاں آپ کا فرمان وَلَا تُعِدْ بضم التاء اس امر کو خوب اچھی طرح واضح کر رہا ہے کہ آپ نے ابوبکرہ کو رکعت کے اعادہ کا امر نہیں فرمایا چنانچہ علامہ حافظ محمد اسمٰعیل شارح بلوغ المرام فرماتے ہیں وَلَا تُعِدْ بِضَمِّ الْمُثَنَّاةِ الْفَوْقِيَّةِ مِنَ الْاِعَادَةِ اَیْ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا عَلٰی طَلَبِ الْخَيْرِ وَلَا تُعِدْ صَلٰوتَكَ فَاِنَّهَا صَحِيْحَةٌ یعنی لَا تُعِدْ اعادہ سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو نہ لوٹا کیونکہ وہ صحیح ہے۔ آگے آپ فرماتے ہیں کہ قریب بات یہ ہے کہ لَا تَعُدْ بِفَتْحِ التَّاءِ عود سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پھر دوڑ کر مت آؤ۔ پھر فرماتے ہیں فَاِنَّهٗ لَيْسَ فِی الْكَلَامِ مَا يُشْعِرُ بِفَسَادِ صَلٰوتِهٖ یعنی اس حدیث سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ اس کی رکعت نہیں ہوئی تھی بلکہ آپ کے فرمان زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ سے

یہ بات صاف معلوم ہوئی ہے کہ اس کی رکعت ہو گئی تھی سبل السلام صفحہ ۱۵۱۔ علامہ موصوف کی اس تقریر سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے چنانچہ آپ کا مذہب بھی یہی ہے بلکہ اس مسئلہ کے متعلق آپ نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں اس بات کو نہایت ہی وضاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے۔

(دوسری حدیث) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهَا شَيْئًا وَمَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَالْبَيْهَقِیُّ فِی الْمَعْرِفَةِ وَابْنُ خُزَيْمَةَ فِیْ صَحِيْحِهٖ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت سجدہ کی حالت میں آ کر ملو تو اس وقت اس رکعت کو نہ شمار کرو اور جو کوئی رکوع میں آ کر ملے اس نے نماز پالی۔

لفظ رکعت اکثر رکوع پر بولا جاتا ہے کَمَا لَا يَخْفٰی عَلَی الْمَاهِرِيْنَ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ اگرچہ اس حدیث کو بوجہ راویوں کے منکر ہونے کے ضعیف کہا گیا ہے جس کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن امام ابوداؤد کا ان ہی راویوں سے اس حدیث کو اپنی کتاب میں لانا اور پھر اس پر آپ کا سکوت بقولِ اَلسُّكُوْتُ مِنَ الرِّضَاءِ اس امر کی کافی دلیل ہے کہ یہ حدیث قابل حجت ہے اور متروک العمل نہیں۔ بعد ازاں اس حدیث پر غیروں کا جرح کرنا بقول مدعی سست گواہ چست بالکل فضول اور بیکار ہے۔

علامہ شارح ابوداؤد فرماتے ہیں کہ سلف اور خلف میں سے جمہور کی ایک بہت بڑی جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔ علیؓ و ابن مسعودؓ و زیدؓ و ابن عمرؓ و معاذؓ و ابو امامہؓ سہل بن حنیف و ابوبکر صدیقؓ یہ سب صحابہ رکوع کی رکعت کو صحیح مانتے تھے مالک و شافعی و ابوحنیفہ و ثوری و اوزاعی و ابوثور و احمد و اسحٰق یہ اس بات کے قائل ہیں باوجودیکہ مالک اور شافعی کے نزدیک مقتدی و منفرد و امام سب پہ سورۂ فاتحہ یکساں فرض ہے۔

(تیسری حدیث) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تلخیص میں فرماتے ہیں کہ میں نے صحیح ابن خزیمہ کا مطالعہ کیا اس میں اس حدیث کو بھی پایا جس کو امام ابن خزیمہ نے اس باب کے تحت میں درج کیا ہے بَابُ ذِكْرِ الْوَقْتِ الَّذِیْ يَكُوْنُ فِيْهِ الْمَاْمُوْمُ مُدْرِكًا لِلرَّكْعَةِ اِذَا رَكَعَ اِمَامُهٗ قَبْلُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مَعَ الْاِمَامِ قَبْلَ اَنْ يُّقِيْمَ صُلْبَهٗ فَقَدْ اَدْرَكَهَا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی امام کے سر اٹھانے سے پہلے پہلے رکوع میں آ ملے اس کی رکعت ہو گئی۔

امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس کے بہت سے طرق ذکر کرکے صحیح کہا ہے۔

حضرت امام شوکانی رحمہ اپنے فتاوے میں تحدید فرماتے ہیں کہ جان تو کہ جس وقت کوئی آدمی آوے اور وہ امام کو جس حالت میں پاوے اسی حالت میں امام کے ساتھ مل جاوے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ پس اگر کوئی آدمی امام کو رکوع کی حالت میں پاوے اور وہ سورہ فاتحہ پڑھنی شروع کردے تو وہ اس حدیث کا خلاف کررہا ہے کیونکہ اس میں تو امام کی متابعت لازمی قرار دی گئی ہے۔ پس اگر کوئی آدمی رکوع میں آکر ملے تو اس کی رکعت ہو جاوے گی کیونکہ یہ بات حدیث سے ثابت ہوچکی ہے کہ جو رکوع میں امام کے سر اٹھانے سے پہلے آملے گا اس کی رکعت ہو جاوے گی۔ پھر فرماتے ہیں نَعَمْ ثَبَتَ بِہٰذَا اَنَّ مِثْلَ ہٰذِہِ الْحَالَۃِ مُخَصَّصَۃٌ مِنْ عُمُوْمِ اِیْجَابِ قِرَاءَۃِ الْفَاتِحَۃِ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ یعنی وجوب قرأۃ فاتحہ کے عموم سے یہ بات مخصوص ہے کہ اگر رکوع میں ملے گا تو سورہ فاتحہ کی فرضیت اٹھ جاوے گی۔ پھر فرماتے ہیں وَاِنَّ الْمُرَادَ اِدْرَاکُ الْکَامِلِ اس سے مراد ادراک کامل ہے یعنی اس نے پوری رکعت پائی ہے۔ اس میں کچھ کمی نہیں ہے۔

آگے پھر وضاحت کرتے ہیں فَاِنَّ ظَاہِرَہٗ بَلْ صَرِیْحَہٗ اَنَّ الْمُؤْتَمَّ اِذَا وَصَلَ وَالْاِمَامُ رَاکِعٌ وَکَبَّرَ وَرَکَعَ قَبْلَ اَنْ یُّقِیْمَ صُلْبَہٗ فَقَدْ صَارَ مُدْرِکًا لِتِلْکَ الرَّکْعَۃِ وَاِنْ لَّمْ یَقْرَأْ حَرْفًا مِّنْ حُرُوْفِ الْفَاتِحَۃِ یعنی حدیث مذکورہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے اگرچہ اس نے سورہ فاتحہ کا ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو (نیل الاوطار وعون المعبود)

(چوتھی حدیث) عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ مَنْ اَدْرَکَ الرُّکُوْعَ مِنَ الرَّکْعَۃِ الْاَخِیْرَۃِ فِیْ صَلٰوۃِ الْجُمُعَۃِ فَلْیُضِفْ اِلَیْہِ اُخْرٰی رَوَاہُ الدَّارُقُطْنِیْ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس آدمی نے جمعہ کے دن دوسری رکعت کا رکوع پالیا وہ ایک رکعت اور پڑھ لے۔

اگرچہ اس حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے جو ہمیں بھی مسلم ہے مگر ہم اس کو احتجاجاً پیش نہیں کرتے بلکہ استشہاداً پیش کر رہے ہیں ہمارے مخالفین کے پاس تو سوائے اجتہاد کے بالفاظ صریحہ کچھ بھی پونجی نہیں۔ مولانا حمید اللہ صاحب مصنف احادیث التقلید نے اس حدیث کو قابل حجت مانا ہے دیکھو خطبات التوحید۔

(پانچویں حدیث) اَخْرَجَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَالطَّحَاوِیُّ مِنْ طَرِیْقِ سُفْیَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ زَیْدِ ابْنِ وَہْبٍ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ فَاَدْرَکْنَا الْاِمَامَ وَہُوَ رَاکِعٌ فَرَکَعْنَا ثُمَّ مَشَیْنَا حَتّٰی اسْتَوَیْنَا بِالصَّفِّ فَلَمَّا قَضَی الْاِمَامُ الصَّلٰوۃَ قُمْتُ لِاَقْضِیَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ قَدْ اَدْرَکْتَ الصَّلٰوۃَ زید بن وہب کہتے ہیں کہ ایک دن میں اور عبد اللہ بن مسعود رضی مسجد میں نماز کو گئے۔ امام رکوع کی حالت میں تھا۔ ہم بھی رکوع میں شامل ہوگئے بعد

سلام میں اس رکعت کو پڑھنے کے واسطے کھڑا ہوا تو عبد اللہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا اور فرمایا کہ تیری رکعت ہوگئی۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوگیا کہ صحابہ کرام مدرکِ رکوع کو مدرکِ رکعت جانتے تھے۔

(چھٹی حدیث) امام بیہقی نے اپنی کتاب معرفت میں یہ باب منعقد کیا ہے بَابُ اِذَا اَدْرَکَ الْاِمَامَ رَاکِعًا باب ہے اُس وقت جب پاوے امام کو رکوع کی حالت میں۔ آگے فرماتے ہیں قَالَ الشَّافِعِیُّ بِاِسْنَادِہٖ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْاِمَامُ رَاکِعٌ فَرَکَعَ ثُمَّ دَبَّ رَاکِعًا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور امام رکوع میں تھا پس آپ نے بھی رکوع کیا اور اس رکعت کو شمار کیا کَمَا مَرَّ فِیْ حَدِیْثٍ اٰخَرَ قَالَ الشَّافِعِیُّ وَہٰکَذَا نَقُوْلُ وَقَدْ فَعَلَ ہٰذَا زَیْدُ ابْنُ ثَابِتٍ یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا بھی یہی مذہب ہے۔ اور یہی زید بن ثابت نے کیا۔ پھر امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ عبد اللہ بن مسعود اور زید بن ثابت و ابی امامہ سہل بن حنیف و ابوبکر صدیق و عبد اللہ بن زبیر ان تمام صحابہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ مدرکِ رکوع مدرک رکعت ہے۔

(ساتویں حدیث) اَخْرَجَ مَالِکٌ فِی الْمُؤَطَّا اَنَّہٗ بَلَغَہٗ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ وَزَیْدَ ابْنَ ثَابِتٍ کَانَا یَقُوْلَانِ مَنْ اَدْرَکَ الرَّکْعَۃَ فَقَدْ اَدْرَکَ السَّجْدَۃَ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عبد اللہ بن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما مدرکِ رکوع کو مدرکِ رکعت جانتے تھے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم کا یہی مذہب ہے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے۔

الحمد للہ کہ احادیث نبویہ واقوال صحابہ واسلاف امت سے یہ بات بخوبی ثابت ہوچکی کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت ہے لیکن جو لوگ کہ اس کے قائل نہیں ہیں ان کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ سورہ فاتحہ اور قیام فرض ہے اور رکوع کی حالت میں یہ دونوں فرض ترک ہوگئے لہٰذا رکعت نہ ہوئی۔

اس کا جواب وہی ہے جو کہ علامہ شوکانی دے چکے ہیں کہ یہ وجوب قرأت فاتحہ کے عموم سے مخصوص ہے یعنی قرأۃ فاتحہ اور قیام اس وقت تک فرض ہے جب تک امام رکوع میں نہ گیا ہو۔ اور جس وقت امام رکوع میں چلا گیا اس وقت یہ دونوں چیزیں فرض نہیں جیسے کہ ظہر کی چار رکعت اس وقت تک فرض ہیں جب تک آدمی حضر میں ہو اور اگر سفر میں ہو تو دو رکعتوں کی فرضیت اٹھ گئی۔

ے رفقۃ المہتدات میں ہے اَخَذَ بِیَدِیْ عَبْدُ اللّٰہِ فَاَجْلَسَنِیْ الخ یعنی عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بٹھا دیا ۱۲۔ ایڈیٹر

اب میں اپنے مضمون کو بخوف طوالت علامہ شوکانی ہی کے قول پر ختم کرتا ہوں۔ آپ آخر میں فرماتے ہیں وَفِیْ هٰذَا الْمِقْدَارِ الَّذِیْ ذَکَرْنَاہُ کِفَایَۃٌ فَاشْدُدْ یَدَیْکَ وَدَعْ عَنْکَ مَا قَدْ وَقَعَ فِیْ هٰذَا الْمَبْحَثِ مِنَ الْخَبْطِ وَالْخَلْطِ وَالتَّرَدُّدِ وَالتَّشَکُّکِ وَالْوَسْوَسَۃِ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ یعنی اس مسئلہ میں جو کچھ ہم اوپر ذکر کر گئے ہیں بس یہی تجھ کو کافی وافی ہے اسکو مضبوط پکڑ لے اور جو بھی اس مبحث میں خبط اور خلط اور شک و شبہ واقع ہوا ان سب کو چھوڑ دے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

نوٹ یہ مضمون نہ کسی کی تردید میں ہے اور نہ کسی کی دل آزاری مقصود ہے فقط احقاق حق منظور ہے لہٰذا اگر کوئی صاحب اس کی تردید کرنا چاہیں تو پہلے وہ چند امور کا ضرور لحاظ رکھیں اول یہ کہ ہم کو نمبروار ایک دو حدیث ہی ایسی بتائیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف یہ الفاظ موجود ہوں کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ فرضیتِ فاتحہ وقیام سے اس مسئلہ کی تردید نہ کریں کیونکہ علامہ شوکانی پہلے ہی اس کا جواب دے چکے ہیں ہاں اگر جواب میں کچھ غلطی ہو تو اس سے ہم کو متنبہ کر سکتے ہیں فقط

راقم عاجز داؤد میواتی مدرسہ اشاعۃ الکتاب والسنہ۔ موضع سوکھپوری
ڈاک خانہ تینبہ ضلع گوڑگانوہ (میوات)

سوال (۶۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں اللہ پاک و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے کہ ایک شخص نے اپنی دختر بالغہ کا نکاح کر دیا ہے لیکن اس کے خاوند کے گھر رخصت نہیں کرتا اور حیلہ بہانہ کی باتیں کرتا ہے اس حالت میں اس کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے۔ اب اگر وہ رخصت نہ کرے اور اس کا خاوند طلاق دے تو کتنا مہر دینا ہوگا۔ دو سو پچاس روپیہ کا عند الطلب مہر مقرر ہوا ہے۔ فقط بینوا و توجروا

سائل حافظ اللہ بخش از اگر دھنڈی لوہا محلہ

جواب (۶۱) صورتِ مسطورہ بالا میں واضح ہو کہ والیان لڑکی کو چاہیئے اپنی دختر کو خاوند کے گھر رخصت کر دیں۔ ہاں اگر خاوند بے نماز ہو یا دیگر افعال شرکیہ کرتا ہو تب ان کا نکاح ہی نہیں ہوا اور اگر کوئی اور نقص شرعی اس کے اندر ہو تو بھی اسکا تدارک کیا جائے اور ان ہر دو نقص کے ہوتے ہوئے لڑکی رخصت نہ کرنا بجا ہے۔ اور اگر اس میں کوئی نقص شرعی نہیں ہے تو پھر رخصت نہ کرنے کی کیا وجہ۔ نہ بے کہ لڑکی کے ورثاء طلاق ہی دلوانا چاہتے ہیں خواہ کوئی نقص ہو یا نہ ہو تو یہ صورت خلع کی ہے اور بصورت خلع خاوند پر مہر وغیرہ کچھ نہیں آتا۔ ہاں اگر خاوند بخوشی طلاق دے تو والیان لڑکی کے اصرار کرنے پر بوالبتہ بدلیل آیت فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ کے نصف مہر یعنی ایک سو پچیس روپے خاوند کے ذمہ ہیں فقط ہذا ما عندی واللہ اعلم

سوال (۶۲) کیا قنوت میں اِهْدِنِیْ پڑھنا مکروہ ہے؟

جواب (۶۲) قنوت میں اِهْدِنِیْ پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ صفحہ ۱۳ میں مولانا ابوالقاسم صاحب بنارسی کا قنوت میں امام کے لئے اِهْدِنِیْ بلفظ مفرد پڑھنا مکروہ بلکہ ممنوع بتانا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی توہین اور جرأت عظیمہ سے سنت نبوی کو بنظر کراہیت دیکھنا ہے۔ جناب شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بحالتِ امام جماعت قنوت میں اِهْدِنِیْ بلفظ مفرد پڑھا جیسا کہ مولانا عبد الوہاب صاحب محدث دہلوی کا فتویٰ ہدایۃ النبی میں، مولانا عبد الجلیل صاحب سامرودی کا تعلیم الدین میں لکھا ہوا ہے۔ اب نبوی فتویٰ ملاحظہ کیجئے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ فِیْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ فِی الرَّکْعَۃِ الثَّانِیَۃِ رَفَعَ یَدَیْهِ فَیَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ الخ (مستدرک حاکم، کذا فی التلخیص جلد ۱ صفحہ ۹۵) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں بحالتِ امام اِهْدِنِیْ اور عَافِنِیْ اور تَوَلَّنِیْ اور بَارِکْ لِیْ اور قِنِیْ بلفظ مفرد بغیر لفظ جمع کے پڑھتے تھے۔

اس شرح، صاف، صریح حدیث کے ہوتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ کا قول پیش کرنا دوسری جرأت عظیمہ ہے۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل (قال اِهْدِنِیْ) پر مکروہ و ممنوع کا دھبہ آتا ہے حالانکہ شانِ رسالت خاص کر احکام الٰہی ان عیوب سے پاک و صاف ہے۔ جو کچھ آپ نے کیا بس اہلحدیث کے لئے وہی سنن الهدیٰ و سواء الطریق الی المطلوب و اسوۂ حسنہ ہے بارشاد خدا تعالیٰ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

نتیجہ آپ کے عمل کے خلاف اِهْدِنَا بلفظ جمع پڑھنا خلافِ سنت ہے۔ پس ان اقوال الرجال سے نبوی تعامل زیادہ قابل قدر و لائق عمل ہے ورنہ اتباع سنت کا دعویٰ غلط فقط

العاجز احمد بن محمد (مرحوم) مفتی اہلحدیث دہلی

سوال (۶۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ مفصلہ ذیل میں کہ زید ساڑھے کے بھیئے میں چار روپے من دھان نقد بیچتا ہے اور تین ماہ کے وعدہ پر ادھار پانچ روپے من آیا۔ یہ ایک روپیہ زائد لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب (۶۳) ہو الملہم للصواب۔ صورت مسطورہ بالا میں واضح و لائح باد کہ زید کا بعد ۳ ماہ یا روز کم و بیش کے یہ ایک روپیہ زائد لینا شرعاً جائز و درست ہے۔ یہ سود و بیاج میں داخل نہیں۔ ہاں البتہ ممنوع و ناجائز جب ہو سکتا ہے کہ جس وقت

خرید و فروخت ہو رہی ہو اور بائع و مشتری کی کوئی بات مقرر نہ ہوئی ہو کہ آیا یہ شے ادھار فروخت ہوئی ہے یا نقد اور اگر ایک بات مقرر ہو گئی یعنی بائع نے کہا کہ میں یہ چیز ادھار پانچ روپے کی فروخت کرتا ہوں اور مشتری نے کہا کہ میں نے یہ چیز پانچ روپے کی ادھار سہ ماہ یا چار ماہ کی میعاد پر خریدی تو بلا شک و شبہ جائز ہے اور یہی معنے حدیث مندرجہ ذیل کے ہیں کہ جب بیع مجمل طور پر ہو تو ممنوع ہے اور جب مفصل و مشرح ہو تو غیر ممنوع یعنی درست ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَةٍ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوْا بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَةٍ اَنْ یَّقُوْلَ الرَّجُلُ اَبِیْعُكَ هٰذَا الثَّوْبَ بِنَقْدٍ بِعَشَرَةٍ وَبِنَسِیْئَةٍ بِعِشْرِیْنَ وَلَا یُفَارِقُهٗ عَلٰی اَحَدِ الْبَیْعَیْنِ فَاِذَا فَارَقَهٗ عَلٰی اَحَدِهِمَا فَلَا بَاْسَ اِذَا كَانَتِ الْعُقْدَةُ عَلٰی وَاحِدٍ مِّنْهُمَا هٰكَذَا فِیْ سُنَنِ التِّرْمِذِیِّ

سوال (٦٤) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اپنے شوہر کے ظلم و ستم کے سبب سے والدین کے گھر ۹۔ دس ماہ سے رہتی ہے۔ اور نو دس ماہ کے درمیان ان دونوں میں لقاء و وصال بھی نہیں ہوا۔ مذکورہ حالت میں نو دس ماہ کے بعد ہندہ نے اپنے شوہر کو مال دیکر خلع کرالیا۔ اس صورت مذکورہ میں ہندہ پر از روئے شرع عدت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل عبد الکریم ضلع مالدہ

جواب (٦٤) ہو الموفق للصواب۔ صورت مسئولہ بالا میں واضح ہو کہ اگر فی الحقیقت ہندہ اور اس کے شوہر کے مابین عرصہ نو دس ماہ سے تفرق و جدائی ہے اور لقاء و وصال نہیں ہوا۔ لیکن اب ہندہ نے اس عرصہ نو دس ماہ کے بعد اپنے شوہر کو مال دیکر خلع کرلیا ہے تو شریعت محمدیہ میں ہندہ کے واسطے کچھ عدت نہیں۔ ہاں اگر ہندہ اور اس کا شوہر یکجا رہتے تھے اور مابین ان کے کسی قسم کی تفرق و جدائی نہ تھی تو البتہ ہندہ کو ایک حیض تک عدت میں بیٹھنا لازم ہے والا فلا چنانچہ حدیث ابن ماجہ کی جو کہ مندرجہ ذیل ہے بتصریح دلالت کر رہی ہے عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ عَنِ الرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ قَالَ قُلْتُ لَهَا حَدِّثِیْنِیْ حَدِیْثَكِ قَالَتِ اخْتَلَعْتُ مِنْ زَوْجِیْ ثُمَّ جِئْتُ عُثْمَانَ فَسَاَلْتُ مَاذَا عَلَیَّ مِنَ الْعِدَّةِ قَالَ لَا عِدَّةَ عَلَیْكِ اِلَّا اَنْ یَّكُوْنَ حَدِیْثَ عَهْدٍ بِكِ فَتَمْكُثِیْنَ عِنْدَهٗ حَتّٰی تَحِیْضِیْنَ حَیْضَةً الْحَدِیْثُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ صفر ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۲۳ء جلد ۳ نمبر ۲)

سوال (٦٥) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک مسماۃ کا نکاح زید سے ہوا۔ زید نکاح کے وقت ارکان اسلام کا پابند تھا۔ بعد کچھ عرصہ کے صوم و صلوۃ کو ترک کر دیا اور شراب خوری و زنا کاری و چوری وغیرہ میں مصروف ہو گیا ہے اور مسماۃ سے کوئی تعلق شرعی و دنیاوی نہیں رکھتا اور مسماۃ روزہ نماز کی پابند ہے قرآن شریف کی تلاوت کرتی ہے۔ اس حالت میں وہ مسماۃ ایسے شخص کے نکاح میں رہ سکتی ہے یا نہیں۔ و نیز کھانے کپڑے کو بھی کچھ خیال نہیں کرتا۔ عرصہ دو سال کا اسی طرح گذر گیا۔ بینوا توجروا

سائل عبد الحمید پارچہ فروش از مقام و پوسٹ مدلو پور ضلع دمکا

جواب (٦٥) صورت مسئولہ میں شرع محمدی مسماۃ مذکورہ بالا کا نکاح زید سے باقسام وجوہ متعددہ کے فسخ کرا دینے کا حکم دیتی ہے۔ وجہ اول تو یہ ہے کہ زید چونکہ صوم و صلوۃ کا تارک ہے اور تارک الصلوۃ وغیرہ عند اللہ و عند الرسول بدلائل واضحہ کافر و مشرک ہے لہذا مسماۃ مذکورہ بالا کا نکاح زید سے فسخ کرا کر کسی دیگر شخص موحد متبع سنت اہلحدیث سے کر دینا چاہیے وجہ ثانی یہ کہ زید نان نفقہ وغیرہ کی بھی خبر گیری نہیں کرتا لہذا بصورت ہذا بھی نکاح فسخ ہو سکتا ہے علی ہذا القیاس لیکن سب سے پہلی وجہ یہ ہے کہ وہ صوم و صلوۃ کا پابند نہیں۔ اور جو صوم و صلوۃ کا پابند نہ ہو وہ بالبداہت مشرک ہے اور مشرکین سے نکاح شادی کرنا شرعاً ممنوع ہے لقولہ تعالیٰ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ الآیۃ رہا یہ کہ زید بوقت نکاح کے تو ارکان اسلام کا پابند تھا لیکن بعد نکاح کے اس نے پابندی چھوڑ دی۔ سو واضح رہے کہ حالت مذکورہ میں زید کا نکاح کسی طرح قائم و دائم نہیں رہ سکتا چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح زمانہ جاہلیت میں عمرو بن عاص کے ہمراہ کیا ہوا تھا۔ بعدہ جب آپ تاج نبوت پہن کر ظہور پذیر ہوئے تو آپ نے عمرو بن عاص کے مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے اپنی دختر زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے گھر روک لیا اور خاوند کے ہاں روانہ نہیں کیا پھر جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے تب آپ نے اپنی دختر کا رجوع کر دیا۔ اسی طرح اگر اب بھی زید اپنے افعال قبیحہ سے تائب ہو کر صوم و صلوۃ کا بموافق شریعت محمدی کے پابند ہو جائے تو بلا ریب مسماۃ مذکورہ اس کی زوجہ اور زید اس کا خاوند ہے ورنہ آیت قرآنی باواز بلند ندا کر رہی ہے لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ یَحِلُّوْنَ لَهُنَّ یعنی نہ مسماۃ زید کے لئے حلال ہے اور نہ زید مسماۃ کے لئے حلال ہے۔

(مفتی)

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۲۳ء جلد ۳ نمبر ۳)

ایک اشد ضروری اور اہم سوال

سوال (٦٦) از تمامی اہلحدیث علمائے کرام عموماً و مولانا مولوی عبد الوہاب صاحب

مدظلہ صدر بازار دہلی خصوصاً یہ کیا وجہ ہے جو اہلحدیث علماء کرام حدیث شریف مندرجہ ذیل پر عمل پیرا نظر نہیں آتے عَنْ عَمَّارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ طُوْلَ صَلٰوۃِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِہٖ مَئِنَّۃٌ مِّنْ فِقْہِہٖ فَاَطِیْلُوا الصَّلٰوۃَ وَاَقْصِرُوا الْخُطْبَۃَ وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ سِحْرًا (رواہ مسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یوں فرما دیں کہ اَطِیْلُوا الصَّلٰوۃَ وَاَقْصِرُوا الْخُطْبَۃَ اور یہ حضرات بزبان حال گویا یوں فرما رہے ہیں اَطِیْلُوا الْخُطْبَۃَ وَاَقْصِرُوا الصَّلٰوۃَ کیا یہ کھلی ہوئی مخالفت از رسول مقبول فداہ ابی وامی نہیں ہے

(محمد بن ولی محمد از رنگون)

جواب (۶۶) صورت مرقومہ بالا میں واضح ہو کہ نماز سے خطبہ لمبا ہونے میں کچھ قباحت شرعی نہیں ہے اور حدیث مذکور میں خطبہ کی کوتاہی کا مقابلہ درازی نماز کے ساتھ نہیں ہے جیساکہ سائل کا خیال ہے بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نماز جمعہ کو لمبا کرو بہ نسبت اور نماز ولں کے اور خطبہ جمعہ کو مختصر کرو بہ نسبت اور خطبوں کے۔ اور اگر حدیث کا وہ مطلب لیا جائے جو سائل نے سمجھا ہے تو اس پر عمل کرنا ہی مشکل ہے۔ نہ خود سائل عمل کر سکتے ہیں نہ اور کوئی کیونکہ نماز میں زیادہ سے زیادہ بیس منٹ صرف ہونگے اور خطبہ میں کم سے کم پندرہ منٹ تو ضروری صرف ہوگا اس سے کم میں بطریق مسنون خطبہ ہونا غیر ممکن ہے اس لئے کہ جب خطیب وہ خطبہ (کہ جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر وعظ کے شروع میں پڑھا کرتے تھے) پڑھے گا اور آیات قرآنی واحادیث نبوی پڑھ کر جیسے کہ طریقہ نبوی تھا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَیُذَکِّرُ النَّاسَ (ابو داؤد) اس کا حاصل مطلب سامعین کی زبان میں ترجمہ کرکے سمجھائیگا تو کیا اتنے کام کے لئے بیس منٹ کافی ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ دوسرے یہ کہ احادیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ میں سورہ ق تلاوت فرمایا کرتے تھے (مسلم) اور یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ خطبہ جمعہ میں سورۃ توبہ کو تلاوت فرمایا (سعید بن منصور وحاکم وصححہ وبیہقی) اور یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں کہ آپکی قراءت اس قدر ترتیل کے ساتھ ہوا کرتی تھی کہ اگر کوئی اس کے حروف کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔ نیز صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ میں سورۃ النحل کو پڑھا اور سجدۂ تلاوت بھی کیا اور پھر دوسرے جمعہ میں اسی سورت کو پڑھا اور سجدۂ تلاوت نہ کیا۔ اور اس موقع پر صحابہ کا بہت بڑا مجمع تھا کسی نے انکار نہ کیا۔ اب اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سورہ ق وسورۃ التوبہ وسورۃ النحل کتنی کتنی لمبی سورتیں ہیں اور ان کی تلاوت بالترتیل کے لئے کس قدر وقت کی ضرورت ہے۔

خلاصہ مرام یہ کہ حسب حال وحسب ضرورت خطیب خطبہ جمعہ میں تطویل وتقصیر کر سکتا ہے۔ ان افراط تفریط سے اجتناب لازم ہے

(مفتی)

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ مطابق نومبر ۱۹۲۳ء جلد ۳ نمبر ۴

سوال (۶۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں اگر کوئی شخص بغیر ٹوپی اوڑھے یعنی ننگے سر نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ (بشیر الدین پٹنہ)

جواب (۶۷) ننگے سر نماز پڑھنا درست ہے صحیح بخاری ومسلم وغیرہما میں ننگے سر نماز پڑھنا درست آیا ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑے میں نماز پڑھا کرتے تھے ونیز جابر رضی اللہ عنہ نے ننگے سر نماز پڑھی۔ اس پر معترض نے اعتراض کیا تو جواباً فرمایا یہ کام میں نے اس لئے کیا ہے تاکہ جو لوگ قرآن وحدیث سے ناواقف ہیں وہ معلوم کر لیں کہ یہ بھی درست ہے (صحیح بخاری) گاہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی کا سترہ بنا کر نماز پڑھتے (کنز العمال) غرض کہ ننگے سر نماز پڑھنا شرعاً جائز ودرست ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ سر کا ڈھانکنا شرعاً ستر میں داخل نہیں۔

سوال (۶۸) اگر ننگے سر نماز ہو جاتی ہے تو مابین ٹوپی اوڑھنے والے اور نہ اوڑھنے والے کے کچھ فرق ہے یا نہیں یعنی ثواب دونوں کو برابر ملے گا یا کم وبیش؟

جواب (۶۸) جس وقت لوگ ننگے سر نماز پڑھنے کو معیوب سمجھیں اور پڑھنے والوں کو روکیں تو واقعی یہی افضل ہے کہ برہنہ سر پڑھے تاکہ لوگوں کو مسئلہ سے واقفیت ہو جائے اور شرعی مسئلہ اپنی جگہ ثابت رہے جیساکہ جابر رضی اللہ عنہ کا فعل اس پر دال ہے ونیز مولانا عبد الحی لکھنوی حنفی صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر بغرض عجز اور انکساری وغربت کے برہنہ سر نماز پڑھے تو یہی افضل ہے۔

سوال (۶۹) اگر کسی کپڑے میں گوبر یا پیشاب ماکول اللحم کا لگا ہوا ہو تو اس کپڑے میں نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں اور ماکول اللحم کا گوبر یا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟ (محمد اسمٰعیل پٹنہ)

جواب (۶۹) ماکول اللحم کا بول وبراز پاک ہے اور جس کپڑے میں لگا ہوا اس میں نماز پڑھنی درست ہے طبعی شے دیگر ہے۔ اگر دھو لیا جائے تو بہتر ہے ورنہ شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرابض الغنم یعنی بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھا کرتے تھے ونیز بطور ادویات کے استعمال کرنا درست ہے چنانچہ آپ نے چند اصحاب کو اونٹنیوں کا دودھ وپیشاب پینے کا حکم فرمایا (کتب صحاح ستہ)

سوال (۷۰) زید کہتا ہے کہ مسجد میں محراب مروجہ بنانا ناجائز ہے اور عمرو کہتا ہے کہ جائز ہے۔ بنا بریں طالب امر یہ ہے کہ دونوں میں سے کون قول صحیح اور قابل قبول ہے؟

(عبد الودود قصبہ جیولو)

جواب (۷۰) بیشک مساجد میں محراب مروجہ کا بنانا ناجائز اور بدعت ہے چنانچہ تفسیر فتح البیان میں محراب کے کئی معنے کئے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ معنی بھی کیا ہے وقت نزول ...

بمعنی المسجد یعنی محراب کہتے ہیں مسجد کی اس جگہ کو کہ جہاں امام کھڑا ہوتا ہے بعد اس معنے بتانے کے صاف مرقوم ہے وَاَمَّا الْمِحْرَابُ الْمَعْرُوْفُ الْآنَ وَهُوَ طَاقٌ مَجْوُفٌ فِيْ حَائِطِ الْمَسْجِدِ يُصَلِّيْ فِيْهِ الْاِمَامُ فَهُوَ مُحْدَثٌ الخ یعنی جو محراب فی زمانناً مروج ہے یہ بدعت اور ممنوع ہے اسکا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۲۴ء جلد ۴ نمبر ۴)

سوال (۱/۷) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہیئت مروجہ کے ساتھ مجلس میلاد کا انعقاد از کتاب و سنت جائز ہے یا نہیں اور اس قسم کے فعل کی کوئی دلیل قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر یا ازمنہ ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم میں مل سکتی ہے یا نہیں؟ اگر قرون ثلاثہ میں میلاد مروجہ کا وجود نہ مل سکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کتنے دنوں بعد یہ فعل دنیائے اسلام میں رائج و مروج ہوا ہے؟

المستفتی مولوی محمد عبدالمعبود صاحب از دیناج پور

جواب (۱/۷) ہیئت مروجہ کے ساتھ مجلس میلاد کا انعقاد از روئے کتاب و سنت قطعاً حرام اور بدعت بلکہ داخل فی الشرک ہے کیونکہ اس کا ثبوت نہ تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ کسی صحابی سے نہ کسی تابعی سے غرض قرون ثلاثہ میں اس کا وجود بالکل مفقود ہے نہ ازمنہ ائمہ اربعہ میں اس کا پتہ لگتا ہے بلکہ ساتویں صدی میں یہ بدعت بجانب خود ایجاد کی گئی ہے۔ اس کے ایجاد کنندہ وغیرہ کا مفصل حال دیکھنا منظور ہو تو صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ کا پرچہ ملاحظہ فرمائیے۔

سوال (۲/۷) چند لوگ زمانہ دراز سے ایک ایسی مسجد اور ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کیا کرتے تھے کہ جہاں میلاد و قیام و غزلیات وغیرہ امثال محدثات مروج تھے اور امام بھی ہر قسم کی بدعات کا مرتکب تھا لیکن چونکہ اب بفضلہ تعالیٰ لوگ ان جمیع بدعات سے اجتناب کرتے ہیں اور اس مسجد میں امام مذکور کے پیچھے ادائے نماز میں استکراہ قبیح کا احساس کرتے ہیں تو کیا ایسی حالت میں ان لوگوں کے لئے جائز ہوگا کہ وہ لوگ اس مسجد اور اس امام کو ترک کر کے جماعت اہلحدیث کے لئے اپنی مستقل ایک مسجد تعمیر کریں۔

(سائل مذکور بالا)

جواب (۲/۷) ہاں جائز چھوڑ ... واجب ہے ... تو اسی مسجد میں سے ان بدعات مروجہ مذکورہ فی السوال کا استیصال کریں یا ... مسجد جدید تعمیر کریں کیونکہ مساجد اللہ ... کی صلاحیت نہیں رکھتیں کہ ان میں بجز تسبیح و تہلیل و ذکر اللہ کے ... خلاف ... کیا جائے جیسا کہ قارئین و عاملین کتاب و سنت ... پر ... مس ہے۔

سوال (۳/۷) تشہد میں انگلی کب اٹھانی چاہئے اور کب تک اٹھائے رکھے اور کس موقع پر

اس کو متحرک کرے۔ (سائل نسیم الزمان از رنگپور)

جواب (۳/۷) جس وقت تشہد میں بیٹھے تو بیٹھتے ہی مثلاً انگلی کو جس کا نام عربی میں سبابہ ہے اٹھا لینا چاہیے اور تاوقتیکہ سلام نہ پھیرے اٹھائے رکھے اور جس وقت تشہد پڑھتا ہوا لا الہ الا اللہ پر پہنچے تب انگلی کو متحرک کرے واللہ اعلم کَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى مَاهِرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔

(مفتی مدرسہ دار الکتاب والسنہ دہلی)

نوٹ:۔ فتوے کی غلطی پر ہر صاحب آگاہ کر سکتے ہیں۔

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۴۳ھ مطابق نومبر ۱۹۲۴ء جلد ۴ نمبر ۵)

سوال (۴/۷) قرآن مجید و کتب احادیث کا ادب شرع محمدی نے سوائے عمل کے کہاں تک بتایا ہے اور فی زماننا جو قرآن شریف و کتب حدیث کا ادب کیا جاتا ہے مثلاً پشت ان کی جانب نہیں کی جاتی اور ان سے اوپر نہیں بیٹھا جاتا۔ یہ کہاں تک صحیح و قابل عمل ہے؟

(سائل محمد از جودھپور)

جواب (۴/۷) قرآن مجید و کتب حدیث کا سب سے مقدم اور بڑھ کر ادب یہی ہے کہ جو کچھ ان میں اوامر و نواہی ہیں ان کی تعمیل کی جائے اور ان کو بسر و چشم بلا چون و چرا کے قبول و تسلیم کر لیا جائے اور سب سے بڑی اور مضر تر بے ادبی یہی ہے کہ ان کے احکام کی قبولیت میں کسی غیر شے کو حارج سمجھا جائے۔ وہ ادب کہ جو مطلوب من اللہ اور دونوں گروہ ثقلین یعنی انس اور جن جس کے منجانب اللہ مکلف ہیں وہ تو یہی ہے۔ رہا ظاہری ادب سو وہ تکلیف مالا یطاق بدلیل لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا الآیۃ ہے جو شخص کرے بہت اچھا نور علی نور ورنہ کوئی مواخذہ نہیں۔ ہاں جو شخص بنظر حقارت ظاہری ادب نہ بجا لائے تو بیشک وہ سخت مجرم اور عذاب الیم کا مستوجب و مستحق ہے۔

سوال (۵/۷) بیٹھ کر پیچھے دونوں ہاتھوں کے سہارے پر یا ایک ہاتھ کے سہارے پر بیٹھنا کیسا ہے؟

(سائل مذکور)

جواب (۵/۷) بالکل ممنوع و معیوب ہے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ صفحہ ۳۴۵ مطبوعہ نظامی باب الجلوس۔ و نیز آپ نے اس طرح سے بیٹھنے والوں کو مغضوب علیہم کہا ہے۔

سوال (۶/۷) ... نماز کے چلتے پھرتے کھڑے ہوئے بات کرتے وقت کوکھ پر ہاتھ رکھنا کیسا ہے؟

(سائل مذکور)

جواب (۶/۷) داخل نماز میں تو بالبداہت ممنوع و ناجائز ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ... سے صاف ظاہر ہے۔ رہا خارج نماز میں سو چونکہ یہ متکبرین کی عادت ... ہے۔ و نیز جس وقت شیطان لعین آسمان سے بجانب زمین اتارا گیا تھا تو وہ کوکھ ... پر ہی ہاتھ رکھ کر اترا تھا لہذا فعل شیطان ٹھیرا۔ و نیز جس وقت

روزِ محشر میں دوزخی آرام لینا چاہیں گے تو کوکوں پر ہی ہاتھ رکھ کر استراحت حاصل کریں گے لہٰذا مسلمانوں کو کیا ضرورت کہ خواہ مخواہ اپنے اندر بغیر عذر کے کوکوں پر ہاتھ رکھ کے بُرے لوگوں کی خصلت پیدا کریں ع مسلماں را ازیں خصلت قبیحہ باید گریز — ان تین وجوہ مذکورہ کی وجہ سے خارج نماز میں بھی معیوب ہے۔

سوال (۷۷) نماز میں آستین چڑھائے رکھنا کیسا ہے؟ (سائل مذکور)

جواب (۷۷) نامشروع ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

(مفتی مدرسہ دار الکتاب والسنۃ)

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۳ھ مطابق جنوری ۱۹۲۵ء جلد ۲ نمبر ۶)

سوال (۷۸) فی زمانہ جو ایک رواج عام مسلمانوں میں ترقی کر رہا ہے۔ باقاعدہ مجلس میں غزلیات آپ کی ولادت میں باواز بلند پڑھی جاتی ہیں۔ بعد ازاں شیرینی بھی تقسیم کی جاتی ہے۔ کیا اس کا شریعت محمدیہ میں کہیں پتہ چلتا ہے یا نہیں؟ اور لوگ اس کو کارِ خیر سمجھ کر رونق دیتے ہیں یہ فعل سنت ہے یا بدعت ہے؟

(سائل عبد الحکیم از بجنور)

جواب (۷۸) شریعت محمدیہ میں فی زمانہ بہیئت کذائیہ جو مجالس میلاد منعقد کی جاتی ہیں ان کا ثبوت شریعتِ محمدیہ میں قطعاً مفقود اور لاپتہ ہے بلکہ ایسی مجلسیں شریعت محمدیہ میں موسوم بمجالس شرکیہ و بدعیہ ہیں اور ایسی مجلسوں میں اشعار و غزلیات وغیرہ پڑھنا اور سننا دونوں حرام ہیں۔ ملاحظہ ہو ہدایہ — الغرض یہ فعل بدعت ہے اس میں شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا یا اس میں داخل ہو کر رونق افزائی کرنا بالکل ممنوع ہے۔ اگر مفصل حال دیکھنا منظور ہو تو رسالہ صحیفہ اہلحدیث بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ ملاحظہ ہو۔

سوال (۷۹) اکثر عورتیں جمع ہو کر ایک حلقہ بناتی ہیں اور رات کو باواز بلند اللہ اللہ کرتی ہیں یہ جائز ہے یا بدعت ہے؟

(سائل مذکور)

جواب (۷۹) ہیئتِ مذکورہ کے ساتھ اللہ اللہ کرنا بدعت ہے کیونکہ اسکا ثبوت زمانہ خیر القرون میں مفقود ہے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مسجد میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ چند اشخاص حلقہ باندھ کر اللہ اللہ کر رہے ہیں تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ فعل بدعت ہے الحدیث۔ الغرض اس کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

سوال (۸۰) اکثر عورتیں ہزاری لکھی روزہ رکھتی ہیں اور اس کا رکھنا نجات سمجھتی ہیں۔ شریعت محمدیہ میں اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟

(سائل مذکور)

جواب (۸۰) ہزاری لکھی روزہ رکھنا نہیں باعثِ ضلالت و ناراضگی خدا و رسول ہے

شریعت محمدیہ میں اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ رَجَبَ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رجب کے روزوں سے منع کر دیا ہے۔

سوال (۸۱) شب برات یعنی ۱۴ تاریخ شعبان کو اکثر عورتیں مرد نفلیات رات بھر پڑھتے ہیں اس کا ثبوت شریعت محمدیہ میں ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۸۱) شب برات کو رات بھر نفلیات وغیرہ پڑھنا بدعت ہے اور اپنی جانب سے دین اکمل کے اندر زیادتی کرنی ہے جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔

سوال (۸۲) بدعت کسے کہتے ہیں؟ اور جو کام بدعت کے کرے اس کو کس قدر گناہ اور کس عذاب کا وہ مستحق ہے؟ (سائل مذکور)

جواب (۸۲) بدعت ان ہی چند امور مذکورہ کو کہتے ہیں۔ بدعت کی تعریف خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی جو کہ فی الحقیقت جامع مانع ہے۔ آپ نے فرمایا کُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ یعنی جو بھی نیا کام دین کے اندر بہ نیت ثواب کے کیا جائے خواہ مجلس میلاد ہو خواہ رات بھر نفلیات پڑھتے ہوں خواہ شب برات کا حلوا ہو خواہ ہزاری لکھی روزہ ہو خواہ بی بی کی گیارہویں ہو۔ علی ہذا القیاس یہ جملہ افعال بدعت ہیں۔ نیز مشکوٰۃ شریف جلد اول میں روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً مروی ہے کہ جو فعل شریعت محمدیہ کا اس میں نو ایجاد کیا جائے وہ مردود نامقبول و بدعت ہے اور بدعتی شخص کا نہ نماز روزہ قبول ہے نہ نفل نہ فرائض بلکہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔

سوال (۸۳) ایک شخص سے ایک جمعہ جماعت کی غیر حاضری ہو گئی بسبب نہانے دھونے کپڑے وغیرہ کے اور نہ اذان کی آواز سنی جاتی تھی اس جگہ جہاں مذکور بالا کام میں مشغول تھا لہٰذا اپنے وقت کے اندازے پر بہت کچھ دوڑا بھاگا جمعہ نہیں آیا ہاتھ۔ اب شریعتِ محمدیہ اس شخص کے حق میں کیا حکم عنایت کرتی ہے؟

جواب (۸۳) وسعت ہو تو تین روپے دے، ورنہ ڈیڑھ روپیہ کفارہ دے۔

سوال (۸۴) ایک شخص اپنی زوجہ کے پاس حالتِ ایام حیض میں چلا گیا صحبت کر لی ہے۔ وہاں پہ نہ زوجہ کو معلوم کہ حیض آ رہا ہے اور نہ خاوند کو معلوم مثل رات کے وقت کے۔ اب اس شخص کو شریعت کیا حکم دیتی ہے جرمانہ کا مستحق ہے یا رہائی دیتی ہے دونوں مسئلوں میں اور اگر جرمانہ کا مستحق ہے تو کیا دینا آتا ہے اور کس کو دینا چاہیئے؟

جواب (۸۴) شروع ایام حیض میں جماع کیا ہے تو تین روپیہ دے، ورنہ ڈیڑھ روپیہ جرمانہ ادا کرے۔ جس کو زکوٰۃ ادا کرتا ہے اُسی کو یہ جرمانہ دے۔

سوال (۸۵) ایک شخص کا روپیہ بقدر نصاب ایسی جگہ پر قرض دیا ہوا ہے جہاں گرو کی صورت پر کوئی چیز نہ قبضہ ہے اور نہ ان روپوں میں کوئی ترقی کی صورت ہے نہ وصول کی کوئی امید غالب آتی ہے۔ اب ایسی صورت میں روپیہ والے پر زکوۃ ہے کہ نہیں؟ صرف رہن کی تحریر تو کرالی ہے حاکم وقت کے قانون کے کاغذ پر۔ قرض دار بھی ہے

جواب (۸۵) وصولی کی امید ہے تو زکوۃ ادا کرے ورنہ جب کبھی وصول ہوا گا پچھلا سب حساب کر کے زکوۃ ادا کرے۔

سوال (۸۶) زکوۃ کے متعلق اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کیا حکم دیا ہے کس طرح ادا کرنی چاہیئے۔ اکثر لوگ زکوۃ کو اور صدقۃ الفطر کو اپنے ہاتھ سے مصارف کو تقسیم کرتے ہیں اور مصارف بھی جو خدا رسول نے نہیں بتائے ان کو دیا جاتا ہے جیسے ہمیشہ گھر گھر کے مانگنے والے سوالیوں کو دیتے ہیں دو آنے کسی کو چار آنے کسی کو۔ روپیہ اس طرح پر کے تقسیم کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی یہ زکوۃ و صدقۃ الفطر عند اللہ مقبول ہوتے کہ نہیں۔ قرآن و حدیث سے مدلل جواب ہو۔

جواب (۸۶) زکوۃ، صدقۃ الفطر امام یا اس کے نائب کے حوالہ کرنا چاہیئے۔

سوال (۸۷) یہ جو اللہ پاک نے پارہ دس کے چودھویں رکوع میں فرمایا ہے کس کو فرمایا ہے یعنی اللہ کی طرف سے یہ فرض کس پر ہے حاکم پر فرض ہے یا امام وقت پر یا ہر زکوۃ دینے والے پر۔ زید کہتا ہے زکوۃ دینے والے پر۔ عمرو کہتا ہے زید جھوٹا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود تقسیم کیا کرتے تھے جیسے اس آیت سے پہلے تیرہویں رکوع میں اللہ پاک فرماتا ہے۔ اپنے نبی سے وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ○ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود تقسیم کیا کرتے تھے اسی طرح امام وقت حاکم اسلام اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرے اپنے ہاتھ سے تقسیم کرے یا اپنے ماتحت کے امیر کو حکم کر کے تقسیم کرائے جیسے مشکوۃ میں ہے۔ معاذ کو فرمایا یمن کو رخصت کرتے وقت • تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ اب ان میں زید کی دلیل ٹھیک ہے یا عمرو کی یعنی زید حق پر ہے یا عمرو۔ جواب موافق قرآن حدیث کے عنایت ہو اللہ پاک جزا دیگا۔

جواب (۸۷) عمرو حق پر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود زکوۃ تقسیم کرتے تھے۔ امام نائب رسول ہے لہذا امام تقسیم کرے گا یا اس کی اجازت سے تقسیم کیا جائے گا۔

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ رمضان ۱۳۴۳ھ مطابق اپریل ۱۹۲۵ء جلد ۴ نمبر ۹)

سوال (۸۸) اکثر مدرسوں و اسکولوں و عدالت وغیرہ میں متعلم واسطے ادب معلم و افسر وغیرہ کے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ ادباً و تعظیماً قیام کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ یہ

فعل کرتے ہیں ان کے ہمراہ سلام مصافحہ اکل وشرب ترک کرنا کیسا ہے۔

(سائل خریدار صحیفہ)

جواب (۸۸) کسی کیلئے ادباً و تعظیماً قیام کرنا سوائے ذات باری تعالیٰ کے شرک ہے کیونکہ یہ خاصہ خدا ہے۔ وہ فرماتا ہے وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے باادب کھڑے ہوا کرو۔ اس معنی کو مدنظر رکھ کر آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو قیام کرنے سے منع فرمایا کہ جیسے بے دین لوگ عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے ہیں، تم نہ کھڑے ہوا کرو (ترمذی) بلکہ آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ میری تعظیم کے لئے کھڑے ہو جایا کریں وہ جہنمی ہے (ابو داؤد) غرض کہ یہ فعل ممنوع ہے اسکے مرتکبین کے ہمراہ سلام مصافحہ ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں تاوقتیکہ وہ تائب نہ ہوں۔

(مفتی)

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ شوال ۱۳۴۳ھ مطابق مئی ۱۹۲۵ء جلد ۴ نمبر ۱۰)

سوال (۸۹) ایک عورت نے اپنے خاوند سے یوں کہا کہ جیسے میرا بھائی ویسے تم لیکن یہ لفظ قصداً نہیں کہا بلکہ غلطی سے زبان سے نکل گیا۔ اب شریعت کا کیا حکم ہے؟

(سائل محمد اسحاق)

جواب (۸۹) غلطی اور بھول چوک سے کہا ہے تو کچھ حرج نہیں نہ کفارہ ہے اور نہ طلاق ہوئی۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا۔ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ سے کہا تھا کہ تو میری بہن ہے تو آپ کا نکاح نہ ٹوٹا۔

سوال (۹۰) ایک لڑکی ہوشیار نابالغہ کا نکاح اس کے والد نے بغیر اذن شرعی کے ایک بڑی عمر والے شخص سے کر دیا لیکن اب لڑکی اس سے سخت نفرت کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں کنوئیں میں گر کر مر جاؤں گی آیا وہ لڑکی اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہے یا نہیں؟

سائل محمد اسمٰعیل

جواب (۹۰) لڑکی اپنے والد کے نکاح کئے ہوئے کو چونکہ اس کی بلا اذن شرعی کے کیا گیا تھا شرعاً فسخ کر سکتی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لڑکی آئی اور کہا کہ میرے والد نے میرا نکاح کر دیا ہے مگر میں اس سے راضی نہیں فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار دیدیا۔ اسی طرح اب بھی وہ لڑکی مختار ہے خواہ اس نکاح کو قائم رکھے خواہ فسخ کر دے چنانچہ دوسری روایت میں ہے کہ فَرَدَّ نِكَاحَ أَبِيهَا۔

سوال (۹۱) ہندہ کا انتقال ہو گیا اور ہندہ نے ایک خاوند ایک لڑکا اور والدین چھوڑے۔ ہندہ کا ترکہ بموجب شرع کس طرح تقسیم ہو گا۔ (سائل عبد الکریم از دہلی)

جواب (۹۱) ہندہ کا ترکہ ۲۴ حصوں پر منقسم ہو کر بدلیل آیت قرآنی و نص صریح آسمانی وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ وایضاً وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ کے خاوند کو چوتھائی یعنی ۲۴ حصوں میں سے ۶ حصے اور والدین میں سے ہر واحد کے لئے سدس یعنی چار چار حصے اور مابقی یعنی دس حصے لڑکے کو ملیں گے۔

مسئلہ ۲۴

زوج	اب	ام	ابن
۶	۴	۴	۱۰

سوال (۹۲) عورتوں کو خط و کتابت کی تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟
سائل ٹھیکیدار محمد صادق ضلع ڈیرہ دون

جواب (۹۲) جائز ہے کتب حدیث بشرطیکہ نیت فاسد نہ ہو کما هو ليس بمخفي على ماهر الكتب والسنة۔ نیز امام بخاری کا فتوی بھی جواز پر ہے کما ثبت في الأدب المفرد

(مفتی)

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۴۴ھ مطابق اگست ۱۹۲۴ء جلد ۵ نمبر ۱)

سوال (۹۳) درمیان زید اور ہندہ کے تکرار ہوگئی۔ زید نے مجلس واحد میں ہندہ کو تین طلاقیں دیدیں۔ بعدہ دونوں رنجیدہ ہوگئے چاہتے ہیں کہ رجوع کرلیں۔ اس میں شریعت کیا فیصلہ دیتی ہے۔

(سائل عبدالکریم از دہلی)

جواب (۹۳) زید ہندہ سے عند الشرع بخوشی رجوع کرسکتا ہے۔ رجوع کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ ہندہ خارج از عدت ہوگئی ہو۔ ثانی یہ کہ داخل در عدت ہو۔ در صورت اول تجدید نکاح کی ضرورت ہے اور در صورت ثانی عدم تجدید نکاح رجوع ہوسکتا ہے۔ شقین میں سے جونسی شق حسب حال ہو عمل میں لائی جاوے لقوله تعالى وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُم الآية

سوال (۹۴) بکر اپنی منکوحہ سے ناراض ہو کر بلا اطلاع و بلا طلاق دیئے مفقود الخبر ہوگیا۔ چونکہ مسماۃ نوجوان اور نازک دل عورت ہے اور اس کے خاوند کو مفقود الخبری کو عرصہ زائد دو سال ہوگیا تو کیا مسماۃ مذکورہ اپنا عقد ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟ (سائل نصیر الدین)

جواب (۹۴) نزد شریعت محمدی کرسکتی ہے کیونکہ شریعت میں مفقود الخبر والی عورت کیلئے ایک سال کی مدت مقرر ہے۔ بعد انتظار کرنے ایک سال کے وہ دوسری جگہ اپنا عقد ثانی کرسکتی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود ہے اسکی شرط یہ ہے کہ وہ عورت بوجہ جوانی و نان و نفقہ کے تنگ اور مجبور ہو ورنہ چار سال تک انتظار کرے جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فتوی اس پر دال ہے یہ نہیں کہ نوے برس تک بیٹھی رہے اور پھر قبر میں جاکر نکاح کرے اعاذنا اللہ من هذا

الممنذهب الاردی

سوال (۹۵) ماتا کی منت کا بکرا خرید کر قربانی و عقیقہ وغیرہ کرنا درست ہے یا نہیں
(سائل محمد عمر کیتھلوی)

جواب (۹۵) نہیں ہرگز نہیں۔ ماتا کی منت کا ہو یا مزار خانقاہوں ولیوں بزرگوں کی منت ودرچڑھاوے کا ہو سب وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ میں داخل اور حرام ہے

سوال (۹۶) بکرا یا گائے قربانی کیلئے خریدی اور وہ جانور کھو گیا یا مرگیا تو کیا کرنا چاہئے بکرے کے عوض بکرا خریدے یا گائے میں حصہ ڈالے یا قربانی ہوگئی (سائل مذکور بالا)

جواب (۹۶) قربانی ہوگئی اس کے عوض بکرا وغیرہ خریدنے کی کوئی ضرورت نہیں ہاں مزید ثواب کے لئے کرے تو کوئی حرج بھی نہیں۔

سوال (۹۷) وقت رخصت کے مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

جواب (۹۷) ویسا ہی ہے جیسے کہ وقت آنے کے ہے۔

(مفتی ابو محمد عبدالستار)

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت جمادی الاولی ۱۳۴۴ھ مطابق دسمبر ۱۹۲۵ء جلد ۵ نمبر ۵)

سوال (۹۸) مسمی زید کا انتقال ہوگیا۔ عمرو اور بکر دو لڑکے چھوڑے۔ عمرو باہر چلا گیا بکر نے اپنے باپ کا متروکہ مکان مبلغ چھ صد روپے کا فروخت کردیا۔ اس مکان کے فروخت کرنے کے بعد مبلغ تین سو روپے کا اور مکان خرید کیا اور باقی تین صد روپے اپنے خرچ میں صرف کیا۔ بکر کا بھی انتقال ہوگیا اور ایک لڑکا بکر کا موجود ہے۔ اب جواب طلب یہ امر ہے کہ یہ مکان عمرو کا ہے یا بکر کے لڑکے کا؟ (سائل نامعلوم الاسم)

جواب (۹۸) زید کا متروکہ مال دونوں بیٹوں بکر و عمرو کے مابین نصفا نصفی تقسیم ہوگا۔ بکر اپنا حصہ ۳ صد روپیہ اپنے خرچ میں لایا باقی مکان تین صد کا جو ہے اس کا بکر کے بیٹے کو اختیار ہے کہ اپنے چچا عمرو کو مکان دے خواہ تین صد روپیہ نقدا اپنے پاس سے دے اور مکان اپنے پاس رکھے۔ ہکذا الحکم الکتاب والسنۃ

سوال (۹۹) باپ نے اپنی کل جائداد کا چار ہزار روپیہ اندازہ لگا کر تین ہزار کی ملکیت اپنے تین بیٹوں کے نام کردی اور ایک ہزار کی پوتوں کے لئے وصیت کرگیا تو اس صورت میں پوتوں کو حصہ ملے گا یا نہیں؟ خریدار نمبر ۲۱۳

جواب (۹۹) پوتوں کو حسب وصیت دادا کے ایک ہزار کی جائداد برابر ملے گی۔ متوفی کو ثلث تک وصیت کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔

سوال (۱۰۰) تین بیٹے مذکورہ در سوال (۹۹) جو ... تھے باپ متوفی کی کل جائداد جو تخمیناً چار ہزار کی تھی آپس میں تقسیم کرکے کھا پی گئے اور حسب وصیت پوتوں کو

(جو دو بھی نام کے مسلمان تھے) حصہ نہ دیا۔ پھر ایک بھائی پکا سچا مسلمان بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ کا پابند ہو گیا۔ باقی دو بھائی اور ان کی اولاد ایسے ہی نام کے مسلمان رہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سچے مسلمان کے ذمہ اب بھی ان پوتوں کا حصہ ادا کرنا ہے یا صرف باقی دو نام کے مسلمانوں سے پوتے حصہ لیں گے؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۰) بموجب فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مَا كَانَ مِنْ مِيْرَاثٍ قُسِمَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ عَلٰى قِسْمَةِ الْجَاهِلِيَّةِ الخ کے پکے سچے مسلمان کو معاف اور باقی نام کے مسلمانوں سے پوتے حصہ لے سکتے ہیں۔ (مفتی) ابو محمد عبد الستار

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ مطابق جنوری ۱۹۲۶ء جلد ۵ نمبر ۶)

تعاقب بر فتویٰ نمبر ۹۳ رسالہ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۴ھ

مکرمی معظمی مفتی مولوی عبد الستار صاحب السلام علیکم!

صحیفہ بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۴ھ میں مسئلہ نمبر ۹۳ کا جواب نظر سے گذرا جو کہ ماشاء اللہ ایک حد تک ٹھیک تھا لیکن اگر زید نے طلاق ثلاثہ دینے کے وقت تین ہی کی نیت کی ہے تو وہ ہندہ مطلقہ بتہ ہو گئی کما جاء فی ابن ماجہ نظامی صفحہ ۱۴۸ و نسائی مجتبائی صفحہ ۱۰۰ جلد دوم و ایضاً ترمذی صفحہ ۱۵۲۔ غرضکہ اس کا انحصار شریعت نے نیت پر رکھا ہے کما جاء فی الترمذی صفحہ ۱۵۲ احمدی کانپوری۔ پس اس حالت میں زید و ہندہ رجوع نہیں کر سکتے حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔

نوٹ۔ میں نے آپ پر یہ اعتراض نہیں لکھا بلکہ المسلم مرآۃ المسلم کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں۔ پس لَا تَنْظُرْ اِلٰى مَنْ قَالَ وَانْظُرْ اِلٰى مَا قَالَ

آپ کا پرانا خادم عاجز محمود حسن از سامرود

جواب الجواب

زید نے اگر طلاق ثلاثہ دینے کے وقت تین ہی کی نیت کی ہے تو ہندہ مطلقہ بتہ ہو جائے گی لیکن میرے دوست مطلقہ ہونا امر دیگر ہے اور اس سے پھر رجوع کرنا امر آخر ہے لہٰذا آپ کا یہ کہنا حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ یعنی اب پہلے خاوند سے رجوع نہیں ہو سکتا یہ بالکل غلط ہے اور خلاف قرآن و حدیث کے ہے بلکہ از روئے شرع سابق خاوند کو قبل از انقضاء عدت برابر حق رجعت ہے۔ ہاں بعد انقضاء میعاد معینہ کے تجدید نکاح کی ضرورت ہے جیسا کہ پرچہ سابقہ بابت ماہ جمادی الاولیٰ میں مندرج ہے کما جاء فی القرآن والحدیث۔ پس معلوم ہوا کہ مطلقہ ثلاثہ در جلسہ واحدہ کی دو شقیں ہیں۔ شق اول پر وہی حدیث البتہ کا نص دال ہے کما جاء فی صحیح ابی داود عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال طلق

اَبُوْ رُكَانَةَ اُمَّ رُكَانَةَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاجِعِ امْرَاَتَكَ فَقَالَ طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا قَالَ قَدْ عَلِمْتُ رَاجِعْهَا (رواہ ابوداود) اور مسند احمد میں بایں الفاظ مروی ہے کہ طَلَّقَ اَبُوْ رُكَانَةَ امْرَاَتَهٗ فِيْ مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ ثَلَاثًا فَحَزِنَ عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهَا وَاحِدَةٌ۔ نیز صحیح ابوداود میں یہ بھی الفاظ وارد ہیں کہ اِنَّ اَبَا رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتُ بِهَا اِلَّا وَاحِدَةً فَرَدَّهَا اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

پس ان جمیع روایات کے جمع کرنے سے یہ امر بالتوضیح و بالتصریح ثابت ہو گیا کہ مطلقہ ثلاثہ در مجلس واحد یا بتہ کے شوہر کو قبل اختتام عدت حق رجعت حاصل ہے اور حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ کی ڈگری دینا محض غلط ہے اگرچہ اس نے طلاق دیتے وقت تین ہی کی نیت کی ہو کیونکہ ابو رکانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈگری دینے پر بتلایا کہ طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا یعنی میں تو تینوں دے چکا۔ پس باوجود اس کے جتلانے کے آپ نے یہ فرمایا کہ تو رجوع کرلے کوئی حرج نہیں ہے۔ اور شق ثانی پر یہ آیت قرآنی دال ہے فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ یعنی اے عورت کے ولی وارثو! اگر عورت بعد انقضاء عدت اپنے پہلے شوہر سے برضامندی طرفین رجوع کرنا چاہتی ہے تو تم اس کو نہ روکو بلکہ بخوشی رجوع کرنے دو۔ لیجئے سنئے میرے دوست آپ تو ختم عدت کے قبل ہی حتی تنکح زوجا غیرہ کی مہر جڑ رہے تھے لیکن قرآن تو اختتام عدت کے بعد بھی یہ ڈگری نہیں دیتا بلکہ بخوشی سابق خاوند سے بتجدید نکاح رجوع کی اجازت دیتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اگر خاوند نے تین ہی طلاقیں بہ نیت تین کے دی ہیں اور وہ عورت مطلقہ بتہ ہوئی تو بھی اس کے رنجیدہ ہونے پر شریعت رجوع کی اجازت دیتی ہے جیسا کہ حدیث مذکورہ بالا کا جملہ فَحَزِنَ عَلَيْهَا دلالت کر رہا ہے۔ ہاں قرآن و حدیث قانون محمدی حتی تنکح زوجا غیرہ کی اس وقت ڈگری دیتا ہے کہ جب خاوند اپنی عورت کو طلاق سنی دے یعنی ہر مہینہ میں بعد طہر کے ایک ایک طلاق دے کر تین ماہ میں تینوں طلاقیں پوری کرے تو اس وقت واقعی یہ فتویٰ ہے کہ بغیر کسی دوسرے خاوند کے نکاح کے سابق خاوند سے رجوع نہیں کر سکتی چنانچہ فرمایا حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ وغیرہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ [illegible] اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ وغیرہ اسی پر دال ہیں۔ اگر آپ کے خیال کو تسلیم کر لیا جائے تو بڑی مشکل پڑے گی تمام طلاق رجعی دینے والے ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔ و نیز نعوذ باللہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ بیکار و معطل بھی ہو جائیں گی اور طلاق رجعی کا مسئلہ بالکل مفقود ہو جائیگا۔ نیز آپ کے جملہ حوالہ جات پیش کردہ آپ کے دعوے کے بالکل خلاف ہیں اور نہ ہی آپ کے دعوے کا ان میں ذکر ہے۔ نہ معلوم آپ نے کیا سوچ کر حوالہ جات پیش کئے ہیں ہاں البتہ ترمذی کانپوری کا حوالہ جس میں نیت پر منحصر ہونے پر

ذکر ہے تو وہ بعض کوفیوں لا بوفیوں کا قول ہے ورنہ آپ اگر اسی ترمذی میں اسی ورق اسی صفحہ پر اس باب کو ملاحظہ فرماتے تو کیا اچھا ہوتا۔ آپ نے امام ترمذی کے باب منعقدہ پر توجہ کرتے ہوئے کوفیوں کے قول کی جانب میل کیا۔ امام ترمذی بایں الفاظ باب منعقد کرکے بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ وہی ابورکانہ والی حدیث لائے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مطلقہ بتہ کے واسطے یہ حکم ہرگز نہیں کہ حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی بغیر کسی دوسرے خاوند کے ساتھ نکاح کئے اپنے پہلے خاوند سے رجوع نہیں کرسکتی بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مطلقہ ہوجانا علیحدہ مسئلہ ہے اور پھر اس سے رجوع کرنا یہ علیحدہ مسئلہ ہے۔

نوٹ۔ لہٰذا میں بھی آپ کو اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ تحریر کرتا ہوں۔ اگر آپ کی سمجھ میں یہ مسئلہ آگیا تو مطلع فرمادیں اور اگر اس کے خلاف کوئی دلیل ہو تو پیش کریں۔ بعدہٗ انشاء اللہ کافی وافی شافی جواب دیا جاویگا وَإِنْ عُدْتُّمْ فَلَا تَزِيْدُ، فقط هٰذَا مَا عِنْدِيْ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

سوال (۱۰۱) ایک شخص مسمی بکر کی ایک لڑکی مسماۃ ہندہ جس کی عمر تخمیناً پندرہ سال کی ہے اس کے والد نے اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح بنام زید کردیا لیکن اس نکاح میں ہندہ کی خوشی رضا نہ تھی کیونکہ ہندہ اہلحدیث اور پابند شریعت ہے اور زید پابند شریعت نہیں بلکہ ایک صرف نام کا حنفی المذہب اور نماز روزہ کا بالکل تارک ہے اور ہندہ اپنے والدین کے ہاں ہے زید کے گھر جانے سے بالکل انکار کرتی ہے اور زید اس کو طلاق بھی نہیں دیتا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ بجز طلاق کسی اہل شریعت مسلمان سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں (ایم عبد العزیز گجراتی)

جواب (۱۰۱) عند الشرع ہندہ زید کے نکاح فسخ کرکے کسی دیگر شخص موحد متبع سنت صوم وصلوٰۃ کے پابند اہلحدیث سے کرسکتی ہے کیونکہ ہندہ کا شوہر مسمی زید بوجہ ترک صوم وصلوٰۃ کے کافر ومشرک ہے اور کافر شخص موحدہ مسلمہ عورت کا نکاح ہرگز نہیں رہ سکتا بقولہ تعالیٰ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ علاوہ ازیں اور وجہ سے بھی ہندہ کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے [illegible] وَالسُّنَّةِ۔

سوال (۱۰۲) ہندہ کا نکاح بزمانہ نابالغی بعمر [illegible] سال ہمراہ زید ہوا تھا اور اسی وقت ہمیشہ کے لئے وداع نہیں ہوئی لیکن [illegible] وداع بھی ہوگئی تھی اور ہندہ اس وقت تک [illegible] حوالہ کردیا جس سے ہندہ اب بالغ ہونے پر اپنی ہمشیرہ ہندہ کو مبلغ دو صد روپیہ لیکر کسی غیر شخص کے [illegible] اور اپنے شوہر کے گھر ہرگز جانا نہیں چاہتی بھی [illegible] تو ہندہ [illegible] کہ میں عیسائی ہوجاؤں [illegible] واقعہ کی وجہ سے بہت چاہتی اور اس کے والدین اگر وداع کریں مگر زید کے گھر ہرگز نہ جاؤں گی۔

اب عرض یہ ہے کہ شرعاً ہندہ زید کے نکاح میں ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۰۲) نکاح میں تو ضرور ہے لیکن اگر ہندہ زید کی بدہ فروشی سے خائف ہے تو والدین ہندہ کو چاہئے کہ زید سے امام وقت یا اپنی برادری کے چوہدری وغیرہ کی ذمہ واری یکجہتی کریں اور دو چار آدمی معمر ومعتبر بھی کو بیچ میں ڈال کر ہندہ کو وداع کردیں اِنْ يُّرِيْدَا إِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ورنہ ہندہ کو عیسائی ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اس کے لئے فیصلہ محمدی کافی وافی ہے دھوھذا ہندہ مختار ہے چاہے اس نکاح کو قائم رکھے چاہے فسخ کراکر دیگر کسی موحد متبع سنت سے اپنا عقد کرلے بہ جعل [illegible] فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ - [illegible] وغیرہ بعمومہا مقدمہ بند وشاہد اور دال ہیں۔

(مفتی) ابو محمد عبد الستار مہاجری عفی عنہ

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ رجب ۱۳۴۴ھ جلد ۵ نمبر ۷)

سوال (۱۰۳) زید کی تین منکوحہ ہیں۔ ان منکوحہ [illegible] سے زید کا وہ برتاؤ نہیں جو زید پر شوہر ہونے کی وجہ سے شرعاً عائد ہوتا ہے یعنی باری وغیرہ کچھ مقرر نہیں کر رکھی حتی کہ بعض سے تو ہمیشہ ہمبستر ہوتا ہے اور بعض سے ذرا کم اور تیسری سے بالکل ہی نہیں۔ باوجود زید کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اپنی منکوحہ سے صحبت کرنے کا کوئی شخص مکلف نہیں بلکہ اس امر میں شوہر مختار ہے اگر وہ چاہے تو یہ کام کرے ورنہ نہیں۔ اور زید اپنے خیال کی بموجب آیت اَلْآیَتِیْ حُدُوْدُ اللّٰهِ میں جو قیام بحدود کا تذکرہ ہے اس میں حقوق زوجیت ہی داخل ہے دیگر حقوق زوجیت صحبت وغیرہ نہیں۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ زید اپنے اس قول وفعل مذکورہ میں حق بجانب ہے یا غلطی پر؟

سائل مولوی نسیم الدین (صاحب) خریدار رسالہ ہٰذا

جواب (۱۰۳) صورت مسئولہ بالا میں واضح باد کہ زید غلطی پر ہے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا پس حق زوجیت میں ہمبستر ہونا بھی داخل بلا ریب ہے۔ اگر واقعی زید نے اپنی منکوحہ کی رضامندی سے باری مقرر نہیں کی ہوئی تو وہ عند الشرع بڑا ظالم ہے۔ اسی واسطے اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً ہاں اگر سودہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کی طرح بخوشی باری مقرر نہیں تو کوئی قباحت نہیں۔ غرض کہ ان جملہ امور میں شوہر مکلف ہے ایک سے مجامعت کرنا اور ایک سے نہ کرنا سخت عیب اور عین ظلم ہے۔ ہاں اگر جماع کو حق زوجیت اپنے اوپر سمجھتے ہوئے ایک کی باری میں طبیعت چاہتی اور دوسری کی باری میں بعض وقت طبیعت نہیں چاہتی اور انتشار نہیں ہوتا تو دریں صورت شوہر پر عند اللہ کوئی مواخذہ نہیں لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وَلَا تَلُمْنِيْ فِيْمَا لَا اَمْلِكُ الحدیث

سوال (۱۰۴) جمعہ کے روز امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد جو اذان دیجاتی ہے وہ خارج مسجد دینی چاہیے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۰۴) نہیں، خارج مسجد تو وہ اذان بروقت ضرورت دینی چاہیے جو امام کے آنے کے قبل لوگوں کی آگاہی کے واسطے پہاڑی زورا پر عہد خلافت عثمانیہ میں دیجاتی تھی۔ یہ اذان مسجد کے اندر دینی جائز نہیں۔ ہاں جو اذان امام کے آنے کے بعد دیجاتی ہے وہ امام کے سامنے کھڑے ہوکر دینی چاہیے کذا فی کتب الحدیث فقط

(مفتی ابو محمد عبد الستار غفر لہ الغفار المہاجری)

(تحفہ محمدیہ دہلی بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ مطابق مارچ ۱۹۲۷ء جلد ۲ نمبر ۳)

سوال (۱۰۵) میرا خاوند مسمی عیسیٰ فوت ہوگیا اس نے دو لڑکے اور ایک لڑکی جو میرے پیٹ سے ہیں چھوڑے اور اس کا ترکہ ۱۶۰ ایکڑ اور ۱۰۰۹ روپے ہیں اور ہماری قوم میں نہ تو بیوہ کا دوسرا نکاح کرتے ہیں اور نہ اس کو ورثہ دیتے ہیں بلکہ اگر کوئی بیوہ عورت دوسرا نکاح کر بھی لے تو اس سے سات سو روپے جرمانہ لیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور کل ترکہ مذکور کس طرح تقسیم کیا جائے

(سائلہ مسماۃ نور ال قوم اوڈ ساکنہ فی شملہ)

جواب (۱۰۵) بیوہ عورت کا دوسرا نکاح نہ کرنا اور اس کو ورثہ نہ دینا رسم جاہلیت ہے۔ شرعاً وہ وارثہ اور نکاح ثانی کی مستحق ہے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر ازواج مطہرات بیوہ تھیں۔ نکاح ثانی پر جرمانہ لینے والے لوگ عند اللہ سخت مجرم ہیں ان کو اپنے فعل سے تائب ہونا چاہیے۔ سائلہ مذکورہ کا حق اس کے خاوند کے ترکہ میں آٹھواں حصہ ہے اور بموجب آیت لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ لڑکی سے دوگنا لڑکے کو دیا جائے۔

سوال (۱۰۶) کیا شرعاً مصلی کیلئے ایک سلام پھیرنا جائز ہے؟ اگر ہے تو اس کے عامل کو فسادی کہنا کیسا ہے؟ اور اگر نہیں تو ایک سلام پھیرنے والے کی نماز ہوئی یا نہیں

سائل رحیم بخش ساکن کوٹ سندر سنگھ ضلع لاہور

جواب (۱۰۶) جائز کیا بلکہ سنت ہے۔ جو شخص اس کے عامل کو فسادی وغیرہ کہے وہ خود فسادی ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق ہمارے دفتر میں ایک مستقل رسالہ المعروف بہ ایک سلام پھیرنے کا رسالہ موجود ہے۔ اگر مدلل اور مکمل تحقیق منظور ہو تو رسالہ مذکور ملاحظہ ہو

مفتی ابو محمد عبد الستار المہاجری

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ مطابق جولائی ۱۹۲۷ء جلد ۔ نمبر ۱)

سوال (۱۰۷) ایک گائے میں بمطابق قربانی کے سات حصے مقرر کر کے تین حصے لڑکوں کی طرف سے اور ایک حصہ ایک لڑکی کی طرف سے عقیقہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل (مولوی محمد موسیٰ مالدھی)

جواب (۱۰۷) اس کے متعلق کوئی صریح نص فعلی یا قولی تو کتاب و سنت میں معلوم نہیں ہوتی مگر ہاں بلحاظ دیگر احکام شرعیہ کے و بلحاظ حدیث اَلدِّيْنُ يُسْرٌ و آیت مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ الآية کے برابر جائز درست ہے جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمار کے متعلق آیت وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ الآية کے عموم سے استدلال کیا تھا۔

سوال (۱۰۸) جو غلہ آجکل بازار میں چار روپیہ من بکتا ہے وہی غلہ ادھار روپیہ وصول کرنے کی تاریخ معین کر کے زید چھ روپے من فروخت کرتا ہے بعض الناس زید کو سود خوار حرام خور ملعون اور اس بیع کے جائز بتلانے والے کو رشوت خوار دنیادار تن پرور بتلاتے ہیں۔ اب آیا یہ بیع جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو اس بائع کو حرام خور وغیرہ اور اس کے جواز کے قائل کو تن پرور وغیرہ کہنے والا کیسا ہے بینوا توجروا

سائل مذکور

جواب (۱۰۸) برابر جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایک بیع سے دو بیعوں میں منع فرمایا ہے وہ نہی اس وقت ہے جب کہ بیع مہمل و مجمل ہو اور بائع مشتری کے درمیان ایک بات نقد یا ادھار کی مقرر نہ ہو اور اگر ایک بات طے ہو جیسے مثلاً بائع نے کہا کہ میں فلاں چیز نقد دو روپے کی اور ادھار چار روپے کی فروخت کرتا ہوں اور مشتری نے وہ چیز چار روپے کی ادھار کی شرط پر لے لی تو شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ اگر کوئی شخص صرف اسی وجہ سے بائع یا دیگر کسی کو سود خوار رشوت خوار وغیرہ وغیرہ کہے تو یہ اس کی سخت غلطی اور کتاب و سنت سے ناواقفی اور جہالت ہے اس کو چاہیے کہ توبہ کرے اور اپنے کلمات کو واپس لے۔ جامع ترمذی میں ہے فَإِذَا فَارَقَهٗ عَلٰى أَحَدِهِمَا فَلَا بَأْسَ إِذَا كَانَتِ الْعُقْدَةُ عَلٰى وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

حررہ العاجز ابو محمد عبد الستار غفر لہ الغفار

الجواب۔ ادھار اور نقد میں کم و بیش نرخ جائز ہے۔ ممانعت کی وجہ سود بتائی جاتی ہے مگر یہ سود نہیں کیونکہ گندم کا نرخ کم و بیش ہوتا رہتا ہے اس لئے پتہ نہیں کہ آئندہ فائدہ کس کو ہوگا اور نقصان کس کو۔ تفصیل کے لئے نیل الاوطار جلد ۴ کتاب البیوع دیکھئے

عبد اللہ امرتسری روپڑی حال لاہور ماڈل ٹاؤن سی بلاک کوٹھی ۱۱۹

مورخہ $\frac{۲}{۱۳۷۸}$ بروز جمعرات

الجواب۔ دونوں طرح جائز ہے بشرطیکہ تعیین نقد و ادھار کی ہو جائے مبہم نہ رہے (ترمذی شریف) ابو محمد عبد الجبار سلفی بقلم خود کھنڈیلوی شیخ الحدیث اوکاڑہ ۲۳ اگست ۱۹۵۹ء

الجواب۔ زیادتی ثمن بوجہ اجل فی الثمن کے جائز ہے اس لئے کہ اجل حکم میں مبیع کے ہے قَالَ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ لِأَنَّ لِلْأَجَلِ شَبَهًا بِالْمَبِيعِ أَلَا يُرَى أَنَّهُ يُزَادُ فِي الثَّمَنِ لِأَجْلِ الْأَجَلِ جلد ثالث صفحہ ۵۸ فقط

محمد عبد الحنان عفی عنہ مدرس مدرسہ دار العلوم عثمانیہ۔ اوکاڑہ۔

سوال (۱۰۹) قرآن شریف کی آیات پڑھ کر دھاگے میں دم کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو حدیث مَنْ عَقَدَ فَقَدْ سَحَرَ اَوْ كَمَا قَالَ کا کیا مطلب ہے؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۰۹) جو لوگ دھاگوں میں گرہ دے دے کر پڑھتے اور ٹوٹکے کرتے ہیں ان کے متعلق قرآنی تعلیم یہ ہے وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ایسے کاموں سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے۔ قرآنی آیات کو بھی اسی طرح استعمال کرنا چاہئے جس طرح سلف سے منقول ہو دَلِيْسَ فَلَيْسَ فقط

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفر لہ الغفار المہاجری

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ صفر ۱۳۴۶ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۲۷ء جلد ۲ نمبر ۲)

سوال (۱۱۰) اگر کوئی شخص مقام مولوی جماعت کرا رہا ہو اور رکوع سجود قومہ جلسہ وغیرہ شریعت کے خلاف کرتا ہو یعنی رکوع سجود کو موافق شریعت با اطمینان دیر لگا کر نہ ادا کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ سائل مولوی گل محمد صاحب از ابوہر منڈی

جواب (۱۱۰) ایسے شخص کے پیچھے عند اللہ وعند الرسول ہرگز نماز نہیں ہوتی جو رکوع و سجود وغیرہ ارکان صلوٰۃ کو شریعت کے مطابق نہ ادا کرتا ہو اصطلاح شرعیہ میں رکوع صرف الخشار (جھکنے) کو نہیں کہتے تا وقتیکہ با اطمینان کمر کو تو ڑ کر ہموار کر کے رکوع نہ ادا کرے کما یدل علیہ قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ثم ارکع حتی تطمئن راکعا والفاظ لا تجزئ صلوٰۃ الرجل لا یقیم فیہا صلبہ الحدیث او کما قال فقط

سوال (۱۱۱) عند اللہ وعند الرسول نکاح کس بات سے ٹوٹ جاتا ہے (سائل مذکور)

جواب (۱۱۱) عورت موحدہ مسلمہ صوم و صلوٰۃ کی پابند ہو اور خاوند مشرک بدعتی مولود پرست گیارھویں پرست تعزیہ پرست وغیرہ وغیرہ یا تارک صوم و صلوٰۃ ہو وغیرہ وغیرہ یا اس کے برعکس تب نکاح ٹوٹ گیا لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ الآية

سوال (۱۱۲) ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک شخص سے کر دیا۔ کئی برس اس کے گھر رہی ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی۔ اب اس شخص نے دوسری جگہ نکاح کر لیا عرصہ تخمیناً دو سال کا ہو گیا کہ پہلی بیوی مع لڑکی کے اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھی ہے۔ اس کو نہ بساتا ہے نہ روٹی کپڑا دیتا ہے بلکہ منہ تک بھی کبھی نہیں دکھایا اور جو زیور وغیرہ پارچہ جات والدین کے دیئے ہوئے تھے سب چیز اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے۔ اب آیا لڑکی مذکورہ نکاح ثانی کرے

یا کیا کرے؟ سائل خاکسار شیخ خدا بخش امام جامع مسجد بہاول پور خریدار صحیفہ اہلحدیث

جواب (۱۱۲) اگر واقعی لڑکی مذکورہ اپنے خاوند کے گھر بسنے کے لئے تیار ہے اس کی جانب سے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں اور خاوند نہ بساتا ہے نہ نان و نفقہ دیتا ہے تو یہ سراسر ظلم ہے شریعت میں ہے کہ اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو اِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ الآية وغیرہ وغیرہ ایسی صورت میں عورت مختار ہے مسلمانوں کے چوہدری یا امام وقت کے پاس جا کر اپنا عقد اول فسخ کر کے عقد ثانی کر سکتی ہے فقط

مفتی ابو محمد عبد الستار المہاجری جعلہ اللہ خادم الشریعۃ المحمدیۃ آمین

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ مطابق ستمبر ۱۹۲۷ء جلد ۲ نمبر ۳

سوال (۱۱۳) اگر کسی شخص کو وضو کر کے دیوار وغیرہ سے ٹیکا لگا کر نیند آ جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہ؟ سائل محمد عمر از جودھپور

جواب (۱۱۳) ٹیکا لگانے سے وضو ٹوٹنے کی کوئی صریح دلیل نہیں دیکھ کر سو جانے سے وضو کا ٹوٹنا حدیث سے ثابت ہے۔

سوال (۱۱۴) مصلی کے آگے سے گذرنے والا کتنی دور سے گذر سکتا ہے؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۱۴) اگر مصلی کے آگے سترہ ہے تب تو سترہ کے پرے سے اور اگر سترہ نہیں تو بقدر پھینکنے ایک کنکری کے گذر سکتا ہے (ابوداؤد)

مفتی ابو محمد عبد الستار غفر لہ الغفار المہاجری

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ مطابق دسمبر ۱۹۲۷ء جلد ۲ نمبر ۶)

سوال (۱۱۵) مقیم کے پیچھے مسافر نماز قصر کر سکتا ہے یا نہیں؟

سائل یکے از خریدار صحیفہ اہلحدیث جودھپوری۔

جواب (۱۱۵) نہیں، کیونکہ اس وقت اس پر امام کی متابعت فرض ہے (مشکوٰۃ)

سوال (۱۱۶) بھیڑوں، دنبوں کی پشت پر اون بغیر کترے فروخت کرنی جائز ہے یا نہیں؟ (مولوی ابو عبد الرحمن صاحب امیر فاضلکا)

جواب (۱۱۶) ہرگز جائز نہیں عدالت نبویہ سے حکم امتناعی آ چکا ہے وَلَا يُبَاعُ صُوفٌ عَلَى ظَهْرٍ وَلَا لَبَنٌ فِي ضَرْعٍ تھنوں میں بھرا ہوا دودھ بھی فروخت کرنا منع ہے اور نہ گھی نکالا نہ جائے۔ (طبرانی، دارقطنی، ابوداؤد، بیہقی)

سوال (۱۱۷) تجارتی جانور جنکو سال گذرتا ہے اور وہ بکے نہیں انکی زکوٰۃ انکی قیمت پر آئیگی یا جانوروں پر جیسا کہ غیر تجارتی جانوروں پر آتی ہے (سائل مذکور)

جواب (۱۱۷) اختیار ہے چاہے قیمت میں سے دے چاہے جانوروں میں سے ہاں جن جانوروں کی جنس پر زکوٰۃ نہیں ہے اُن کی تو قیمت ہی پر آنے کی جیسے گھوڑے

وغیرہ۔

سوال (۱۱۸) اگر موذن بغیر وضو اذان دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟

سائل عبد الغفار از باول محلہ حسن پور

جواب (۱۱۸) جائز ہے مگر افضل نہیں جیسا کہ کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے مگر افضل بیٹھ کر ہے۔

سوال (۱۱۹) افضل رتبہ والا آدمی ہوتے ہوئے کم رتبہ والا ڈاڑھی منڈا آتش باز کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۱۹) نہیں، جو قرآن زیادہ جانتا ہو اور متقی پرہیزگار بھی ہو اس کو امام بنانا چاہیے یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ۔ اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ۔

سوال (۱۲۰) جمعہ کے روز پہلی اذان مسجد کے دروازہ میں دوسری وقت خطبہ اور تیسری یعنی تکبیر یہ تینوں اذانیں مسجد میں دینی جائز ہیں یا نہیں؟ (سائل مذکور بالا)

جواب (۱۲۰) یہ مروانیوں کی بدعت جاری کردہ ہے ہیئت کذائیہ کے ساتھ عہد نبوی و عہد صحابہ و تابعین وغیرہ سے اسکا کوئی ثبوت نہیں فالحذر الحذر۔ ہاں مسجد سے کچھ مسافت دور کسی پہاڑی یا مکان پر بوقت ضرورت پہلی اذان بعض صحابہ سے ثابت ہے۔

سوال (۱۲۱) بڑھیا عورت جس کی عمر ۸۰ یا ۹۰ سے زائد ہے وہ غیر محرم کے ساتھ جا کر حج کر سکتی ہے یا نہیں؟

بشیر الدین خریدار صحیفہ اہلحدیث

جواب (۱۲۱) عورت کو غیر محرم کے ساتھ سفر کرنا منع ہے۔ ہاں اگر بوقت ضرورت و لاچاری کہ کوئی محرم شخص ساتھ جانے والا نہیں میسر ہوتا چلی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ راستہ با امن ہو۔ ساتھ جانے والا نہایت امین اور دیانت دار موحد مسلم ہو جیسا کہ نجاشی بادشاہ حبش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کر کے آپ کی زوجہ محترمہ کو غیر محرم کے ہمراہ آپ کے پاس پہنچا دیا تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا بل سکت و تقرر وغیرہ وغیرہ۔ یہ علی العموم نہیں بلکہ وقت ضرورت و لاچاری کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا غیر محرم کے ساتھ آئی تھیں ملاحظہ ہو حدیث الافک (صحیح بخاری) اس لئے اس کی تشریح کر دی گئی ہے۔ مگر معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے بعض نا عاقبت اندیش حاسد قدیم نئی روشنی کے ملا صاحب نے خطبہ جمعہ وغیرہ میں فرمایا کہ اب تو عورت کو غیر محرم کے ساتھ سفر بھی جائز کر دیا وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ غلط اور افترائے عظیم ہے۔ میرا یہی عقیدہ اور فتویٰ ہے کہ عورت کو غیر محرم کے ساتھ علی الاطلاق سفر کرنا ناجائز اور حرام ہے فلہذا ناظرین کرام کی تشفی کے لئے مکرر اطلاع دیجاتی ہے کہ ایسے بد دیانت اور علم سے کورے ملاؤں کی تحریر و تقریر کا ہرگز اعتبار نہ کریں اور کتاب و سنت پر قائم رہیں وباللہ التوفیق۔

سوال (۱۲۲) حقہ کا پانی پاک ہے یا ناپاک؟ کپڑے میں لگ جانے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

سائل فوق الذکر

جواب (۱۲۲) اگر اوصاف ثلاثہ بوجہ نجاست کے متغیر ہوگئے ہیں تو ناپاک ہے۔ ناپاک کپڑے میں نماز نہیں ہوتی۔ (مفتی) ابو محمد عبد الستار غفر لہ الغفار المہاجری

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ رجب ۱۳۴۶ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۲۹ء جلد، نمبر،

سوال (۱۲۳) شئے مرہونہ سے نفع اٹھانا خصوصاً زمین مرہونہ سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ سائل (مولوی) عبد الرؤف (صاحب) مرشد آبادی

جواب (۱۲۳) شئے مرہونہ سے بشرط نفقہ نفع اٹھانا جائز ہے۔ زمین مرہونہ سے بھی بصورت عدم استعمال بخوف خراب ہو جانے کے اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حدیث اَلظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهٖ وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا سے معلوم ہوتا ہے فافہم۔

نیز مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری گروی زمین کے نفع اٹھانے کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اور اس کے جواز کے بارے میں آپ کے پاس مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کا قلمی فتویٰ بھی موجود تھا جیسا کہ اخبار اہلحدیث امرتسر مجریہ ۳۰ رمضان ۱۳۴۶ھ میں لکھا ہوا ہے۔

سوال (۱۲۴) کچھ جانور بک گئے ہیں اور کچھ باقی ہیں۔ جو بک گئے ان کی زکوٰۃ تو روپیہ پر آئے گی لیکن جو باقی جانور ہیں ان کی قیمت کر کے روپے میں سے زکوٰۃ دے یا خود جانوروں میں سے دے جیسا کہ غیر تجارتی جانوروں میں سے دیجاتی ہے۔

مولوی عبد اللہ صاحب امیر فاضلکا

جواب (۱۲۴) باقی ماندہ جانور اگر نصاب کے موافق ہیں تو جانوروں میں سے دیدے ورنہ قیمت کر کے ادا کر دے کیونکہ تجارتی مال میں قیمت ہی پر زکوٰۃ آتی ہے۔

سوال (۱۲۵) زید کہتا ہے اگر کوئی آدمی جمعہ کے اخیر التحیات میں شامل ہو تو وہ نماز ظہر ادا کرے لیکن بکر کہتا ہے کہ جمعہ کی صرف دو ہی رکعت ادا کرے۔ ان دونوں میں کس قول صحیح ہے

مولوی عبد الرحمٰن صاحب حصاروی خریدار صحیفہ اہلحدیث

جواب (۱۲۵) از روئے حدیث زید کا قول صحیح ہے۔ ہاں اگر دوسری رکعت کے رکوع میں کوئی شخص آکر شامل ہو گیا تو فَلْيُضِفْ اِلَيْهَا اُخْرٰى ایک رکعت اور پڑھ لے اس کی نماز ہو جائے گی کیونکہ جمعہ کا ثواب تو امام کے منبر پر بیٹھتے ہی جاتا رہا اور فرشتوں نے کاغذات لپیٹ لئے۔

سوال (۱۲۶) اہل ہنود کی بنی ہوئی مٹھائی اور روٹی کھانی جائز ہے یا نہیں؟

(سائل مذکور)

جواب (۱۲۶) اہل ہنود وغیرہ کفار کی تیار کردہ شئے صرف کافر ہونے کی وجہ سے حرام نہیں ہوتی تاوقتیکہ اس پر غیر اللہ کا نام نہ آئے لہٰذا جائز ودرست ہے۔

سوال (۱۲۷) ایک عورت (یعنی جوڑی) نے ایک بکرا خرید کر ملیر کوٹلے والے پیر کی نیاز کر دیا اور پھر اس کی پرورش کرتی رہی کہ جب اس خانقاہ پر جاؤں گی تو اسے لے جا کر چڑھا دوں گی۔ جب وہ بکرا بڑا ہو گیا تو وہ اسے وہاں غربت کی وجہ سے سفر ریل طے کر کے نہ لیجا سکی اور یہ خیال کیا کہ اب اسے فروخت کر دوں۔ جب میں ملیر کوٹلے کی خانقاہ پر جاؤں گی تو اسی قیمت کا ایک اور بکرا خرید کر چڑھا دونگی چنانچہ اس سے ایک دو معتبر آدمیوں نے جا کر دریافت کیا کہ اس بکرے کی قیمت تو کیا اپنے کام میں لے آئی تو اس نے جواب دیا کہ ہم تو اسے ایسا سمجھتے ہیں جیسا مسلمانوں کے نزدیک خنزیر اور ہندوؤں کے نزدیک گئو ماتا۔ میں نے تو وہ روپے علیحدہ رکھے ہوئے ہیں۔ جب وہاں جاؤں گی تو ان ہی روپوں کا دوسرا بکرا خرید کر چڑھاؤں گی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ بکرا ایک مسلمان نے خرید کر خود بھی کھایا اور دوسروں کو بھی کھلایا جب اسے منع کیا گیا تو جواب دیا کہ اس کے فروخت کر دینے کی وجہ سے یہ غیر اللہ کا نہ رہا تو آیا یہ بکرا حلال ہے یا حرام؟

(سائل یکے از خیر خواہ مسلمین پنجابی)

جواب (۱۲۷) بکرا مذکور قطعاً حرام اور ما اہل لغیر اللہ میں داخل ہے۔ اللہ پاک رب العالمین نے اہلال یعنی رفع الصوت لغیر اللہ کی قید لگائی ہے فروخت کرنے نہ کرنے کی کوئی شرط نہیں۔ جب وہ عورت خود اقراری ہے کہ یہ بکرا فلاں پیر کی نیاز کا تھا میں نے مجبوراً اسے بیچا ہے۔ اور جب کبھی جانا ہوا تو اسی قیمت کا دوسرا بکرا چڑھاؤں گی تو پھر کس طرح حلال ہو سکتا ہے۔ کھانے والے اور کھلانے والے کو تائب ہونا چاہئے اور آئندہ کے لئے اجتناب چاہئے۔ ہاں اگر وہ عورت اپنے سابقہ عقیدہ سے تائب ہو کر اسے شرک سمجھ کر فروخت کرتی کہ بجز ذات واحد کے کسی کے نام کی نذر ونیاز کرنا شرک اور حرام ہے تو البتہ حلال ہو سکتا وإذ ليس فليس فقط

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفر لہ الغفار المہاجری

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ شعبان ۱۳۴۴ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۲۶ء جلد ۷ نمبر ۹)

سوال (۱۲۸) زمین رہن یعنی گروی رکھنا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز؟

(سائل رحمت خاں درزی از منڈی گیدڑ بہا)

جواب (۱۲۸) صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ شعبان ۱۳۴۴ھ کی جلد ۷ نمبر ۹ میں سوال ۱۲۲ کا جواب ملاحظہ ہو۔

سوال (۱۲۹) زید خود صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے پیشہ اسکا طعام فروشی ہے رمضان شریف کے مہینہ میں نام کے مسلمان بے روزہ داروں کے ہاتھ روٹی وغیرہ فروخت کرتا ہے آیا ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟

(سائل خریدار صحیفہ اہلحدیث فوق الذکر)

جواب (۱۲۹) رمضان شریف میں غیر صاحب عذر بے روزہ دار مسلمان کے ہاتھ روٹی وغیرہ فروخت کرنا معصیت الٰہی پر ایک قسم کی اعانت اور مدد کرنا ہے جو ایسا نہ چاہئے وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ الآیۃ ہاں ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے میں بھی کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ رکوع سجود قومہ باطمینان موافق شریعت کے کرتا ہو۔

سوال (۱۳۰) تحصیلدار کو کوئی صاحب زکوٰۃ سوائے سرکاری مال کے اگر کچھ خاص طور سے دیدے تو اسے لے لینا اور امیر یا امام کے پاس جمع کرانا اور یہ کہہ دینا کہ یہ مجھ کو الگ ملا ہے جائز ہے یا نہیں؟

(سائل ابو عبد الحفیظ خریدار صحیفہ از جودھپور)

جواب (۱۳۰) ہر گز جائز نہیں کیونکہ عامل یا تحصیلدار کو جو بیت المال سے تنخواہ ملتی ہے بس اسکا وہی حق ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تحصیلدار زکوٰۃ اُگا کر لایا اور کہا کہ یہ تو سرکاری مال ہے اور یہ اس نے مجھ کو خاص طور سے دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کچھ سخت ترش الفاظ بولے اور آپ بہت ناراض ہوئے وغیرہ (کتب حدیث)

سوال (۱۳۱) صدقہ فطر قبل نماز عید کے نکال کر رکھ لیا پھر بسبب بھول کے تحصیلدار کے نہ پہنچنے کے بعد نماز عید کے دیا تو صدقہ فطر ادا ہوا یا نہیں۔

(سائل مذکور)

جواب (۱۳۱) مسئلہ تو یہی ہے کہ نماز عید کے قبل ہی ادا کر دینا چاہئے اگر بھول چوک معاف ہے ایسی حالت میں بعد بھی ادا کریگا تو درست ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے کام کی نسبت دریافت کیا گیا جو کہ پہلے کرنا تھا مگر بوجہ بھول کے پیچھے کیا گیا تو آپ نے فرمایا لا حرج کوئی حرج نہیں۔ آئندہ کے واسطے خیال رکھنا چاہئے۔

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفر لہ الغفار المہاجری

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ شوال ۱۳۴۴ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۲۶ء جلد ۷ نمبر ۱۰)

سوال (۱۳۲) زیر زبر والا قرآن مجید یعنی معرب کی تلاوت کرنا بدعت ہے یا جائز؟

مستفتی ابو سعید محمد محی الدین صاحب ضلع ڈھاکہ

جواب (۱۳۲) جو شخص بدعت کہے اس کا قول خود بدعت ہے۔ معرب قرآن شریف کی تلاوت کرنا برابر جائز ودرست ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکماً فرمایا ہے أعربوا القرآن الحدیث یعنی قرآن پر (اعراب) زیر زبر لگاؤ۔ ملاحظہ ہو کتب حدیث

سوال (۱۳۳) بیٹا بیٹی کی طرف سے پوتی کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے یا جائز؟

(سائل فوق الذکر)

جواب (۱۳۳) مطلقاً حرام اور ناجائز ہے قرآن مجید میں صریح الفاظ موجود ہیں حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ الآیۃ جیسے لفظ اُمّہات میں سوتیلی ماں اور نانی دادی داخل ہیں اور ان کی حرمت اس سے بالوضاحت ثابت ہوتی ہے ایسے ہی لفظ بنات میں پوتی اور نواسی بھی داخل اور شامل ہے کذا فی موضح القرآن لمولانا شاہ عبدالقادر الدہلوی رح

سوال (۱۳۴) ریل گاڑی میں نماز پڑھنا بدعت ہے یا جائز؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۳۴) ریل گاڑی کی کوئی تخصیص نہیں عام سواری پر جو اپنے قبضہ و قدرت کی ہو نفلی نماز پڑھنی جائز درست ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر حسب ضرورت پڑھ لیا کرتے تھے اور جو اپنے قبضہ و قدرت کی نہ ہو اس پر فرض و نفل دونوں پڑھنے جائز درست ہیں لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الدِّينُ يُسْرٌ وایضاً حَيْثُمَا أَدْرَكَتِ الصَّلوٰةُ فَصَلِّ الحدیث۔

سوال (۱۳۵) زید کہتا ہے کہ جس وقت کوئی مسلمان مسجد میں وضو کر کے آئے تو بغیر پڑھے دو رکعت کے نہ بیٹھے۔ بکر کہتا ہے کہ بیشک افضل بہتر یہی ہے لیکن اگر بغیر پڑھے دو رکعت کے بیٹھ جائے تو اس کے لئے کوئی جرم یا وعید نہیں ہے۔ ہاں اگر جمعہ کے دن آئے تو بغیر پڑھے دو رکعت کے نہیں بیٹھ سکتا گو امام خطبہ ہی کیوں نہ پڑھ رہا ہو۔ الغرض زید اسکا مخالف ہے اب آیا زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟

سائل ابراہیم جیوری از بنگلہ فاضلکا

جواب (۱۳۵) دونوں میں سے بکر کا قول صحیح ہے۔

مفتی ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار المہاجری

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۲۸ء جلد، نمبر ۱۱)

سوال (۱۳۶) ناٹک اور تھیٹر، بائسکوپ میں جانا مسلمان کے لئے کیسا ہے۔ اگر اس نیت سے جائے کہ بادشاہ وغیرہ کے قصے دیکھنے سے کچھ فائدہ پہنچے تو بھی جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مستری محمد عمر صاحب ٹھیکیدار رائے سینہ دہلی خریدار صحیفہ اہلحدیث۔

جواب (۱۳۶) ہمارے نزدیک ایسے کل مقامات میں جانا تضیع اوقات اور لغو میں داخل ہے خدا رب العزت نے لغو، بیہودہ جگہوں اور فعلوں سے منع کیا ہے وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ روز محشر میں جب مالک الملک کی جانب سے سوال ہوگا کہ بتاؤ تم نے اپنی عمر اور اپنا وقت کہاں صرف کیا تو کیا یہی جواب دو گے کہ بائسکوپ اور ناٹکوں میں جہاں عورتوں مردوں کی تصویریں دکھائی جاتی ہیں جہاں سے رحمت کا

فرشتہ کوسوں دور بھاگتا ہو جہاں دیگر فحش کام ہوتے ہوں وہاں صرف کی؟ شرم شرم شرم۔ ہاں بادشاہوں کے قصے قصائص دیکھنے کے لئے بھی کتاب و سنت کافی ہے۔ سورہ قصص وغیرہ پڑھو اور آخرت کا فائدہ حاصل کرو۔

سوال (۱۳۷) کسی مسلمان موحد کی عورت بھاگ کر گھر سے نکل جاوے اور عرصہ تک حرام کراتی رہے اور اس کا خاوند غیر مردوں کے پاس اس کو اپنی آنکھ سے دیکھتا بھی رہے تو کیا اب بھی وہ مرد اس کو طلاق نہیں دے سکتا۔ اس عورت کو طلاق دینا لازم ہے یا گھر میں رکھ لینا مناسب ہے کیا وہ عورت شریعت سے الگ نہیں ہوئی؟ (سائل مذکور بالا)

جواب (۱۳۷) اگر عورت مذکورہ اپنے فعل قبیح سے توبہ کرے اور باز آجائے تو مرد مذکور اسے اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے کیونکہ وہ عورت عنداللہ صرف بوجہ حرامکاری کے اسلام سے خارج نہیں ہوئی مرتکبہ کبیرہ ہے۔ قرآن میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ جب عنداللہ مشرک اور کافر کی توبہ قبول ہے تو زانی اور زانیہ کی کیوں نہیں۔ ہاں اگر شخص مذکور کی غیرت تقاضا کرے اور وہ نہ رکھے تو یہ امر دیگر ہے اسے طلاق دیکر جدا کردے۔ (مفتی ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار المہاجری)

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۸ء جلد، نمبر ۱۲)

سوال (۱۳۸) زید لاولد تین ہمشیرہ اور دو چچا چھوڑ کر فوت ہوگیا۔ زید کے پاس کچھ جائداد ہے۔ عرض یہ ہے کہ زید کے ہر دو چچا اور ہر سہ ہمشیرہ کو کتنا ورثہ ملے گا۔ بینوا توجروا۔

(سائل مولوی عبدالصمد صاحب خریدار صحیفہ)

جواب (۱۳۸) زید متوفی کا کل ترکہ بعد ادائیگی دین وما تقدم علی الارث کے ۳ سہام پر منقسم کر کے ثلثین ہر سہ اخوات اور ایک ثلث (ما بقی) کے دو حصے کر کے ہر دو اعمام کو نصف نصف ملے گا بدلیل آیت کلام اللہ فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ الآیۃ تفسیر جامع البیان میں تحت آیت مذکورہ مسطور ہے فَإِن كَانَتَا أَيِ الْأُخْتَانِ اثْنَتَيْنِ فَصَاعِدًا فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ الْأَخُ الخ

مسئلہ زید ۳

اعمام ۲	اخوات ۳
ثلث	ثلثین

سوال (۱۳۹) ایک عورت کو اس کے خاوند نے عرصہ تین سال سے خرچ نہیں دیا وہ ہر چند طلب کرتی رہی مگر اس نے کچھ توجہ نہیں کی جس کا شاہد ایک محلہ ہے اب وہ خاوند کرنا چاہتی ہے جہاں ارادہ کرنے کا ہوتا ہے وہاں فوراً اسکا خاوند مذکور کہہ دیتا ہے کہ یہ تو میری بیوی ہے میں نے طلاق نہیں دی۔ الغرض نہ تو آپ بساتا ہے نہ کسی دوسری

جگہ نکاح کرنے دیتا ہے۔ عورت مذکورہ نان ونفقہ وغیرہ حوائج انسانیہ سے نہایت تنگ اور محتاج ہے لہٰذا عرض ہے کہ عورت مذکورہ دوسری جگہ اپنا عقد کر سکتی ہے یا نہیں اور خاوند مذکور کے لئے کیا حکم ہے؟ (سائل حکیم برکت علی صاحب پنجاب)

جواب (۱۳۹) خاوند مذکور ازروئے قرآن وحدیث ظالم اور گنہگار ہے کہ صریح آیاتِ قرآنیہ واحادیث نبویہ کے خلاف کرتا ہے۔ عورت کا نان ونفقہ وغیرہ بذمہ خاوند واجب الاداء ہے جب اس وجوب کا وہ تارک ہے تو ازروئے شریعتِ محمدیہ عورت مذکورہ اپنا عقد اول فسخ کرا کے عقد ثانی بلاریب کر سکتی ہے مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ الآية

سوال (۱۴۰) بستیوں اور گاؤں میں جمعہ کی نسبت کیا حکم ہے کیونکہ اکثر لوگ جمعہ کیلئے شہر اور تجارت وغیرہ کی شرط لگاتے ہیں۔ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت کے صحابہ کے وقت میں بستیوں اور گاؤں میں جمعہ پڑھا گیا ہو تو اس بستی کا نام معہ حوالہ کتاب و صفحہ تحریر فرماویں (سائل صدرالدین وابراہیم جھنیبہ صاحبان از پنجاب ریاست فریدکوٹ)

جواب (۱۴۰) بستیوں اور دیہاتوں میں جمعہ پڑھنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے لقول النبی صلے اللہ علیہ وسلم اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ اِلَّا عَلٰى اَرْبَعَةٍ عَبْدٍ مَمْلُوْكٍ اَوِ امْرَأَةٍ اَوْ صَبِيٍّ اَوْ مَرِيْضٍ (ابوداؤد) حدیث ہذا سے اس امر کی بخوبی توضیح وتشریح ہو گئی کہ باستثنائے چار اشخاص (غلام، عورت، بچہ، بیمار) ہر مسلم شخص پر جمعہ واجب اور فرض عین ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کو بقیود محدثہ وشروط مخترعہ غیر معتبرہ (مثل سلطان ومصر وتعداد اشخاص وغیرہ) مقید ومشروط نہیں فرمایا بلکہ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ کا ایک واضح اور غیر مؤول لفظ فرما کر مؤولین ومخالفین کی تاویلات باطلہ کو یکدم رد کر دیا۔ ہاں جن لوگوں کے نزدیک دیہاتوں اور گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔ ان کے عندیہ میں اگر دیہات اور گاؤں میں کوئی مسلمان ہی نہیں رہا تو یہ امر دیگر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں فرمایا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ مراد سعی فاسعوا سے دوڑنا نہیں بلکہ مطلق چلنا مراد ہے علامہ مصنف نے اسی لئے یہ تفسیر کر دی کہ حدیث میں نماز کی طرف دوڑ کر آنا منع ہے کتاب التفسیر میں انشاء اللہ آئے گا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فاسعوا کی جگہ فامضوا پڑھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ قرات امام بخاری رحمہ اللہ کی اس تفسیر کی مؤید ہے۔ اللہ کے ذکر (یاد) سے مراد امام کا وعظ وخطبہ ہے عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ اِلٰى مَوْعِظَةِ الْاِمَامِ آیت پارہ ۲۸ سورہ جمعہ میں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت سے جمعہ کی فرضیت پر استدلال کیا ہے کہ امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت جب اذان ہو تو نماز کے لئے اٹھ کھڑا ہونا اور چلنا فرض ہے کیونکہ اذان

فرض نمازوں کے لئے شروع ہوئی ہے لہٰذا جمعہ کی نماز بھی فرض ہے اور عہد نبوی میں بھی ایک اذان ہوتی تھی۔ آج کل جو لوگ مسجد میں دو اذانیں کہلواتے ہیں یہ ثابت نہیں۔ امام شافعی رح نے اپنی کتاب الام میں جمعہ کی فرضیت پر آیت ہذا سے استدلال کیا ہے کہ جمعہ کی اذان کے وقت خرید وفروخت حرام ہے تو مباح چیز کا حرام ہونا نہیں ہوتا مگر واجب کے لئے۔ اور یہ آیت مدنی ہے لہٰذا جمعہ مدینہ میں فرض ہوا (فتح وقس وغ)

جمعہ کی فرضیت فرضِ کفایہ نہیں بلکہ فرض عین ہے۔ جملہ فہدانا اللہ اس فرضیت وتعمیم پر دال ہے یعنی جمعہ یہود ونصاریٰ پر فرض تھا وہ بہک گئے۔ یہود نے ہفتہ کا دن مقرر کیا نصاریٰ نے اتوار کا۔ ہمیں اللہ نے ہدایت کی ہم جمعہ کی فرضیت پر قائم ہو گئے۔ مصنف عبدالرزاق میں بسند صحیح آیا ہے کہ آپ کے مدینہ تشریف لانے اور جمعہ کی آیت نازل ہونے سے پہلے اہل مدینہ جمع ہوئے اور کہنے لگے یہود کے ہاں ایک دن ہفتہ ہے جس میں وہ جمع ہوتے ہیں اور عیسائیوں کے ہاں اتوار ہے۔ آؤ ہم بھی ایک دن ٹھیرالیں جس میں اللہ کو یاد کریں۔ پس انہوں نے عروبہ کا دن ٹھیرایا اور اسعد بن زرارہ نے ان کو جمعہ کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ الآية اس کی شاہد مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن خزیمہ کی روایت ہے۔ کعب بن مالک نے کہا مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے جس نے ہمیں جمعہ پڑھایا وہ اسعد بن زرارہ تھا الحدیث۔

معلوم ہوا کہ ان صحابہ رضی نے جمعہ کا دن اجتہاد سے اختیار کیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجکر فرض کر دیا مسلم کی روایت میں ابوالزناد رضی سے آیا ہے كُتِبَ عَلَيْنَا یعنی اللہ نے ہم پر جمعہ فرض کر دیا۔ جمعہ کی فرضیت پر تمام امت کا اجماع ہے۔ بیہقی میں بروایت جابر وابی سعید رضی سے مرفوعاً آیا ہے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةَ الْجُمُعَةِ ابوداؤد میں ہے اَلْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ نسائی میں ہے رَوَاحُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ عینی شرح بخاری میں ہے فَدَلَّ عَلٰى اَنَّ الْجُمُعَةَ اٰكَدُ مِنَ الظُّهْرِ الْفَرِيْضَةِ فَصَارَتِ الْجُمُعَةُ فَرْضَ عَيْنٍ یعنی جمعہ فرض عین ہے اور اس کی فرضیت ظہر کی فرضیت سے بھی زیادہ مؤکد ہے۔

ابن قدامہ رح نے مغنی میں کہا مسلمانوں نے جمعہ کے واجب ہونے پر اتفاق کیا ہے اب جو لوگ اپنی نوکری، مزدوری، تجارت، سوداگری، کاشتکاری، زمینداری وغیرہ کی وجہ سے جمعہ چھوڑ دیتے ہیں یہ سب تارکِ فرض اور خدا کے چور ہیں۔ مسند احمد ومسلم میں مرفوعاً آیا ہے کہ جو جمعہ میں نہیں آتے میرا جی چاہتا ہے کہ ان کے گھر جلا دوں۔ ابوہریرہ رضی کی روایت میں ہے کہ یا تو لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ ان کے دلوں پہ اللہ تعالیٰ مہر کر دیگا

پھر وہ غافلوں میں ہو جائیں گے۔ نسائی میں ہے جس نے تین جمعے بلا عذر شرعی چھوڑ دیئے اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ طبرانی کبیر میں ہے کہ وہ منافقوں میں لکھ دیا جاتا ہے ابن ماجہ میں ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ مسند ابو یعلیٰ میں ہے اس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔ ابوداؤد و نسائی میں ہے جس نے بلا عذر شرعی جمعہ چھوڑا وہ ایک دینار (اشرفی) کفارہ ادا کرے یا نصف دینار (اگر غریب ہے) وغیرہ وغیرہ۔ فتح۔ قس ک۔ ع۔

امام نووی نے کہا یہ صحیح حدیثیں جن میں اس مسئلہ کی تصریح ہے اور متعدد طرق سے مروی ہیں امام مالک وغیرہ پر حجت ہیں۔ امام مالک وغیرہ کی رائے پر حدیث مقدم ہے حنفیہ کے نزدیک کسی سورت کو نماز میں مخصوص کرنا اور مالکیہ و بعض حنابلہ کے نزدیک نماز میں سجدہ والی سورت پڑھنا مکروہ ہے حالانکہ یہ دونوں فعل نبی علیہ الصلوۃ والسلام و صحابہ کرام و تابعین عظام سے ثابت ہیں دیکھو نووی شرح مسلم جلد اول ص ۳۲۱ نے قیام اللیل مروزی ص ۳۱۔ ابوداؤد طیالسی ص ۲۵ ج ۲۔ بیہقی ج ۲ کتاب الجمعہ ص ۲۰۱ و نیز جلد ۲ ص ۳۹۱ کتاب الصلوۃ۔ نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۵۵۔ تفسیر ابن کثیر۔ فتح البیان، در منثور، مشکوۃ و کتب صحاح ستہ۔ یہ کیسے مسلمان ہیں جو اپنے نبی کے فعل اور سنت کو مکروہ کہتے ہیں العیاذ باللہ۔

اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حنفیہ کا رد کیا ہے جو جمعہ کے لئے شہر وغیرہ کی شرط لگاتے ہیں۔ اہلحدیث مذہب یہ ہے کہ جمعہ کی شرطیں جو برادران احناف نے لگائی ہیں وہ سب بے دلیل ہیں۔ اور جمعہ کی نماز دوسری نمازوں کی طرح ہے صرف جماعت کی اس میں شرط ہے یعنی امام کے سوا کم از کم ایک آدمی اور ہونا اور نماز سے پہلے دو خطبے پڑھنا۔ جو مسلمان گاؤں گوٹ یا کسی بستی میں رہتے ہوں دار الحرب ہو یا دار الاسلام جیسے اور وقتوں کی نماز ان پر فرض ہے ویسے ہی جمعہ بھی فرض ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بحرین کو لکھا تھا جَمِّعُوا حَيْثُ مَا كُنْتُمْ تم جہاں کہیں بھی ہو جمعہ ضرور پڑھا کرو (ابن ابی شیبہ و صحیح ابن خزیمہ) بیہقی میں ہے کہ ہر شہر و ہر گاؤں جس میں جماعت ہو وہ جمعہ پڑھنے کا حکم دیئے جائیں کیونکہ مصر اور مصر کے آس پاس والے گاؤں گوٹ کے لوگ حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی خلافت میں ان کے حکم سے جمعہ پڑھتے تھے۔ مسند عبدالرزاق میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح آیا ہے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان پانی کے جھیتڑ پر رہنے والے لوگ جمعہ پڑھتے تھے (فتح) وکیع کی روایت میں ہے کہ جواثی بحرین کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے حافظ نے کہا ظاہر ہے کہ قبیلہ عبدالقیس نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم کے بغیر اپنے گاؤں

میں جمعہ کی نماز قائم نہیں کی کیونکہ صحابہ کرام کی عادت تھی کہ زمانہ نزول وحی میں امور شرعیہ کیساتھ منفرد ہوتے میں جلدی نہیں کرتے تھے۔ اگر گاؤں گوٹ میں جمعہ پڑھنا منع ہوتا تو ضرور اس کی ممانعت میں قرآن نازل ہو جاتا۔ اور جوہری و زمخشری وغیرہ نے جواثی کو جو قلعہ لکھا ہے تو یہ اس کے گاؤں ہونے کے منافی نہیں کیونکہ عہد نبوی میں یہ گاؤں تھا پھر آبادی بڑھتے بڑھتے شہر ہو گیا جیسے پنجاب میں امرتسر ایک پانی کا نام تھا اور اس کے پاس ایک چھوٹا سا گاؤں آباد تھا۔ اب وہی گاؤں شہر ہو گیا۔ (فتح و تسہیل)

وادی قری مدینہ طیبہ کے ضلع میں ایک گاؤں ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو جمادی الثانیہ ۷ھ میں خیبر سے واپس آتے ہوئے فتح کیا تھا (فتح)

ایلہ ایک مشہور شہر ہے۔ شام کے راستہ میں مدینہ اور مصر کے درمیان سمندر کے کنارہ پر اور رزیق عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے ایلہ کے مقامی امیر تھے اور ضلع ایلہ کے جنگل میں شہر سے باہر ان کی اپنی زمین تھی وہاں کاشت کراتے تھے، وہاں ان کے مزارع، نوکر چاکر اور کچھ حبشی رہتے تھے۔ رزیق نے ابن شہاب زہری تابعی سے دریافت کیا کہ میں یہاں جمعہ قائم کروں؟ ابن شہاب نے حدیث پیش کر کے جواب لکھا کہ ہاں اس گاؤں و دیہات میں بھی ضرور جمعہ قائم کرو ورنہ قیامت کے دن پوچھے جاؤ گے۔ جس طرح ایک بادشاہ کے ذمہ اپنی رعیت کی نگہبانی دیکھ بھال لازم و ضروری ہے اسی طرح تمہارے ذمہ واجب ہے اپنے ماتحتوں میں جمعہ جماعت اعیاد وغیرہ احکام شرع قائم کرو۔

ابن منیر نے کہا اس حدیث میں دلیل ہے گاؤں گوٹ میں جمعہ قائم کرنے کی بخلاف حنفیہ کے جو شہر وغیرہ کی شرط لگاتے ہیں۔ اہلحدیث کے نزدیک جمعہ مثل دیگر نمازوں کے فرض ہے اگر کسی جگہ دو آدمی ہوں اور جمعہ پڑھ لیں تو جمعہ ادا ہو جائے گا۔ شہر یا بادشاہ یا مخصوص عدد کی شرط قرآن و حدیث میں نہیں آئی۔ البتہ امام ابن تیمیہ نے منتقی میں جمعہ کی نماز چالیس آدمیوں کے ساتھ قائم کرنے اور گاؤں گوٹ بستیوں میں پڑھنے پر باب باندھا ہے۔ ابوداؤد و ابن ماجہ میں کعب بن مالک سے ہے کہ ہم مدینہ کے گاؤں گوٹ میں چالیس آدمی تھے اور اسعد بن زرارہ ہمیں جمعہ پڑھاتے تھے۔ یہ واقعہ ۴۰ آدمیوں کے شرط ہونے کی دلیل نہیں کیونکہ یہ ایک خاص واقعہ ہے اس وقت اتفاقاً وہاں ۴۰ ہی آدمی تھے۔ اصول کا مسئلہ ہے۔ وَاقِعَةُ عَيْنٍ لَا عُمُومَ لَهَا اس سے کم عدد بھی ثابت ہے طبرانی نے ابومسعود انصاری سے نقل کیا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے تشریف لانے کے پہلے جب شروع شروع مہاجرین مدینہ میں آئے تو مصعب بن عمیر نے ان کو جمعہ پڑھایا اور وہ سب بارہ آدمی تھے طبرانی و ابن عدی میں مرفوعاً آیا ہے کہ جمعہ ہر بستی پر واجب ہے اگرچہ وہ تین ہوں اور چوتھا ان کا امام ہو۔ یہی قول ہے امام ابو حنیفہ رح کا اور ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک یہ شرط ہے کہ دو مقتدی ہوں

تیسرا امام - امام سیوطیؒ نے کہا جمعہ کے لئے کسی حدیث سے مخصوص عدد کی تعیین ثابت نہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو اور دو سے زیادہ کو جماعت فرمایا ہے - باقی نمازیں دو سے قائم ہوسکتی ہیں تو جمعہ کیوں نہیں قائم ہوسکتا ہے (فتح وذیل)

مفتی ابو محمد عبد الستار غفر لہ الغفار المہاجری

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ مطابق نومبر ۱۹۲۶ء جلد ۸ نمبر ۶

سوال (۱۴۱) ماہ شعبان میں دو روزہ سے کم ہیں یا نہیں؟

(سائل محمد ادریس ساکن باہور ڈاک خانہ جنگی پور)

جواب (۱۴۱) ماہ شعبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے کم سے کم دو روزے ضرور رکھے - مشکوٰۃ میں ہے کہ آپ نے ایک صحابی کو شعبان کے روزے نہ رکھنے پر رمضان کے بعد دو روزے رکھنے کا حکم فرمایا فقط واللہ اعلم

سوال (۱۴۲) زید نے اپنی بی بی ہندہ کو ایک مجلس میں تین طلاق دیں - بعد چار مہینے کے زید رجعت کرنی چاہتا ہے - ازروئے قرآن وحدیث کے زید کیلئے رجعت ہے یا نکاح ثانی - اگر نکاح ثانی ہے تو کس دلیل سے - بینوا توجروا (سائل فوق الذکر)

جواب (۱۴۲) زید کی زوجہ مطلقاً نہیں رہی کیونکہ چار مہینے ہو چکے - زید کو چاہئے تھا عدت کے اندر رجعت کرتا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ اب بائنہ ہو چکی تو رجوع کیسا؟ ہاں تجدید نکاح کرا سکتا ہے لقولہ تعالیٰ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ فقط واللہ اعلم

سوال (۱۴۳) کیا قے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے - (سائل رفیق کرتالوی)

جواب (۱۴۳) عمداً قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے - ہاں البتہ اگر مجبوری سے قے ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال (۱۴۴) زید برائے ادائے فریضہ حج بمع اپنی بیوی وہمشیرہ جاتا ہے - زید کی سگی مامی بعمر اسّی سالہ وزید کی ماموں زاد بہن بعمر ۴۴ سالہ ودیگر دو تین مستورات اہل محلہ واقف ہر بھی زید کی ہی معیت میں ادائے فریضہ حج جانا چاہتی ہے - اندریں صورت زید کی حقیقی مامی وماموں زاد بہن ودیگر مستورات ازروئے شرع شریف زید کے ساتھ جا سکتی ہیں یا کہ نہیں - بینوا توجروا

سائل محمد اکرم از پٹیالہ سڑک توپ خانہ محلہ نندہ گراں

جواب (۱۴۴) زید کی حقیقی مامی وماموں زاد بہن حج بیت اللہ جا سکتی ہیں اور دیگر مستورات بھی جا سکتی ہیں کیونکہ آیت عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ عام ہے ونیز حدیث بخاری میں وارد ہے کہ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ ہاں اگر راستہ میں فتنہ فساد ہو تو امر دیگر ہے ورنہ امن میں کسی نیک صالح کے ہمراہی میں بغرض فریضہ کچھ جرم نہیں ہے - واللہ اعلم -

(مفتی) عاجز الی اشفاق محمد اسحاق قائم مقام مفتی عبد الستار صاحب

نوٹ - فتووں کی غلطی پر ہر اہل علم اطلاع دے سکتے ہیں (مفتی)

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ شوال ۱۳۴۶ھ مطابق مارچ ۱۹۲۹ء جلد ۸ نمبر ۱۰)

سوال (۱۴۵) رمضان شریف میں جو حفاظ بوقت ختم قرآن شریف اخیر رکعت میں سورہ بقرہ کو مفلحون تک پڑھ کر آیات دعائیہ پڑھتے ہیں - آپ صاحبان کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

دعاگو خدا بخش از نیکوکارہ (مورخہ ۲ شوال)

جواب (۱۴۵) اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ رمضان المبارک میں قرآن مجید اثنائے تراویح یا دیگر کسی وقت اور کسی حالت میں ختم کر کے سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ از اول تا مفلحون پڑھنی شریعت اسلامیہ سے ثابت ہے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور زرارہ بن ابی اوفیٰ ہر دو صحابی سے مروی ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ خدائے بزرگ وبرتر کے نزدیک کونسا عمل زیادہ بہتر اور محبوب تر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا اَلْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قِيْلَ وَمَا الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ صَاحِبُ الْقُرْاٰنِ يَضْرِبُ مِنْ اَوَّلِ الْقُرْاٰنِ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَمِنْ اٰخِرِهٖ اِلٰى اَوَّلِهٖ كُلَّمَا حَلَّ ارْتَحَلَ یعنی افضل ومحبوب تر عمل اترنا اور کوچ کرنا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اترنے اور کوچ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا وہ صاحب قرآن جو اول قرآن مجید سے پڑھنا شروع کرتا ہے اور آخر تک مسافر کی مانند منزلیں طے کرتا ہوا پہنچتا ہے اور آخر کی طرف سے ختم کر کے پھر اول کی طرف سے پڑھنا شروع کر دیتا ہے الخ

اس حدیث کو حضرت امام الحجۃ الاوحد الثقۃ الحافظ المتقن ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی اپنی کتاب جامع ترمذی کے ابواب القرات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور جناب الامام الحافظ شیخ الاسلام قدوۃ الجہابذۃ النقاد الاعلام ابو محمد عبد الرحمٰن دارمی سمرقندی اپنی کتاب "مسند دارمی" کے باب فی ختم القرآن میں اور جناب السید المجتہد المحقق الہمام المؤید من مولاہ القدیر الباری ابو الطیب صدیق بن حسن (قنوجی بخاری) والی ریاست بھوپال تفسیر فتح البیان میں لائے ہیں۔

حضرت الفاضل الورع الماہر شمس المفاخر مولانا محمد طاہر صاحب مجمع بحار الانوار میں حدیث مذکور کی مزید تشریح وتوضیح یوں فرماتے ہیں اَلْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ فِيْ جَوَابِ

اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قِیْلَ وَمَا الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ الْخَاتِمُ الْمُفْتَتِحُ وَهُوَ مِنْ یَخْتِمُ الْقُرْاٰنَ بِتِلَاوَتِهٖ ثُمَّ یَفْتَتِحُ التِّلَاوَةَ مِنْ اَوَّلِهٖ شَبَّهَهٗ بِالْمُسَافِرِ یَبْلُغُ الْمَنْزِلَ فَیَحِلُّ فِیْهِ ثُمَّ یَفْتَتِحُ سَیْرَهٗ اَیْ یَبْتَدِئُهٗ وَكَذٰلِكَ قُرَّاءُ مَكَّةَ اِذَا خَتَمُوا الْقُرْاٰنَ ابْتَدَءُوْا وَقَرَءُوا الْفَاتِحَةَ وَخَمْسَ اٰیَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ الْبَقَرَةِ اِلَی الْمُفْلِحُوْنَ یعنی کونسا عمل افضل ہے کہ جواب میں آپ نے اترنا اور کوچ کرنا فرمایا ہے اور اس کی تفسیر فرمائی ختم کرنے والا اور شروع کرنے والا بایں طور کہ قرآن شریف کو ختم کرکے پھر اول سے تلاوت شروع کردے جیسا کہ مسافر ایک منزل طے کرکے دوسری شروع کردیتا ہے۔ اسی حدیث پر عمل کرتے ہوئے حفاظ مکہ مکرمہ قرآن مجید ختم کرکے پھر سورۂ فاتحہ اور پانچ آیتیں سورۂ بقرہ کی مفلحون تک پڑھتے ہیں۔

پس علامہ موصوف کی اس تشریح اور مکہ معظمہ کے قراء کے عمل سے بالوضاحت ثابت ہوا کہ قرآن مجید ختم کرکے سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ مفلحون تک پڑھنی شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے اور حفاظ قرآن شریف عمل درآمد کرتے آئے ہیں۔

سوال (۱۴۶) ادعیہ جنازہ مقتدی کے واسطے پڑھنی ضروری ہیں یا نہیں۔ جس شخص کو ادعیہ جنازہ یاد نہ ہو وہ شامل جنازہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔ (سائل مذکور)

جواب (۱۴۶) جنازہ کی نماز میں مقتدی بھی ضرور ادعیہ مسنونہ پڑھیں کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مخاطب ہوکر مقتدیوں سے حکماً فرماتے ہیں اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ یعنی جب کبھی جنازہ کی نماز پر کھڑے ہو تو نہایت خلوص وانکساری کے ساتھ میت کے لئے دعا کرو۔

یہ حدیث ابن ماجہ، ابوداؤد، منتقی الاخبار، ابن حبان، بیہقی، تلخیص الحبیر، عون المعبود وغیرہ میں ہے۔ تلخیص الحبیر عون المعبود وغیرہ میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں وَالسُّنَّةُ اَنْ یَّفْعَلَ مَنْ وَّرَاءَهٗ مِثْلَ مَا فَعَلَ اِمَامُهٗ یعنی جیسا کہ امام تکبیریں اور دعائیں وغیرہ پڑھے ویسے ہی مقتدی پڑھے۔

موطا امام مالک میں ہے عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا اَمَرَتْ اَنْ یُّمَرَّ عَلَیْهَا بِسَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ فِی الْمَسْجِدِ حِیْنَ مَاتَ لِتَدْعُوَ لَهٗ الخ یعنی جب سعد بن ابی وقاص صحابی رسول اللہ کا انتقال ہوگیا تو بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جنازہ مسجد میں لاؤ تاکہ میں بھی جنازہ کی نماز میں شریک ہوکر اس کے لئے دعا کروں۔ پس اس حدیث سے بالوضاحت ثابت ہوا کہ عورتیں تک بھی مقتدی میت کے لئے دعا کریں۔

نیز ابوداؤد کی شرح عون المعبود میں باسناد ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ

جنازہ کی دعائیں مقتدی کو بھی پڑھنی ضروری ہیں یا نہیں

كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِذَا اُتِیَ بِجَنَازَةٍ اِسْتَقْبَلَ النَّاسَ وَقَالَ یٰاَیُّهَا النَّاسُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَمْ یَجْتَمِعْ مِائَةٌ یَجْتَهِدُوْنَ لَهٗ فِی الدُّعَاءِ اِلَّا وَهَبَ اللّٰهُ لَهُمْ وَاِنَّكُمْ جِئْتُمْ شُفَعَاءَ لِاَخِیْكُمْ فَاجْتَهِدُوْا فِی الدُّعَاءِ الخ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب جنازہ کی نماز پڑھانے کھڑے ہوتے تو مقتدیوں کی طرف متوجہ ہوکر فرماتے کہ لوگو! میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنازہ کی نماز کے لئے سو آدمی جمع ہوجائیں اور وہ نہایت گڑگڑا کر میت کے لئے دعا کریں تو ضرور اللہ تعالیٰ ان کی دعا اس میت کے حق میں قبول فرماتا ہے اور تم اس وقت اپنے بھائی کی سفارش کے واسطے حاضر ہوئے ہو لہٰذا نہایت جدوجہد کے ساتھ اپنے بھائی کے حق میں دعا کرو۔

پس اس حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ مقتدی میت کے لئے ضرور دعا کریں۔ باقی رہا یہ عذر کہ کسی مرد یا عورت کو کند ذہنی یا بڑھاپے یا اور کسی وجہ سے دعائیں یاد ہونی ناممکن ہوں تو اس مشکل کو بھی شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھول دیا ہے چنانچہ مسند امام احمد۔ ابوداؤد ونسائی۔ ابن حبان۔ دارقطنی، مستدرک حاکم وغیرہ میں

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اٰخُذَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَیْئًا فَعَلِّمْنِیْ مَا یُجْزِئُنِیْ فَقَالَ قُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَیْضًا فَاِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْاٰنٌ فَاقْرَاْ وَاِلَّا فَاحْمَدِ اللّٰهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر معذرت کی اے اللہ کے رسول میں کلام اللہ کی سورت یا آیت پڑھنے سے عاجز ہوں۔ آپ مجھے کوئی ایسی مختصر اور آسان سی دعا سکھلائیے جو قرآن مجید کے بجائے اسکو پڑھا کروں؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ لیا کر۔ ایک اور شخص سے آپ نے فرمایا کہ اگر تجھے قرآن شریف پڑھنا آتا ہے تو فبہا ورنہ الحمد للہ۔ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ پڑھ لیا کر۔

مذکورہ بالا ہر دو حدیث سے یہ سمجھا گیا کہ جب فرض عین نماز میں مختصر الفاظ کی تعلیم دی گئی تو سنن ونوافل اور فرض کفایہ نماز میں باولیٰ درجہ مختصر طور پر اکتفا ہوسکتا ہے لہٰذا ہر دو حدیث مذکورہ کی بنا پر مسلمان و متبع سنت بنی الاسلام علی خمس کے پابند کی نماز جنازہ میں موحد متبع سنت شخص کو ضرور شامل ہونا چاہئے اور یہ چھوٹی سی دعا یعنی اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَاعْفُ عَنْهُ فقط اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ پڑھتا رہے اور وَقِهٖ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ

یہ دعا منقول ہے

سوال (۱۴۷) اگر مؤذن امام ہو تو وہ خود تکبیر کہہ سکتا ہے یا نہیں بمع ثبوت تحریر فرمائیں
سائل مذکور

جواب (۱۴۷) جواب والا صحیفہ باوجود تلاش و کوشش بسیار دستیاب نہ ہو سکا
مفتی ابو محمد عبد الستار غفر لہ الغفار المہاجری

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۸ء جلد ۷ نمبر ۱۲
ماہ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۲۶ء جلد ۸ نمبر ۳

سوال (۱۴۸) ایک امام نے مغرب کی نماز پڑھائی۔ اول رکعت میں بعد فاتحہ کے سورۃ نصر پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھی۔ جب امام نماز سے فارغ ہوا تو ایک مقتدی جو کہ دیوبند کے تعلیم یافتہ ہیں کہا کہ نماز نہیں ہوئی۔ نماز پھر سے دُہراؤ کیونکہ شامی میں لکھا ہے کہ اگر چھوٹی سی سورت بیچ میں چھوڑ دی جاوے تو نماز فاسد ہے۔ امام نے کہا نماز ہو گئی دوہرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ وہ نماز دوہرانی چاہیئے یا نہیں؟
(سائل محمد زکریا)

جواب (۱۴۸) نماز دوہرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ امام مذکور حق بجانب ہے عند الشرع (یعنی قرآن و حدیث) ایک یا زیادہ سورتیں چھوٹی ہوں یا بڑی درمیان میں چھوڑ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ سورتوں کی تقدیم و تاخیر و تعیین سے نماز میں عند الشرع کچھ نقص آتا ہے یہ مذہبی لوگوں کی من گھڑت ہے۔ شامی کوئی دین اسلام کی کتاب نہیں جو قابل حجت ہو سکے۔

سوال (۱۴۹) زید ڈاڑھی صفاچٹ کراتا ہے۔ امام مسجد نے زید سے کہا کہ ڈاڑھی منڈوانا حرام اور نصاریٰ کی مشابہت ہے۔ پس زید نے کہا کہ ڈاڑھی منڈوانا اپنی خوشی کی بات ہے خواہ منڈواوے خواہ رکھے۔ ہم نے کابل و مصر وغیرہ میں دیکھا ہے وہ منڈاتے ہیں۔ اگر حرام ہوتا تو وہ لوگ کیوں منڈواتے۔ سوال یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈوانا کیسا ہے اور منڈوانے والے کے واسطے کیا حکم ہے؟
(سائل مذکور)

جواب (۱۴۹) ڈاڑھی منڈوانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور منڈوانے والا مرتکب کبیرہ کا ہے اگر اپنے اس فعل پر شرمندہ ہو تو مسلمان ہے اور اگر مقابلہ کرے اور گناہ کبیرہ حرام نہ سمجھے بلکہ جائز و درست جانے اور حدیث رسول کے مقابلہ میں عوام الناس کی مثال پیش کرے تو کافر ہے۔ یوں تو انگریز خنزیر کھاتے ہیں تو کیا ان کے کھانے سے وہ حلال ہے اور اس کا کھانا درست ہرگز نہیں کسی کے کرنے نہ کرنے پر مسئلہ شرعی کا دارومدار نہیں ہے وقس علی ہذا

سوال (۱۵۰) زید نے امام مسجد سے کہا کہ خطبہ مترجم پڑھنا بند کر دو کیونکہ مترجم پڑھنے کو

علمائے دیوبند نے مکروہ لکھا ہے لہذا حرام ہے اور ہم سب کی نماز خراب ہو جاتی ہے۔ امام نے کہا کہ خطبہ مترجم پڑھنا جائز ہے اور نماز خراب نہیں ہوتی۔ آیا امام کا قول صحیح ہے یا زید کا؟ نیز خطبہ مترجم بند کر دیں یا نہیں؟
(سائل مذکور)

جواب (۱۵۰) امام کا قول صحیح اور زید کا قول غلط ہے۔ نیز خطبہ مترجم پڑھنا جائز و درست ہے۔ علمائے دیوبند کا قول قابل سند نہیں تاوقتیکہ کوئی آیات قرآنی یا حدیث نبوی مطابقت میں نہ ہو کما لا یخفی علی ماہر الکتاب والسنہ۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ الآیۃ یعنی ہر نبی کو ہم نے اس کی قوم کی زبان میں بھیجا ہے تاکہ وہ ان کی مادری زبان میں ہمارا کلام سمجھا سکے۔ اب اگر صرف عربی میں خطبہ دیا جائے تو کون سمجھے گا خطبہ کا مقصد بھی فوت ہو جائے گا۔
(مفتی ابو محمد عبد الستار غفر لہ الغفار المہاجری)

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ شعبان ۱۳۴۴ھ مطابق فروری ۱۹۲۶ء جلد ۷ نمبر ۸

سوال (۱۵۱) زید کا نکاح ایک نابالغہ لڑکی سے آگرہ میں ہوا اور زید اس کو اجمیر لے گیا وہاں لا کر اس کو تکلیفیں دیں اور زدوکوب کی اکثر نوبت ہوتی رہی۔ اب اسی وجہ سے لڑکی مجبور ہو کر اس کے نکاح میں رہنا نہیں چاہتی اور زید بھی اس کو طلاق دینا چاہتا ہے مگر اس کا مہر ادا کرنا نہیں چاہتا۔ اب لڑکی کی عمر بارہ سال کی ہے اور زید اس سے جماع و خلوت صحیحہ کر چکا ہے۔ کیا ایسی صورت میں لڑکی زر مہر حاصل کرنے کی مستحق ہے یا نہیں؟
(سائل حافظ محمد عمر ساکن آگرہ)

جواب (۱۵۱) برابر مستحق ہے جب کہ زید اپنی منکوحہ سے جماع کر چکا ہے تو مہر اسکا واجب الادا ہے۔ زید پر فرض ہے کہ مہر ادا کرے کیونکہ اسی مہر کی وجہ سے ہی وہ اس کے لئے حلال ہوئی تھی لقول النبی صلے اللہ علیہ وسلم فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا حالت عدم ادائگی میں زید عند اللہ سخت مجرم اور زانی ہے۔ ہاں اگر منکوحہ زید بخوشی خاطر زید کے لئے کچھ یا سب معاف کر دے تو یہ امر دیگر ہے پھر کچھ جرم نہیں فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ الآیۃ

سوال (۱۵۲) میری بہن چار برس کی تھی جب میری والدہ نے میری ہمشیرہ کی شادی کر دی تھی اور اب میری بہن کی عمر سولہ سال کی ہے اور اس کا شوہر دیوانہ و مجنون ہو گیا ہے کچھ سنتا سمجھتا نہیں اور نہ اس کے نان و نفقہ کا کفیل ہوتا ہے نہ طلاق دیتا ہے اور میری بہن مجبور ہے۔ اب شریعت کیا فیصلہ دیتی ہے؟
(سائل سید علی ساکن شہر مرزاپور)

جواب (۱۵۲) اگر واقعی لڑکی مذکورہ بالغہ کا شوہر مختل الحواس ہو گیا ہے اور علاج معالجہ کچھ نہیں ہو سکتا اور لڑکی مجبور ہے تو شریعت محمدی تفریق کا حکم دیتی ہے ان دونوں کا نکاح فسخ کر دیا جائے

کر دیا جائے جب وہ اس کے نان ونفقہ وغیرہ کا کفیل نہیں تو کیونکر نکاح رد سکتا ہے۔

سوال (۱۵۳) زکوٰۃ الفطر کس جگہ جمع کرنا چاہیئے۔ زید کا قول ہے کہ ہر شخص تقسیم کر سکتا ہے اور بکر کا قول یہ ہے کہ امام کے پاس جمع کرے۔ امام جس طرح چاہے تقسیم کرے اب صورت مسئولہ میں کس کا قول صحیح ہے؟

(سائل مولوی عبد الرزاق صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ کالیدھر گھاٹ)

جواب (۱۵۳) واضح باد کہ قولین میں سے زید کا قول غلط اور بکر کا قول صحیح موافق کتاب وسنت کے ہے۔ واقعی زکوٰۃ فرض وزکوٰۃ الفطر وغیرہ امام کے حوالہ کرنا چاہیئے۔ اسکے متعلق متعدد احادیث واضحہ مروی ہیں چنانچہ موطا امام مالک میں ہے کہ ابن عمر صدقہ فطر عید کے دو دن پہلے اس شخص کے پاس بھیجا کرتے تھے جس کے پاس فطرہ جمع کیا جاتا تھا اَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ یَبْعَثُ صَدَقَۃَ الْفِطْرِ اِلَی الَّذِیْ تُجْمَعُ عِنْدَہٗ قَبْلَ الْفِطْرِ بِیَوْمَیْنِ

نیز فتح الباری کی تیسری جلد کے صفحہ ۲۹۸ میں ہے کہ ابن عمر صدقہ فطر اس شخص کے حوالہ کر دیا کرتے تھے جس کو امام نے فطرہ تحصیلنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ نیز مولانا عبد اللہ صاحب غازی پوری مرحوم بھی اپنے فتوے میں بایں الفاظ رقمطراز ہیں کہ کل قسم کے صدقات (یعنی زکوٰۃ وصدقۃ الفطر وغیرہ وغیرہ) سب امام کے حوالے کر دینے واجب ہیں۔

مفتی ابو محمد عبد الستار غفرلہ الغفار المہاجری

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ مطابق مارچ ۱۹۲۶ء جلد ۵ نمبر ۹)

سوال (۱۵۴) ہندہ بالغ ہو یا نابالغ بغیر اپنے ولی جائز باپ کے غیر کفو میں نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

(سائل عمر الدین جوتہ فروش)

جواب (۱۵۴) ہندہ اگر مسلمہ وموحدہ ہے اور ولی ہندہ گور پرست وتعزیہ پرست مشرک بے دین ہے اور وہ اپنے ہی جیسے شخص بے دین تارک صوم وصلوٰۃ سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور ہندہ کسی مسلم شخص خواہ برادری کا ہو یا غیر برادری کا سے کرنا چاہتی ہے تو ہندہ اپنا عقد بولایت امام وقت یا دیگر کسی مسلم شخص کے کر سکتی ہے خواہ ولی جائز کی اجازت ہو یا نہ ہو۔ ہاں اگر ہندہ کسی بے دین سے کرنا چاہتی ہے بوجہ اس کے مال یا خاندان وغیرہ کے اور اس کا ولی دیندار سے کرنا چاہتا ہے تو ہندہ اپنا نکاح بغیر ولی کے ہرگز نہیں کر سکتی لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ الغرض دین بہر صورت مقدم ہے اور شریعت میں دین ہی کا نام کفو ہے۔

لہ اگر مسئلہ ہذا کی مزید تفصیل درکار ہو تو مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی سے کتاب بنام زکوٰۃ کے فتوے، قیمتاً منگا کر ملاحظہ فرمائیں۔

سوال (۱۵۵) زید کہتا ہے کہ آج کل امام وقت مولانا مولوی عبد الوہاب صاحب دہلی ہیں جو کوئی ان کی بیعت نہ کرے گا اس کا کوئی عمل مقبول نہیں وہ شخص کافر ہے۔

(سائل حافظ غوث محمد بہاری)

جواب (۱۵۵) زید کا یہ کہنا کہ آج کل امام وقت مولانا وامامنا مولوی عبد الوہاب صاحب اطال اللہ عمرہ ہیں بالکل درست اور بجا ہے کیونکہ مولانا صاحب موصوف کو ایک جماعت کثیر اہلحدیثوں کی اپنا امام مان چکی ہے اور وقتاً فوقتاً ان سے اپنے امور دینیہ کی اصلاح کرتی رہتی ہے اللہم زد فزد۔ امام وقت کی سب سے بڑی شناخت دوسرے الفاظ میں شرط یہی ہے کہ وہ داعی الی اللہ ہو چنانچہ مولانا شہید دہلوی اپنے منصب امامت میں رقمطراز ہیں لہٰذا مولانا موصوف سلمہ اللہ میں بفضلہ تعالیٰ علاوہ اس کے اور بھی شرائط موجود ہیں جن کی وجہ سے وہ امام ہیں۔ رہا یہ کہ جو شخص ان کی بیعت نہ کرے گا وہ کافر ہے وغیرہ وغیرہ سب اتہامات ہیں۔ بلکہ حدیث میں تو یوں آتا ہے کہ جو شخص امام وقت کی بیعت نہ کرے گا وہ جہالت کی موت مرے گا جیسا کہ صحیح مسلم میں مروی ہے۔ زید کا یہ قول غلط اور خلاف حدیث ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص بیعت کرنے والے اشخاص پر لعنت طعنہ واستہزا کرے اور حدیث رسول اللہ کو بوجہ تاویلات باطلہ کے نہ مانے تو وہ شخص بیشک کافر ہے۔

سوال (۱۵۶) کیا جناب کا بھی یہی حکم ہے کہ جو شخص جناب کی بیعت نہ کرے وہ کافر ہے اگر ہے تو اس کا کیا ثبوت اور اگر نہیں تو ایسے قائل کو کیا کہا جائے (سائل مذکور)

جواب (۱۵۶) مولانا صاحب کا یہ حکم نہیں کہ جو میری بیعت نہ کرے وہ کافر ہے بلکہ مولانا موصوف کا وہی حکم ہے جو حدیث رسول اللہ صلعم کا ہے یعنی مَنْ مَّاتَ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِہٖ بَیْعَۃٌ مَاتَ مِیْتَۃً جَاہِلِیَّۃً پس جو کوئی یہ کہے کہ مولانا صاحب بیعت نہ کرنے والے کو کافر کہتے ہیں تو وہ دروغ گو اور کاذب ہے۔

نوٹ - سائل صاحب مطلع رہیں کہ آپ کا یہ نام غوث محمد ٹھیک نہیں۔ اگر پہلا لفظ اڑا کر صرف محمد رکھ لیں تو کیا ہی خوب ہو [illegible]

مفتی ابو محمد عبد الستار [illegible]

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ شوال ۱۳۴۴ھ مطابق اپریل ۱۹۲۶ء جلد ۵ نمبر ۱۱)

سوال (۱۵۷) جس جانور کے ساتھ زنا کیا جائے اس جانور کا دودھ پینا یا اس کا گوشت کھانا یا اس کی قیمت استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے

(سائل اعظم علی ضلع رہتک)

جواب (۱۵۷) ایسے جانور کا دودھ پینا یا اس کا گوشت وغیرہ استعمال کرنا عند الشرع جائز نہیں ہے۔ شریعت کا یہ حکم ہے کہ اس جانور کو قتل کر دیا جائے (کتب حدیث)

سوال (۱۵۸) زید تنگ سر نماز پڑھتا پڑھاتا ہے اور اس کے پاس ٹوپی یا پگڑی

موجود ہے اور اس فعل کو سنت سمجھ کر دوسروں کو رغبت دلاتا ہے اور اس فعل پر عمرو لعن طعن کرتا اور برا بھلا کہتا ہے حتیٰ کہ فعل مذکور کے مرتکب کو بدعتی مفسد بے دین گمراہ وغیرہ الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ کیا اس فعل کا ثبوت قرآن و حدیث میں پایا جاتا ہے یا نہیں؟ (سائل محمد اسمٰعیل ضلع مالدہ ڈاک خانہ ہمبن گولہ)

جواب (۱۵۸) فعل مذکور کا ثبوت بڑے وثوق کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ بیشک ننگے سر نماز پڑھنا بھی مسنون طریقہ ہے۔ اس کو بدعت کہنے والا شخص خود بدعتی وغیرہ وغیرہ ہے۔ یہ فعل عہد نبوی کے بعد بھی تعامل صحابہ سے ثابت ہے چنانچہ ایک صحابی نے نماز پڑھائی اور اپنی ٹوپی وغیرہ اتار کر کھونٹی پر رکھدی اور ننگے سر نماز پڑھائی بعد از فراغت نماز کسی معترض نے اعتراض کیا کہ یہ فعل آپ نے کیوں کیا تو صحابی نے جواباً فرمایا کہ (لِيَرَانِي أَحْمَقُ مِثْلُكَ) اس لئے کہ تجھ جیسے احمق نبی کی سنتوں کو بدعتی کہنے والے معلوم کرلیں کہ یہ بھی سنت ہے۔ الغرض زید بجانب حق و ہدایت اور عمرو مفسد بجانب ناحق و ضلالت ہے۔

سوال (۱۵۹) بعد نماز فرض کے اگر کوئی شخص دعا کرے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور دعا کر کے منہ پر ہاتھ ملنے کے وقت کیا کہنا چاہئے یا صرف لا الٰہ الا اللہ کہے یا اسکے ساتھ محمد رسول اللہ بھی کہے قرآن حدیث سے مدلل ثبوت ہو۔ بینوا توجروا (سائل فوق الذکر)

جواب (۱۵۹) بعد نماز کے دعا کر سکتا ہے اور دعا کر کے منہ پر ہاتھ ملنے کے وقت نہ لا الٰہ الا اللہ کہے اور نہ محمد رسول اللہ کہے بلکہ قرآنی تعلیم کے مطابق آخر میں یوں پڑھے سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قرآن مجید پ۱۱ سورہ یونس میں خدائے رب العزت نے یہی فرمایا ہے وَآخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

سوال (۱۶۰) ہندہ موحدہ اہلحدیث کا نکاح زید حنفی مشرک بدعتی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (سائل محمد حسن از جھنڈی پانی ضلع ڈیرہ دون)

جواب (۱۶۰) حنفی موحدہ اہلحدیث جس میں شرک کفر بدعت پایا جاوے اس سے بیٹا بیٹی اور تحفہ تحائف حصہ بخرا بھاجی وغیرہ موالات کا لین دین کرنا حرام ہے بقولہ تعالیٰ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ۔ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا (پ۲ س بقرہ) اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِلٰى قَوْلِهٖ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ (پ۲۸ س الممتحنہ) لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ

مفتی ابو محمد عبد الستار عفی عنہ

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ مطابق یکم مئی ۱۹۲۶ء جلد ۵ نمبر ۱۱)

سوال (۱۶۱) زید قبروں پر شیرینی اور روپیہ بانٹتا ہے اور آگ روشن کرتا ہے اور میت کے ساتھ بھی آگ لیجاتا ہے اور قبروں میں خود روپیہ دیکر مکان بنواتا ہے اور بکر کہتا ہے کہ یہ تمام کام جائز نہیں۔ آیا زید حق پر ہے یا بکر؟ (سائل ابو عبد الاحد احمد پنجابی)

جواب (۱۶۱) بکر حق پر ہے اور زید ناحق اور باطل پرست ہے۔ واقعی قبور پر شیرینی تقسیم کرنا بدعت اور ممنوع ہے اور آگ جلانا روشنی کرنا رسم مجوس ہے۔ نیز تعمیر مکانات مسجد و قبہ وغیرہ قبرستان میں قطعاً حرام اور شرک ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جو قبروں پر چراغ جلاتے اور کسی قسم کی عمارت بنواتے ہیں۔ جامع ترمذی میں ہے لَعَنَ اللّٰهُ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ

سوال (۱۶۲) صدقہ فطر و زکوٰۃ وغیرہ حقیقی ہمشیرہ کو دینے کا حکم کس طرح ہے؟ (سائل فوق الذکر)

جواب (۱۶۲) صدقہ فطر و زکوٰۃ حقیقی ہمشیرہ وغیرہ کو باجازت امام دیسکتا ہے ورنہ نہیں۔

سوال (۱۶۳) زنانی میت پر لال چادر یا پھولوں کی چادر ڈالنا کیسا ہے؟ (سائل عبد الحمید از سکندرآباد)

جواب (۱۶۳) زنانی میت پر لال چادر یا پھولوں کی چادر بہ نیت ثواب یا دینی حکم سمجھ کر ڈالنا سراسر بدعت اور ممنوع ہے کُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ہاں دھاریدار لنگی ڈالنا دینی بات اور باعث اجر ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نعش پر بھی دھاریدار لنگی ڈالی گئی تھی

سوال (۱۶۴) اور ایسی حالت میں جنازے کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مذکورہ بالا)

جواب (۱۶۴) ہرگز نہیں جب وہ بدعتیوں کا جنازہ ہے اور اس جنازے پر بدعت کا ارتکاب کیا جارہا ہے تو عند الشرع ایسی مجلس میں شریک ہو کر رونق افزائی کرنا منع ہے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔

سوال (۱۶۵) قبر میں جواب نامہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور الصدر)

جواب (۱۶۵) ہرگز جائز نہیں بلکہ بدعت ہے کیونکہ زمانہ خیر القرون میں اس کا ثبوت مفقود اور لاپتہ ہے

سوال (۱۶۶) قبرستان میں لوبان جلانا یا اگربتی جلانا جائز ہے یا نہیں؟ (سائل فوق الذکر)

جواب (۱۶۶) جائز نہیں۔ یہ جملہ امور لوگوں کے تراشیدہ اور منشہرات ہیں انکا ثبوت شریعت محمدیہ میں نہیں ہے فقط

(مفتی ابو محمد عبد الستار غفر لہ الغفار مدرسہ دار الکتاب والسنہ

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۶ء جلد ۵ نمبر ۱۲)

سوال (۱۶۷) زید متوفی دو بیٹے اور ایک فوت شدہ بیٹے کے لڑکے یعنی اپنے پوتے کو چھوڑ کر مر گیا۔ اب پوتے اور بیٹوں کا حصہ شرعاً کس طرح ہونا چاہیے۔

(سائل ایک اہلحدیث از بریلی)

جواب (۱۶۷) عند الشرع زید متوفی کے بیٹوں کے ہوتے ہوئے پوتا ترکہ کا وارث نہیں۔ ہاں اگر زید اپنے ثلث مال میں سے کچھ اس کے لئے وصیت کر گیا ہو تو وہ لے سکتا ہے یا اس کے چچا تائے کچھ بطیب خاطر اس کے ساتھ سلوک کر دیں تو لے سکتا ہے۔

میت مسئلہ زید

ابن	ابن	ابن الابن
بکر	عمرو	خالد
۱	۱	م

سوال (۱۶۸) قبور منبوشہ مقلدین جہلاء میں مکانات بنانا کیسا ہے؟

(سائل مولوی عبد المنان صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ بنگال)

جواب (۱۶۸) قبور منبوشہ مشرکین میں جب کہ ان کو منہدم و بے نشان کر دیا جاوے مکانات یا مساجد بنانا جائز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور مشرکین کو تڑھوا کر مسجد بنوائی تھی۔

(کتب حدیث)

سوال (۱۶۹) بھتیجے نے پھوپھی کا دودھ پیا اُسے قے ہوگئی بچا نہیں۔ طبیعت خراب ہوگئی۔ پھر وہ لڑکی مر گئی۔ اس کے اوپر سے ایک لڑکا مرا ہوا پیدا ہوا۔ تیسرے درجہ میں ایک لڑکی اور پیدا ہوئی۔ اس لڑکی کے ساتھ اُس لڑکے کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(سائلہ امۃ اللہ از دہلی)

جواب (۱۶۹) لڑکے مذکور کا نکاح لڑکی مذکورہ سے ہو سکتا ہے عند الشرع رضاعت اس وقت ثابت ہوتی ہے کہ جب بچہ پانچ دفعہ پیٹ بھر کر ایسا دودھ پیئے کہ وہ اس کی غذا بن جائے اور اس سے اس کی نشوونما ہو۔ ترمذی صفحہ ۱۴۲ میں ہے اُنْزِلَ فِی الْقُرْاٰنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُوْمَاتٍ فَنُسِخَ مِنْ ذٰلِکَ خَمْسًا وَصَارَ اِلٰی خَمْسِ رَضَعَاتٍ مَعْلُوْمَاتٍ فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰی ذٰلِکَ دوم یہ کہ اس لڑکی نے اس کے ساتھ دودھ نہیں پیا۔ رضاعی بہن اس کی وہ ہو سکتی تھی جو مر گئی۔ (مفتی ابو محمد عبد الستار غفر لہ الغفار)

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۴۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۲۶ء جلد ۹ نمبر ۵)

سوال (۱۷۰) زید کہتا ہے کہ کافروں کا مال جس طرح ہو کھا جائے خواہ چوری سے ہو یا زبردستی سے۔ بکر کہتا ہے کہ چوری سے درست نہیں فقط زبردستی سے کھانا جائز ہے کس کا قول صحیح ہے؟

(سائل ولی محمد از بھٹنڈہ)

جواب (۱۷۰) بکر کا بوقت جہاد۔

سوال (۱۷۱) زید کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء وغیرہ سے فرمایا ہے کہ تم امراء کے پاس جا کے مت بیٹھا کرو۔ یہ متکبر لوگ ہیں۔ امراء (اغنیاء) کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے۔ دیگر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ دولت مند عورتوں کے پاس مت جایا کرو۔ یہ کہنا زید کا صحیح ہے یا غلط؟ جواب حدیث اور کس کتاب میں ہے مع صفحہ عنایت ہو (سائل شیخ حاجی سراج الدین صاحب دہلوی)

جواب (۱۷۱) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے امراء کے پاس جانے میں دین کا خطرہ ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اِیَّاکِ وَمُجَالَسَۃَ الْاَغْنِیَاءِ مالداروں کی صحبت سے دور رہنا۔

(ترمذی صفحہ ۲۲۷ جلد اول)

ایک حدیث میں ہے امراء اغنیاء کی صحبت سے بجز معصیت الٰہی و نافرمانی رسول بزدانی کچھ حاصل نہیں ہوتا (ابن ماجہ۔ کذا فی المشکوٰۃ صفحہ ۳)

سوال (۱۷۲) آنحضرت پر جو ایمان لائے وہ غرباء تھے یا امراء۔ دین کو جو ترقی ہوئی وہ غرباء سے یا امراء سے؟

(سائل فوق الذکر)

جواب (۱۷۲) صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۵ میں ہے فَاَشْرَافُ النَّاسِ یَتَّبِعُوْنَہٗ اَمْ ضُعَفَاؤُھُمْ فَقُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُھُمْ آپ کے تابعدار غریب لوگ ہیں۔ نیز بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا اسلام کی نشوونما غریب لوگوں میں ہوئی ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۳۷)

سوال (۱۷۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تئیں امراء میں شمار کرتے تھے یا مساکین غرباء میں وہ کونسی حدیث سے ثابت ہے جو آپ دعاء مانگتے تھے کہ یا اللہ مجھ کو مسکینوں میں جلا اور مسکینوں میں مار اور مسکینوں میں میرا حشر کر۔ اس حدیث کو مع حوالہ کتاب تحریر فرماویں۔

(سائل مذکور)

جواب (۱۷۳) جناب باری خراسمہ کی بارگاہ میں آپ کی التجا تھی خدایا میری حیات و ممات اور حشر و نشر مساکین کے ساتھ کیجیو (ترمذی صفحہ ۲۵۸) نیز آپ نے فرمایا ہے اَبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَائِکُمْ مجھے غریبوں میں ڈھونڈا کرو۔ میں اُن میں بیٹھا پایا جاؤں گا (مشکوٰۃ وغیرہ وغیرہ۔ فقط (مفتی) ابو محمد عبد الستار غفر لہ الغفار

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ رجب ۱۳۴۸ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء جلد ۹ نمبر ۷)

سوال (۱۷۴) جھوٹی تہمت لگا کر اشتہار بازی کرکے کسی مسلمان کو بدنام کرنا شرعاً کیا حکم ہے؟

(سائل شیخ سراج الدین صاحب دہلوی)

جواب (۱۷۴) کسی بری شخص پر تہمت لگا کر بدنام اور ذلیل کرنا اور جو بات بھی مسلمانوں کی نسبت اڑتی ہوئی سنی اسے بلا تحقیق عوام الناس میں شائع کر دینا منافقوں کا کام ہے۔ سورۂ احزاب پارہ ۲۲ عہد نبوی میں اکثر منافق ہی ایسے مسلمانوں پر قسم قسم کے اتہامات وافترا بازی کیا کرتے تھے کما یدل علیہ قصۃ الصدیقۃ رضی اللہ عنہا۔ حدیث ابن عباس میں موجود ہے اَشَدُّ الرِّبَا وَاَرْبَی الرِّبَا وَاَخْبَثُ الرِّبَا انْتِهَاكُ عِرْضِ الْمُسْلِمِ وَانْتِهَاكُ حُرْمَتِهٖ (ابن ابی الدنیا وبیہقی) یعنی سب سے سخت اور بڑا اور خبیث تر بیاجوں کا بیاج ایک مسلمان متبع سنت کو بدنام اور ذلیل کرنا ہے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا شخص سب سے بڑا اور برا سود خوار ہے العیاذ باللہ آجکل لوگوں نے اہل اسلام خصوصاً عالم باللہ وفی اللہ کی تحقیر وتذلیل کو اپنے بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھا ہوا ہے حالانکہ عند اللہ وہ منافق اور سود خوار دل سے بھی بدتر ہیں۔ خدا پناہ دے آمین۔

سوال (۱۷۵) ایک اشتہار میری نظر سے ۹ اگست ۱۹۲۶ء کو گذرا اس میں دیکھتا ہوں کہ جماعت غربا اہلحدیث کے لوگوں نے اس میں اعلان کیا ہے کہ فلاں دن حاجی صاحبان تشریف لائیں گے سب بھائی ان کے استقبال کو جائیں اور ان سے ملاقات کے وقت یہ دعا پڑھیں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ. اس کے بالمقابل جماعت اہلحدیث دہلی تحریر کرتی ہے کہ اس اشتہار میں گاندھی جیسا جلوس دکھایا گیا قدرت کی طرف سے اس جلوس کو مٹایا گیا۔ پس کیا حاجیوں سے ملاقات کرنا اور دعا استغفار کروانا امر مسنون ہے۔ اگر ہے تو کیا ایسے نام کے اہلحدیث رہ گئے ہیں جو سنت کے کام کو مشرکین ہنود کے نام سے تشبیہ حوالہ دیتے ہیں ایسی تحریر کرنے والوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟ (سائل فوق الذکر)

جواب (۱۷۵) حاجی کے استقبال کو جانا اور اس سے دعا استغفار کرانا امر مشروع ہے حاجی کی دعا قبل دخول گھر قبول ہوتی ہے۔ مشکوٰۃ صفحہ ۲۱۵ جلد اول میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً آیا ہے کہ جب حاجی سے ملاقات کرو تو سلام ومصافحہ کے بعد گھر میں داخل ہونے سے پہلے اس سے اپنے لئے استغفار کراؤ کیونکہ وہ مغفور لہ ہے (مسند احمد) پس ایک امر مشروع کو فعل کفار کے ساتھ مشابہت دینا اعلیٰ درجہ کا نفاق اور سخت ترین جرم ہے العیاذ باللہ فقط (مفتی ابو محمد عبد الستار غفر لہ الغفار)

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۳۰ء جلد ۹ نمبر ۱۲)

سوال (۱۷۶) عورت کی پنجوقتہ نماز یا جمعہ کے دن یا رمضان شریف میں پانچ راتیں شب قدر کی مسجد میں پڑھنی افضل ہیں یا اپنے گھر میں۔

سائل حاجی شیخ سراج الدین صاحب دہلوی۔

جواب (۱۷۶) عورتوں کا جمعہ واعیاد وپنجوقتہ نماز میں شریک ہونا قرآن حدیث سے ثابت ہے۔ افضلیت امر دیگر ہے۔ جب عورتیں لباس فاخرہ وعطریات پھول و زیورات وغیرہ پہنے ہوئے ہوں تو مساجد میں آنا تو درکنار اپنے گھر کے صحن سے دالان میں اور دالان سے کوٹھڑی میں نماز پڑھنی افضل وبہتر بلکہ امر شرعی ہے عہد نبوی میں عورتیں سادہ لباس سادی وضع میں اعیاد وجمعہ کے علاوہ پنجوقتہ نماز میں شامل ہوتی تھیں۔ ہاں بالتخصیص شب قدر کی راتوں میں مساجد میں مجالس وعظ کا آراستہ کرنا اور عورتوں کا مجالس مذکورہ میں لباس فاخرہ وپھول وغیرہ پہن کر شریک ہونا خلاف شرع امر جدید ہے سلف سے اس کا ثبوت نہیں جیسا کہ فی زماننا رائج ہے مسلمانوں کو اس کی روک تھام کرنی چاہیئے کما هو مفهوم من حديث عائشة رضي الله عنها حيث قالت لو رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن عن المسجد (او كما قالت)

سوال (۱۷۷) بغیر جماعت کے اگر کوئی وتر پڑھے تو اس میں دعا قنوت پڑھنا کیسا ہے

(سائل حافظ عبد الرحمن صاحب بن امام جامع مسجد اہلحدیث بھوانی)

جواب (۱۷۷) کوئی حرج نہیں۔ جائز ہے۔ ہاں اگر نہ پڑھے تو سجدہ سہو لازم نہیں آتا فقط (مفتی ابو محمد عبد الستار غفر لہ الغفار)

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ صفر ۱۳۴۹ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۳۰ء جلد ۱۰ نمبر ۲)

سوال (۱۷۸) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید کہتا ہے کافر، مشرک، بدعتی، چوڑھا، چمار، سکھ یا برا کرار الغرض کوئی ہو وہ اللہ کے واسطے سوال کرے تو اس کو ضرور دینا چاہیئے۔ بکر کہتا ہے کہ اس کو دینا ضرور نہیں مسلمان موحد متقی پرہیز گار کو دینا چاہیئے۔ (سائل محقق از فاضلکا ضلع فیروزپور)

جواب (۱۷۸) سائل اگر حاجت مند اور محتاج ہے تو بطور مساوات بشری و مواسات طبعی بنا بریں مفہوم آیت وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ہ کے دینے میں کوئی حرج نہیں۔ تفسیر جامع البیان کے صفحہ ۴۲ پ ۳ میں تحت آیہ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وذکرہ مرقوم ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتحرى من یشاء الایۃ اعلم علی المسلمین حتی نزل لیس علیک ھدٰھم فامر بان لا یتصدق الا علی اھل دینھم ولا ابی حاتم والنسائی عن ... فامرنا بالصدقۃ بعدھا علی کل سائل من کل دین

ابنِ عباسؓ) وَهٰذَا فِي التَّطَوُّعِ اَمَّا الْوَاجِبُ فَلَا يَجُوْزُ صَرْفُهٗ اِلَى الْكُفْرِ یعنی ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم دیا کرتے تھے کہ بجز مسلمان کسی دیگر شخص کو نفلی صدقہ نہ دیا جائے حتیٰ کہ آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ بعد نزول آیت آپ نے حکم دیا کہ ہر سائل کو خواہ وہ کسی مذہب اور کسی دین کا ہو لوجہ اللہ دینا جائز و درست ہے۔ نیز تفسیر مذکور میں عطار خراسانی کے قول سے مزید تشریح اس امر کی یوں ہے قَالَ الْعَطَاءُ الْخُرَاسَانِيُّ مَعْنَاهُ اِذَا اَعْطَيْتَ لِوَجْهِ اللّٰهِ فَلَا عَلَيْكَ مَا كَانَ عَمَلُهٗ فَاِنَّكَ مُثَابٌ بِنِيَّتِكَ سَوَاءٌ كَانَ السَّائِلُ مُسْتَحِقًّا اَوْ غَيْرَهٗ بَرًّا اَوْ فَاجِرًا۔ حاصل الکلام و خلاصۃ المرام اینکہ نفلی صدقہ محض اللہ کی رضا کے لئے کافر محتاج کو بھی دے سکتے ہیں اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔ ہاں فضلیت و اولویت امر دیگر ہے حصول درجات علیا و مراتب عقبیٰ اسی میں ہے کہ حتی الوسع مسلمان موحد متقی کو دے لِلْحَدِيْثِ الْمَرْوِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَاْكُلُ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ یعنی نہ کھائے کھانا تیرا مگر متقی پرہیزگار۔ (مشکوٰۃ) اور دلائل شرعیہ خارجیہ سے یہ امر بالبداہت ثابت اور محقق ہے کہ مشرک عنداللہ و عندالرسول کبھی متقی نہیں ہے گو وہ بر عمر کیسا ہی عابد زاہد کیوں نہ ہوتا وقتیکہ بصدق دل تائب نہ ہو۔

سوال (۱۷۹) ایک لڑکے نے دو سال سات ماہ کی عمر میں اپنی پھوپھی کا دودھ پیا صرف ایک دفعہ۔ اب از روئے شرع اس لڑکے کا نکاح اس کی پھوپھی کی لڑکی سے جائز ہے یا نہیں؟

(سائل نامعلوم الاسم)

جواب (۱۷۹) عندالشرع لڑکے مذکور کا نکاح اس کی پھوپھی کی لڑکی سے جائز و درست ہے بقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ یعنی ایک دفعہ یا دو دفعہ معمولی دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تاوقتیکہ پانچ دفعہ پیٹ بھر کر دودھ نہ پیئے اور نیز عنداللہ و عندالرسول اس رضاعت کا اعتبار ہے جو بعد میعاد مقررہ یعنی حولین کاملین کے عمل میں آئے لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لَا رَضَاعَ اِلَّا مَا فَتَقَ الْاَمْعَاءَ (سنن ابن ماجہ) وایضاً لَا رَضَاعَ اِلَّا فِي الْحَوْلَيْنِ یعنی رضاعت ثابت نہیں ہوتی مگر دو سال کے اندر وایضاً لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعِ اِلَّا مَا فَتَقَ الْاَمْعَاءَ وَكَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ یعنی دودھ چھڑانے سے پہلے پہلے اگر بچہ کسی کا دودھ بتعداد مشروعہ پیئے تو معتبر ہے والا فلا۔

سوال (۱۸۰) ایک شخص سے جمعہ جماعت کی غیر حاضری ہو گئی بسبب کسی شغل کے حتی الوسع بہت جلدی کی مگر جمعہ میں حاضر نہ ہو سکا۔ اب شریعت محمدیہ ایسے شخص کے حق میں کیا حکم عنایت کرتی ہے؟

جواب (۱۸۰) وسعت ہو تو تین روپے ورنہ ڈیڑھ روپیہ خیرات کرے۔ کذا فی کتب الحدیث

ف اگر عذر شرعی ہے تو معاف ہے مثلاً بھول گیا یا سو گیا وغیرہ۔ ۱۲

ماکول اللحم کا بول و براز پاک ہے یا ناپاک

سوال (۱۸۱) اگر کسی کپڑے میں گوبر یا پیشاب حلال جانور ماکول اللحم کا لگا ہوا ہو اور اس سے بچنا امر محال اور مشکل ہو جیسا کہ دیہاتیوں کے لئے مشکل ہے تو اس کپڑے میں نماز جائز و درست ہے یا نہیں اور ماکول اللحم کا گوبر یا پیشاب پاک ہے یا پلید؟

(سائل ایک اعرابی)

جواب (۱۸۱) ماکول اللحم کا بول و براز عندالشرع پاک ہے (دیکھو مشکوٰۃ) اور جس کپڑے پر وہ لگا ہوا ہو اس میں نماز پڑھنی درست ہے۔ کراہیت طبعی دیگر شے ہے اگر دھو لیا جائے تو بہتر ہے ورنہ کوئی قباحت شرعی نہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرابض الغنم یعنی بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ نیز ماکول اللحم کا بول و براز بطور ادویات کے استعمال کرنا جائز ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اصحاب کو اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم فرمایا تھا (سنن نسائی وغیرہ) ہاں فقہ حنفیہ مثل درمختار وغیرہ عربی اور مثل مفتاح الجنۃ وغیرہ اردو میں لکھا ہے کہ اگر کپڑے پر مثل درہم شرعی یعنی ہتھیلی کے برابر نجاست غلیظ (مثل پاخانۂ انسان وغیرہ) لگی ہوئی ہو تو بھی نماز پڑھنی جائز و درست ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَهٰذَا اَغْلَطُ جِدًّا فقط

(مفتی) ابو محمد عبدالستار غفرلہ الغفار وصانہ عن شرور الاشرار

الجواب صحیح والرائی نجیح ابو محمد عبدالوہاب امام جماعت غرباء اہلحدیث

فاضل مجیب بارک اللہ فی علمہ وفہمہ نے جو کچھ لکھا ہے یقیناً وہ صحیح ہے۔

مہر

ابو الخلیل عبدالجلیل جھنگوی
خادم شریعت نبوی

ابو الخلیل عبدالجلیل خاں
مدرس مدرسہ موری دروازہ
دہلی

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ مطابق اپریل ۱۹۲۱ء جلد ۱۰ نمبر ۱۱)

حاملہ زنا کا نکاح زانی یا غیر زانی سے ہو سکتا ہے یا نہیں

سوال (۱۸۲) حاملہ زنا کا نکاح زانی یا غیر زانی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(سائل شیر محمد قوم بھڈا ضلع ملتان)

جواب (۱۸۲) حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور حالت عدت میں نکاح کرنا جائز نہیں لہٰذا بعد وضع حمل بصدق دل تائب ہو کر نکاح ہو سکتا ہے کیونکہ نکاح کرنا شرعاً حلال ہے اور زنا حرام ہے اور شے حرام کے ارتکاب سے شے حلال حرام نہیں ہو سکتی۔ پس زنا کی وجہ سے نکاح حرام نہیں ہو سکتا حدیث مرفوع میں موجود ہے لَا يُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ (ابن ماجہ) اگر غیر زانی قبل وضع حمل کسی وجہ سے نکاح کر بھی لے تو تاوقتیکہ وضع حمل نہ ہو جماع نہ کرے کیونکہ حدیث میں غیر کی کھیتی کو پانی پلانے

کی ممانعت آئی ہے لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ اَنْ يَسْقِيَ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ اَوْ كَمَا قَالَ

سوال (۱۸۳) نکاح لڑکی کا کس عمر میں ہو سکتا ہے آیا دو تین سال کی لڑکی کا نکاح از روئے شریعت جائز ہے؟ (سائل مذکورہ بالا)

جواب (۱۸۳) صغر سنی کا نکاح شرعاً جائز و درست ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح چھ سال کی عمر میں ہوا تھا۔ امام ابو داؤد نے باب منعقد کیا ہے بَابُ تَزْوِيجِ الصِّغَارِ صغر سنی عام ہے خواہ دو چار سال ہوں خواہ چھ سات سال یعنی قبل البلوغ کو صغر سنی کہتے ہیں۔ باب مذکور کی تحت میں عون المعبود میں مرقوم ہے قَالَ النَّوَوِيُّ اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى جَوَازِ تَزْوِيجِ بِنْتِهِ الْبِكْرِ الصَّغِيرَةِ لِهٰذَا الْحَدِيثِ نیز امیر المومنین فی الحدیث علامہ زماں فقیہ دوراں امام ہمام بخاری رضوان اللہ علیہ علیٰ اعدائہ اپنی صحیح میں بایں الفاظ باب منعقد کر کے مسئلہ ہذا کے متعلق رقم طراز ہیں بَابُ اِنْكَاحِ الرَّجُلِ وُلْدَهُ الصِّغَارَ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ فَجَعَلَ عِدَّتَهَا ثَلٰثَةَ اَشْهُرٍ قَبْلَ الْبُلُوغِ یعنی ہذا کی بنا پر چھوٹے لڑکے لڑکی کا نکاح کرنا جائز و درست ہے۔ باب مذکور کے تحت میں علامہ ابن حجر عسقلانی راقم ہیں فَدَلَّ عَلٰى اَنَّ نِكَاحَهَا قَبْلَ الْبُلُوغِ جَائِزٌ وَهُوَ اسْتِنْبَاطٌ حَسَنٌ آگے چل کر لکھتے ہیں قَالَ الْمُهَلَّبُ اَجْمَعُوْا اَنَّهٗ يَجُوْزُ لِلْاَبِ تَزْوِيجُ ابْنَتِهِ الصَّغِيرَةِ الْبِكْرِ وَلَوْ كَانَتْ لَا يُوْطَأُ مِثْلُهَا یعنی چھوٹی لڑکی کا نکاح کر دینا جائز ہے اگرچہ وہ اتنی چھوٹی ہو کہ اس سے وطی نہ کی جا سکے۔ (فتح الباری پ ۲۱)

سوال (۱۸۴) ایک آدمی نے اپنی منکوحہ عورت کو قبل وطی (جماع) کے طلاق دی۔ آیا اس آدمی کا حقیقی بیٹا بعد عدت اس مطلقہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے؟ (سائل فوق الذکر)

جواب (۱۸۴) لڑکا اپنے باپ کی منکوحہ مدخولہ و غیر مدخولہ دونوں سے نکاح نہیں کر سکتا لقولہ تعالیٰ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاؤُكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ آیت ہذا بعموم مدخولہ و غیر مدخولہ کو شامل ہے (پ ۴ سورۂ نساء)

سوال (۱۸۵) آیا میت کا جنازہ دوبارہ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ امام اور مقتدی نئے ہوں۔ (سائل مذکور)

جواب (۱۸۵) کیا جا سکتا ہے للحدیث المروی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ دُفِنَ لَيْلًا فَقَالَ مَتٰى دُفِنَ هٰذَا قَالُوا الْبَارِحَةَ قَالَ اَفَلَا اٰذَنْتُمُوْنِيْ قَالُوْا دَفَنَّاهُ فِيْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا اَنْ نُوْقِظَكَ فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ (متفق علیہ) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جدید قبر کے پاس سے گذرے لوگوں سے پوچھا کہ یہ میت کب دفن ہوئی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ شب گذشتہ۔ آپ نے فرمایا

کہ اس کے کفن دفن کی مجھے کیوں نہیں اطلاع دی (میں بھی ثواب میں شریک ہو جاتا) صحابہ نے جواب دیا کہ رات کا وقت تھا اندھیرے کی وجہ سے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ پس آپ نے وہیں قبر پر نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے پیچھے صف باندھ کر نماز جنازہ با جماعت ادا کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نے پہلے نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کر دیا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قبر پر جا کے مع صحابہ کے دوبارہ نماز ادا کی۔ علاوہ ازیں دیگر روایات سے بھی ثابت ہے (مشکوٰۃ باب المشی بالجنازۃ والصلوٰۃ علیہ) فقط (مفتی) ابو محمد عبد الستار غفر لہ ولوالدیہ الغفار)

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۳۱ء جلد ۱۰ نمبر ۱۲)

سوال (۱۸۶) جماعت سے پہلے نوافل پڑھیں یا جماعت کے بعد؟

سائل محمد ابراہیم صاحب از رلواڑی

جواب (۱۸۶) سنت نفل جماعت کے قبل بھی پڑھ سکتے ہیں اور بعد بھی۔ (کتب حدیث)

سوال (۱۸۷) صبح کی نماز میں جب کہ پیش امام جماعت کرا رہا ہو سنت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر پڑھیں تو کیا گناہ ہوگا اور نہ پڑھیں تو کیا۔ اگر پڑھیں تو کس وقت پڑھیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۱۸۷) جامع ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً مروی ہے اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ جب فرض نماز کی تکبیر ہو جائے تو بجز فرض کے اور کوئی نماز پڑھنی درست نہیں۔ فجر کی سنتوں کا وقت فرضوں کے قبل ہے۔ اگر فرضوں سے قبل نہ پڑھ سکیں تو فرضوں کے بعد پڑھ لیں کما بوب علیہ الترمذی بَابُ مَا جَاءَ فِيْمَنْ تَفُوْتُهُ الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ يُصَلِّيْهِمَا بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ نیز مسئلہ ہذا کے متعلق اکابر علمائے اہلحدیث و بعض احناف کا مطبوعہ فتویٰ ہمارے پاس موجود ہے۔ ناظرین تسلی و تشفی و ضیافت طبع کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

سوال تو یہی ہے جو اوپر درج ہو چکا۔ جواب باصواب ذرا بگوش غور سنئے۔

جواب:- فرضوں کے ہوتے ہوئے سنت نہ پڑھے جماعت میں شامل ہو جائے بموجب فرمودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ ترجمہ جس وقت جماعت نماز کی کھڑی ہو جائے تو اس وقت سوائے نماز فرض کے اور کوئی نماز نہیں ہے۔

دوسری حدیث۔ وَزَادَ مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ فِيْ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ قَالَ لَا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ اَخْرَجَہُ ابْنُ عَدِیٍّ یعنی جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وقت قائم ہونے جماعت کے سوائے نماز فرض کے کوئی نماز نہیں۔ تو کسی نے عرض کیا کہ اے رسول خدا آیا اس وقت دو رکعت سنت فجر کی بھی نہ پڑھے۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ ہاں دو رکعت سنت فجر کی بھی نہ پڑھے کذا فی المحلی۔ اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن بحینہ سے روایت ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا وَقَدْ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الصُّبْحَ اَرْبَعًا اَلصُّبْحَ اَرْبَعًا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا وقت کھڑے ہونے جماعت کے کہ دو رکعت یعنی سنت فجر کی پڑھ رہا ہے جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تو صبح کی نماز چار رکعت پڑھتا ہے۔ دو مرتبہ اسی طرح فرمایا مطلب یہ کہ جب تکبیر ہوگئی تو سنتوں کا وقت جاتا رہا اور فرضوں کا وقت شروع ہوگیا۔ اب جو شخص نماز پڑھے وہ فرضوں میں داخل ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ اَبْصَرَ رَجُلًا یُصَلِّی الرَّکْعَتَیْنِ وَالْمُؤَذِّنُ یُقِیْمُ فَحَصَبَہٗ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ عُمَرَ اَنَّہٗ کَانَ اِذَا رَاٰی رَجُلًا یُصَلِّیْ وَھُوَ یَسْمَعُ الْاِقَامَۃَ ضَرَبَہٗ وَعَنْ طَرِیْقِ عَطِیَّۃَ قَدْ رَاَیْتُ ابْنَ عُمَرَ قَضَاھُمَا حِیْنَ سَلَّمَ الْاِمَامُ یعنی بیہقی نے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن عمر نے ایک شخص کو دیکھا کہ دو رکعت سنت پڑھ رہا ہے اور مؤذن تکبیر اور اقامت کہہ رہے تو عبداللہ صحابی رسول نے اس شخص کو کنکر مار کر نیت تڑوائی) اسی طرح حضرت عمر فاروق جب کسی شخص کو دیکھتے کہ نماز پڑھ رہا ہے درانحالیکہ تکبیر اقامت سن رہا ہے تو اس کو مارتے۔ نیز طریق عطیہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رض کی جب فجر کی سنتیں رہ جاتیں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد پڑھ لیتے۔ اور قیس سے روایت ہے کہ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَصَلَّیْتُ مَعَہُ الصُّبْحَ ثُمَّ انْصَرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَنِیْ اُصَلِّیْ فَقَالَ مَھْلًا یَا قَیْسُ اَصَلَاتَانِ مَعًا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَمْ اَکُنْ رَکَعْتُ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ قَالَ فَلَا اِذًا۔ قیس کہتے ہیں کہ حضرت باہر تشریف فرما ہوئے اور نماز فجر کی جماعت کھڑی ہوئی تو میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز فرض پڑھی بعد سلام پھیرنے کے حضرت نے مجھ کو دوبارہ نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ اے قیس تو کیا دوبارہ فرض پڑھ رہا ہے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں تو حضرت نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

ان روایات مذکورہ بالا سے وقت کھڑے ہوجانے جماعت کے شامل ہوجانا جماعت میں ضرور ہے۔ اور پڑھنا سنتوں کا بعد جماعت فرض کے قبل طلوع آفتاب کے ثابت ہوگیا۔ اگر کوئی بعد طلوع آفتاب کے پڑھے گا تو بھی درست ہے کتبہ محمد عبیداللہ

مہر [محمد عبیداللہ ۱۲۹۱] مہر [فقیر عبدالحق ۱۲۹۹]

وعبدالحق

اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ نص است و بمقابلہ نص تعلیلات قیاسیہ باطل است

مہر [میر احمد پشاوری]

واقعی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ مانع جواز پڑھنے سنت کے ہے مگر بعد فرضوں کے بلاشبہ درست ہے۔ حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ۔

قَدْ ثَبَتَ فِی الصَّحِیْحَیْنِ وَغَیْرِھِمَا اَنَّہٗ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃُ وَزِیَادَۃُ اِلَّا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ لَا اَصْلَ لَہٗ قَالَہُ الْبَیْہَقِیُّ وَنَقَلَ عَنْہُ فِی الْمُصَفّٰی شَرْحِ الْمُوَطَّا وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

حررہ ابو محمد عبدالرؤف البہاری [عبدالرؤف ۱۳۰۳]

الجواب صحیح والرای نجیح نمقہ محمد یسین الرحیم آبادی عفی عنہ

مجیب صاحب نے بہت ہی عمدہ جواب دیا ہے۔ حقیقت میں اقامت ادائے سنت فجر نا جائز و نا درست از روئے حدیث صحیح السند کے ہیں۔ اور کتب فقہ میں بھی اس طرح سنت پڑھنے کو کہ جس طرح آج کل فی زماننا جہال پڑھتے ہیں یعنی قریب صف کے اندر مسجد میں ممنوع لکھا ہے اور فتح القدیر صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ مصر لکھا ہے کہ اس طرح سے جیسا آج کل مروج ہو رہا ہے سنت فجر پڑھتے ہیں بہت سخت مکروہ ہے اور بڑے ہی اجہل ہیں اور ہدایہ مع الکفایہ صفحہ ۸۶ میں لکھا ہے کہ سنت فجر وقت اقامت مسجد میں ممنوع و نا درست ہے۔ اگر پڑھے تو خارج از مسجد پڑھے اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی حنفی نے عمدۃ الرعایہ صفحہ ۲۳۸ و تعلیق الممجد صفحہ ۱۲۶ میں بعد اللتیا خوب واضح کر کے لکھا ہے کہ از روئے احادیث صحیحہ مرفوعہ سنت فجر وقت تکبیر نہ پڑھنی چاہئے واللہ اعلم بالصواب۔

مہر [ابو محمد عبدالوہاب ۱۳۰۰ الاداب خادم شریعت رسول]

حررہ العاجز ابو محمد عبدالوہاب الفنجابی نزیل الدہلی

الجواب صحیح محمد طاہر ۱۳۰۰ سلہٹی

الجواب۔ اکثر جاہل لوگ جو وقت اقامت فرض صبح سنتیں پڑھتے ہیں یہ درست نہیں۔ پس جماعت میں شامل ہوجانا چاہئے۔

[محمد امیر الدین ۱۳۰۰]

محمد امیر الدین حنفی واعظ جامع مسجد دہلی

الجواب صحیح [عبداللطیف ۱۲۹۵] الجواب صحیح [ابو القلیل محمد لطف حسین خادم شریعت رسول]

الجواب صحیح عبداللطیف مہر

الجواب صحیح [سید محمد عبدالسلام غفرلہ ۱۲۹۹]

سوال (۱۸۸) جمعہ کی نماز میں فرضوں کے بعد سنت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟
(سائل فوق الذکر)

جواب (۱۸۸) پڑھ سکتے ہیں خواہ دو رکعت پڑھے خواہ چار (مسلم و ابوداؤد)

سوال (۱۸۹) اگر کسی شخص کا جمعہ بھول سے چھوٹ جائے یا سو جائے تو کتنا صدقہ لازم ہے۔ (سائل مذکور)

جواب (۱۸۹) اگر بغیر عذر شرعی کے چھوٹ جائے تو تین روپے جرمانہ ادا کرے

سوال (۱۹۰) وتر ایک۔ تین۔ پانچ۔ سات۔ نو۔ ایک قعدہ سے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟
(سائل مذکور)

جواب (۱۹۰) وتر در اصل ایک ہی رکعت ہے خواہ ایک پڑھے خواہ تین خواہ پانچ خواہ سات خواہ نو سب درست ہیں۔ آخری رکعت کے اعتبار سے انہیں وتر کہا جاتا ہے تین، پانچ، سات وتروں میں بیچ کا قعدہ نہیں۔ ہاں نو وتروں میں آٹھویں رکعت پر قعدہ کر کے نویں پر سلام پھیر دے۔ کذا فی کتب الحدیث فقط

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء جلد ۱۱ نمبر ۶)

سوال (۱۹۱) مسجد میں جمعہ کے روز پہلی اذان مسجد کے دروازے پر اور دوسری بوقت خطبہ منبر کے سامنے اور تیسری یعنی تکبیر یہ تینوں اذانیں مسجد میں دینی جائز ہیں یا نہیں اور اس اذان کیلئے حضرت عثمان کی اذان ثالث زائد کردہ پر قیاس کر کے استدلال کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ (سائل محمد سلیمان صاحب زباول خریدار صحیفہ اہلحدیث)

جواب (۱۹۱) سوال ہذا کا جواب صحیفہ اہلحدیث کی جلد سات نمبر ۲ بابت ماہ رجب ۱۳۴۶ھ میں درج ہو چکا ہے لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہیں نمبر مذکور میں ملاحظہ ہو۔ ہاں مزید تشریح و ناظرین صحیفہ کی ازدیاد بصیرت کے لئے علمائے اہلحدیث کا ایک فتویٰ مطبوعہ بابت اذان ثالث درج ذیل کرتے ہیں واللہ الہادی

اِقَامَۃُ الحُجَّۃِ عَلٰی اَنَّ النِّدَاءَ الثَّالِثَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِی الْمَسْجِدِ بِدْعَۃٌ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر صحابہ کے فعل کو ضد سے قائم رکھے وہ کیسا ہے جیسا کہ کسی جگہ جمعہ کی دو ہی اذانوں کا رواج ہو اور دونوں مسجد ہی میں ہوتی ہیں۔ ایک شخص اسپر زور دیتا ہے کہ دو ہی ہونی چاہئیں اور دونوں مسجد میں پہلی اذان جو عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت سے شروع ہے مسجد میں کہنا درست ہے یا نہیں قرآن و حدیث سے جواب فرما کر عند اللہ

ماجور ہوں۔

جواب ۱۔ الجواب واللہ الموفق للصواب۔ قول و فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل واجب، قول و فعل صحابیؓ بمقابلہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متروک العمل ہے۔ قول و فعل صحابہ کو جو حدیث رسولؐ اللہ پر مقدم کرتے ہیں تاویلات رکیکہ سے وہ شخص قرآن و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قِیْلَ وَمَنْ اَبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی ھٰکَذَا فِی الْمِشْکٰوۃِ

ایک اذان منبر کے سامنے دروازہ مسجد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتی تھی جس وقت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم برمنبر پر بیٹھتے تھے دوسری اذان حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں باجازت امیر المومنین کہی گئی خارج میں مقام زوراء پر اگر اس طرح کہی جائز ہے اور اگر مسجد کے اندر کہی جائے تو یہ بدعت ہے۔ جب ایسا جھگڑا واقع ہو تو حدیث رسولؐ اللہ پر عمل کرنا واجب ہے۔ دلیل مذکور ہوئی واللہ اعلم وعلمہ اتم حررہ احمد سلمہ الصمد مدرس مدرسہ حاجی علیجان مرحوم دہلی۔ مورخہ ۳ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

اسمہ احمد سلمہ الصمد المعروف باحمد اللہ

الجواب صحیح ابو عرفان محمد سلیمان عفی عنہ سند یافتہ مدرسہ دار الکتاب و السنہ

جواب ۲۔ الجواب وھو الموفق للصدق والصواب بعد حمد و صلوٰۃ کے صورت مرقومہ بالا میں واضح ولائح ہو کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ہوتے ہوئے اس کے خلاف میں کسی صحابی کے قول سے حجت پکڑتا ہے اور جھگڑا کرتا ہے وہ مخالف اللہ و رسول ہے اس کو ایسی حرکت سے تائب ہونا چاہئے لقولہ تعالیٰ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (ترجمہ) پس ڈرتے رہیں وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں (ہمارے رسول کے) حکم کی یہ کہ پہنچے ان کو کوئی بلا یا عذاب دردناک کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل و تقریر کے ہوتے ہوئے کسی صحابی یا امام و مجتہد کے قول و فعل کو تلاش کرنا اور اس پر اڑنا صریح گمراہی ہے کما ردی ابن عباس۔ و نیز اذان ثالث جو عثمانؓ نے ایجاد کی تھی وہ ایک وجہ سے تھی وہ یہ کہ لوگوں کی کثرت ہو گئی آپ نے ان کی آگاہی کے لئے اس اذان ثالث کو ایجاد کیا تھا۔ باقی مسنون اذان تو وہی ہے جو بوقت خطبہ دیجاتی ہے اور نیز حضرت عثمانؓ نے اس اذان کو مسجد کے باہر مقام زوراء پر دلوایا تھا۔ اب جو

لوگ اس اذان کو مسجدوں میں دلواتے ہیں یہ بدعت ہے کیونکہ حضرت عثمان رضؓ نے مقام زوراء پر دلوایا تھا کما لایخفی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ ابو محمد عبد الجبار کھنڈیلوی مدرس مدرسہ کھنڈیلہ

الجواب صحیح عبد الوہاب عفی عنہ **محمد عبد الوہاب عفی عنہ**

جواب ۳۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامدًا ومصلیًا ومسلمًا اما بعد: سنت صحیحہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے اذان بروز جمعہ جب امام منبر پر جلوس فرماتا کہی جاتی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں موضع زوراء جو مسجد سے دور ہے بازار میں ایک بلند جگہ پر نماز سے پہلے اذان کہلائی پھر علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی اذان جاری رکھی اور مسجد نبوی میں ایک ہی اذان کہی جاتی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو اذان کہلائی تھی وہ مسجد میں نہ تھی خارج مسجد تھی۔ اب مسجد میں دو اذانیں کہنا بدعت ہے

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد بخاری الترجمہ جو کوئی نئی بات نکالے ہمارے اس دین اسلام میں وہ مردود ہے

کتبہ محمد عبد الرحمن مدرس مدرسہ میاں صاحب مرحوم دہلی **ابو عبد اللہ عبد الرحمن**

جو باعث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اذان ثالث کہلانے کا ہوا ہے اگر اب بھی پایا جاوے تو درست وجائز ہے محل بھی بخیال خضر رکھنا چاہیے (یعنی خارج مسجد)

حررہ ابو محمد عبید اللہ از مدرسہ دار الہدی کشن گنج دہلی۔

جواب ۴۔ الجواب وھو الموفق للسداد والصواب واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں ایک ہی اذان ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا بخاری امام کے سامنے ابوداؤد مسجد کے دروازہ پر طرف آتی۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور لوگ زیادہ ہو گئے اس وقت ایک اذان خارج مسجد زوراء پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زیادہ کی۔ کہا ابو عبد اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) نے زوراء ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ کے بازار میں ہے۔ بخاری اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ زیادہ کی اذان اوپر ایک مکان کے جو بیچ بازار کے تھا کہا جاتا تھا واسطے اس کے زوراء۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ اصل اذان تو ایک ہی ہے کیونکہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اب رہی اذان اول جو عثمان رضی اللہ عنہ نے ایجاد کی سو اس کی رخصت ہے اس لئے کہ اس پر کسی صحابی نے انکار نہیں کیا اگر مسجد میں کہنا بلاشک وشبہ بدعت ہے کیونکہ اس اذان کا مسجد میں کہنا کسی صحابی سے ثابت نہیں۔ یہ اذان ہمیشہ زوراء پر ہوتی رہی۔ جب ہشام بن عبد الملک خلیفہ ہوا اس نے اس اذان کو مسجد کے

دروازہ پر کہلوانا شروع کیا (جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان ہوتی تھی اور اس (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) اذان کو منبر کے پاس کر دیا کذا فی عون المعبود شرح ابوداؤد۔

افسوس کی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر ہشام بن عبد الملک کی بدعت کو ترجیح دیجاتی ہے اور اس کو موجب نجات سمجھا جاتا ہے۔ جو لوگ اذان اول کو مسجد میں کہنا جائز سمجھتے ہیں وہ دو مغالطے پیش کیا کرتے ہیں۔

مغالطہ اول۔ اگر مسجد میں کہنا بدعت ہے تو زوراء کے سوا کہیں کیوں نہ بدعت ٹھیرے گا۔ یہ تاویل مذموم ہے اس طرح تو ساری سنتیں رخصت ہو جائیں گی اور دین اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ عید کی نماز جنگل میں پڑھنا ضروری نہیں بلکہ شہر و جنگل دونوں یکساں ہیں اس سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگل ہی میں پڑھی ہے بلا عذر شہر میں پڑھنا ثابت نہیں۔ جواب ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مدینہ ہی میں پڑھی۔ اگر تم کو سنت پر عمل کرنا ہے تو مدینہ کے جنگل ہی میں جا کر پڑھو ورنہ اس کے علاوہ سب جگہ (جنگل ہو یا شہر) برابر ہے۔ ایسے ہی ہمارے بھائی (جو اس اذان کو مسجدوں میں کہنا جائز سمجھتے ہیں) کہتے ہیں کہ اگر تم کو عثمان رض کے مطابق عمل کرنا ہے تو مدینہ میں جاؤ۔ مدینہ کے علاوہ خواہ مسجد میں ہو یا باہر دونوں کا ایک حکم ہے طابق النعل بالنعل یعنی ایک شخص اس اذان کو مسجد میں کہنا جائز سمجھتا ہے اور ایک شخص عید کی نماز بلا عذر شہر میں پڑھنا سنت سمجھتا ہے یہ دونوں یکساں ہیں۔

مغالطہ دوم۔ اس کے کہنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا ترک لازم نہیں آتا کیونکہ دو اذانوں میں یہ اذان بھی داخل ہے یہ بات بھی بالکل غلط ہے اس لئے کہ آپ نے ایک اذان پر اکتفا کیا پس سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک اذان ہے اور جب دو کہی جاویں تو سنت صحابہ ہے۔ اب ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ کونسی سنت افضل ہے اس لئے عثمان رض کی اذان کے لئے جواز کا فتوی دیا گیا ہے نہ فضیلت کا جب تک اسی طریقہ پر ہوالا محدث۔ ایسی تاویلوں سے خدا ہم کو بچاوے۔ تمام بدعتیں ان ہی تاویلوں سے مروج ہوتی ہیں چنانچہ مقلدین کہتے ہیں کہ ہم عمر رض اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ ہم بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھ رکعت پر بھی عمل ہو جاتا ہے اور عمر رض کی بیس پر بھی، حالانکہ عمر رض سے بیس رکعت ثابت نہیں اور نہ بیس پڑھنے سے آٹھ پر عمل ہو سکتا ہے اسی طرح دو اذانوں کے کہنے سے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل نہیں ہو سکتا۔ مولوی ابراہیم صاحب آروی اپنی کتاب طریق النجاۃ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں

عبارت بعینہ۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ عثمان رضنے یہ اذان جواب پہلے ہوا کرتی ہے ایک
خاص مصلحت اور ضرورت کی نظر سے بازار میں کہلائی تھی تو اب بے ضرورت مسجد ہی
میں اس اذان کے کہنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اصل تو وہی ایک اذان ہے۔ حاشیہ
طریق النجاۃ حصہ اول صـ۱۱ ۔ اگر کوئی شخص صحابہ سے اس اذان کا مسجد میں کہنا ثابت
کردے تو ہم بفضلہ تعالیٰ ماننے کے لئے تیار ہیں۔ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا
اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ۝

حررہ ابو محمد عبد الجبار سوکھیدری تعلیم یافتہ مدرسہ دار الکتاب والسنہ
صدر بازار دہلی۔ مورخہ ۲ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ

جواب ۲۵۔ سنت نبوی تو محض ایک ہی اذان ہے جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ
کی روایت سے صاف ظاہر ہے بسنت نبویؐ کے مقابلہ میں صحابہ کی سنت کو ترجیح نہیں
دیجا سکتی اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی ایک ہی اذان تھی۔ حضرت عثمانؓ نے تیسری
اذان فَلَمَّا کَثُرَ النَّاسُ کے اعتبار سے خارج مسجد زوراء پر دلوائی تھی۔ نبوی سنت کو
چھوڑ کر مزور طریقہ پر چلنا نبوی مسلمانوں سے بعید ہے کہ کسی مصلحت کی بنا پر صحابہ نے ایسا
کیا تھا جیسا کہ خود الفاظ حدیث میں موجود ہے۔ مسلمانوں کے لئے ہر کام میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل نقشہ ہے کما قیل لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ
حَسَنَۃٌ ایضًا وَخَیْرُ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ حضرت عمر رضی اللہ
عنہ نے تین طلاق کو حکم میں تین ہی کے رکھا تھا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابو بکرؓ
دو سال خلافت عمرؓ تک تین طلاق حکم میں ایک کے تھیں۔ اس قول پر بالاتفاق اہلحدیث
کا اتفاق ہے اسی طرح ...
یَوْمَ الْجُمُعَۃِ حِیْنَ یَدْخُلُ الْاِمَامُ الْمَسْجِدَ
فرماتے ہیں وَاُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ الْاَذَانُ
بِخَشَبٍ اَوْ جَرِیْدٍ اَوْ مِنْبَرٍ اَوْ شَیْءٍ مَرْفُوْعٍ لَہٗ اَوْ الْاَرْضِ وَمِنْ نَحْوِھَا فَاِذَا فَعَلَ اَخَذَ
عَلٰی مَوْضِعِہِ الَّذِیْ یَخْطُبُ عَلَیْہِ
الْمُؤَذِّنُ فِی الْاَذَانِ فَاِذَا فَرَغَ قَامَ فَخَطَبَ لَا یَزِیْدُ عَلَیْہِ (کتاب الام)
تیسری اذان جس طرح حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں دیجاتی تھی یعنی خارج مسجد اس حد تک
اگرچہ نبوی سنت نہیں ہے تاہم جواز سے خالی نہیں لیکن اس اذان کو جو فی زمانہ مسجدوں
میں دیجاتی ہے یہ بدعت ہے اور اس پر کوئی دلیل شرعی نہیں محض رواج ہے اور مروانیوں
کا طریقہ ہے کما مر۔ کتاب الام میں امام شافعیؒ اذان ثالث کے متعلق فرماتے ہیں
وَقَدْ کَانَ عَطَاءٌ یُنْکِرُ اَنْ یَّکُوْنَ عُثْمَانُ اَحْدَثَہٗ وَیَکُوْنَ اَحْدَثَہٗ مُعَاوِیَۃُ وَاللّٰہُ
تَعَالٰی اَعْلَمُ۔ حررہ عبد الستار کلانوری مفتی مدرسہ
مدرسہ حمیدیہ مورید روازہ دہلی۔ مورخہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ دار الکتاب والسنہ و مدرس

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۳۱ء جلد ۱۱ نمبر ۸

سوال (۱۹۲) کوئی شخص غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے یوں کہدے تو ایسی ہے
جیسی میری ماں۔ اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو اپنی والدہ سے کروں تو شخص مذکور پر
کفارہ ہے یا نکاح حرام ہوا (سائل ابو محمد یوسف از بمبئی)

جواب (۱۹۲) نکاح حرام نہیں ہوا۔ کفارہ لازم ہے قبل جماع کے ایک بردہ آزاد
کرے۔ اگر طاقت نہ ہو تو دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکے
تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ (قرآن مجید پ ۲۸ سورہ مجادلہ)

سوال (۱۹۳) سفر میں وتر پڑھنا جائز ہے یا نہیں (سائل مذکور)

جواب (۱۹۳) جائز ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت سفر میں اپنی سواری
پر وتر پڑھا کرتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وتر فرض نہ واجب نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ
علیہ وسلم فرض سواری سے نیچے اتر کر اور سنن و نوافل سواری پر پڑھا کرتے تھے

سوال (۱۹۴) آپس کی ملاقات کے وقت مصافحہ صرف ایک ہی ہاتھ سے کرے
یا دونوں ہاتھوں سے بھی کر سکتا ہے؟ (سائل فوق الذکر)

جواب (۱۹۴) دونوں ہاتھوں سے بھی کر سکتا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے
جواز پر باب منعقد کیا ہے بَابُ الْاَخْذِ بِالْیَدَیْنِ عدم جواز کی کوئی صریح دلیل نہیں۔

سوال (۱۹۵) مولوی عبد القادر صاحب ہمارے علاقہ میں بخاری شریف کا ترجمہ
سنایا کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ عورت کا ذبیحہ حلال اور درست ہے۔ کمترین
نے اس مسئلہ کو زندہ کرنے کے لئے اپنی بیوی سے مرغ ذبح کروا کر کھایا اور کھلایا۔
اب اس علاقہ میں شور برپا ہے کہ حرام کھالیا ہے۔ قرآن و حدیث میں مسئلہ ہذا کی کیا
اصل ہے؟ (سائل روشن چراغ ولد منشی اللہ داد ضلع منٹگمری)

جواب (۱۹۵) مسئلہ ہذا میں مولوی عبد القادر صاحب سلمہ ربہ اور ان کے ہم اعتقاد
حق بجانب ہیں۔ صحیح بخاری میں بالتصریح موجود ہے کہ عورت کا ذبیحہ حلال و درست
ہے۔ حرام کہنے والے سخت مجرم اور شریعت محمدیہ مطہرہ میں دست اندازی کرنے والے
ہیں انکو چاہیے کہ تائب ہوں۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بایں الفاظ باب منعقد کر کے
(بَابُ ذَبِیْحَۃِ الْمَرْاَۃِ وَالْاَمَۃِ) مرفوع حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے عورت کا ذبیحہ حلال اور کھانے کا حکم فرمایا ہے۔ حنفی مذہب کے تائیدا
مولانا عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری صـ۳۰ ۱۰۷ میں رقمطراز ہیں اَیْ ھٰذَا بَابٌ فِیْ
بَیَانِ جَوَازِ ذَبِیْحَۃِ الْمَرْاَۃِ وَذَبِیْحَۃِ الْاَمَۃِ وَکَاَنَّہٗ اَشَارَ بِھٰذِہِ التَّرْجَمَۃِ اِلٰی
رَدِّ مَنْ مَنَعَ ھٰذَا وَقَدْ نَقَلَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْحَکَمِ عَنْ مَالِکٍ کَرَاھَۃً وَفِی الْمُدَوَّنَۃِ جَوَازُہٗ

کیا بیوی کو ماں کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے — سفر میں وتر پڑھنا جائز ہے یا نہیں — کیا ملاقات کے وقت مصافحہ دونوں ہاتھوں سے جائز ہے — کیا عورت کا ذبیحہ حلال ہے

وَھُوَ قَوْلُ جُمْھُوْرِ الْفُقَھَاءِ الخ یعنی یہ باب ذبیحہ عورت حرہ ہو یا لونڈی کے جواز کے بیان میں ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ کا باب ہذا کے انعقاد سے عدم جواز ذبیحہ عورت کے قائلین مالک وغیرہ کارد مقصود ہے۔ عہد نبوی میں ایک عورت مسلمہ نے ایک بکری پتھر سے ذبح کی سوال کرنے پر عدالت نبویہ سے اس کے کھانے کا حکم ہوا۔

پس مسلمانوں کو چاہیے کہ دین میں افراط تفریط نہ کریں۔ غلو سے اجتناب کریں۔ بجائز خود کسی شے کی حلت وحرمت کا قائل مفتری علی اللہ ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ ھٰذَا حَلَالٌ وَّھٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ فقط

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار (آمین)

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ صفر ۱۳۵۱ھ مطابق ماہ جون ۱۹۳۲ء جلد ۱۲ نمبر ۲)

سوال (۱۹۶) ایک شخص نے اپنے ماموں زاد برادران کو تین لڑکیوں نابالغہ کے نکاح دیدیئے اس وقت اس شخص کے دونوں ماموں فوت ہو گئے تھے اور دونوں ماموں کے ۳ پسر تھے ایک بالغ اور دو نابالغ ہر سہ کو نکاح دیدیئے گئے۔ جس کا لڑکا بالغ تھا وہ زندہ ہے اور دوسرے دونوں کا والد فوت ہو گیا تھا مگر بذریعہ مامی صاحبہ نکاح دیئے گئے۔ اب ان ہر دو لڑکوں کی مامی صاحبہ ایک جٹ ہندو کے ساتھ حاملہ بزنا ہو گئی اور لڑکا زنا کا پیدا ہوا اب اس کو مع لڑکے کے اس کے گھر بھیجدیا اور لڑکے ہر دو اس کے ساتھ اس جاٹ کے گھر میں رہتے ہیں اور شرک وکفر کرتے ہیں نماز وغیرہ نہیں پڑھتے۔ بڑا لڑکا شرابی بھی ہے۔ اب لڑکیاں ایسی صورت میں جانا نہیں چاہتیں۔ حالت موجودہ میں ایسے بیدین شرک وکفر کرنے والوں سے نکاح نہ رہتا ہو تو اور کسی دیندار کو نکاح دیدیں شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ (سائل موسیٰ نمبردار ضلع فیروزپور)

جواب (۱۹۶) بحالت مذکورہ میں عند الشرع نکاح سابق ٹوٹ گیا۔ نکاح ثانی ہو سکتا ہے لَا ھُنَّ حِلٌّ لَّھُمْ وَلَا ھُمْ یَحِلُّوْنَ لَھُنَّ الآیۃ

سوال (۱۹۷) ایک شخص کی عورت فاحشہ ہندو کے ساتھ زنا کرتی تھی۔ ایک عالم نے اس کو مسلمانوں سے جدا کر دیا۔ جب اُس نے توبہ کی تو عالم قاضی نے اس پر توبہ کے بعد چالیس آدمی کو کھانا کھلانے اور مسجد کی لپائی کی تعزیر لگائی۔ کھانا چالیس آدمی کو تو عورت مذکورہ نے کھلا دیا مگر مسجد کی لپائی نہ ہوئی۔ اب لپائی نہ ہونے کی وجہ سے لوگ اور قاضی اس کا نکاح نہیں پڑھاتے حالانکہ لڑکی کے باپ بھائی نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ لڑکی زنا سے توبہ کر چکی ہے مگر لپائی نہ ہونے کی وجہ سے قاضی نکاح پڑھانے سے انکاری ہے (سائل مذکور)

جواب (۱۹۷) توبہ کے وقت صدقہ دینے کا ثبوت بھی احادیث میں پایا جاتا ہے

چنانچہ ایک صحابی نے کہا تھا اِنَّ مِنْ تَوْبَتِیْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِیْ یعنی میں اپنا کل مال اللہ کے راستہ میں دیکر توبہ کرتا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَمْسِکْ عَلَیْکَ بَعْضَ مَالِکَ یعنی کچھ مال صدقہ کر دے اور کچھ روک لے (مشکوٰۃ) پس صورت مذکورہ میں مسجد کی لپائی اگر ممکن ہو تو کر دے ورنہ کھانا کھلانے سے بھی قاضی جی کی تعزیر پوری ہو گئی قاضی جی کو چاہیئے کہ نکاح پڑھا دیں۔ نکاح پڑھانے میں کوئی شے شرعاً مانع نہیں۔

سوال (۱۹۸) میرے خاوند کا انتقال ہو گیا اور عدت کے اندر میں نے دلود سے نکاح کر لیا۔ بعد نکاح کے وہ صرف تین دن میرے پاس رہ کر چلا گیا۔ عرصہ ڈیڑھ برس کا ہو گیا نہ تو وہ آیا اور نہ خرچ دیا۔ پھر میں نے دوسرے سے نکاح کر لیا۔ اب شریعت سے فتویٰ دیں کونسا جائز ہے اور کونسا ناجائز ہے؟ (سائلہ ہندو شیش محل دہلی)

جواب (۱۹۸) قبل از انقضائے عدت نکاح ہونے کی وجہ سے پہلا نکاح فاسد ہے۔ تفسیر جامع البیان میں ہے وَالْاِجْمَاعُ عَلٰی اَنَّہٗ لَا یَصِحُّ الْعَقْدُ فِی الْعِدَّۃِ یعنی عدت میں نکاح نہیں ہوتا۔ ارشاد خداوندی ہے وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَۃَ النِّکَاحِ حَتّٰی یَبْلُغَ الْکِتٰبُ اَجَلَہٗ البتہ عقد ثانی بشرط موافق ہونے شریعت کے صحیح ہو سکتا ہے۔

سوال (۱۹۹) زید نے اپنے لڑکے حقیقی کی منکوحہ سے زنا کیا اب اس کے لڑکے کا نکاح قرآن وحدیث کی رو سے ہے یا نہیں۔ دیگر زید سے سلام کلام اور اس کے گھر کا کھانا پینا جائز ہے یا نہیں۔ زید نے اپنے گناہ سے توبہ کر لی ہے اور نمازی پکا ہے شیطان کے پھندے میں آگیا اور گناہ ہو گیا۔ (سائل مولوی عبد الرحمٰن خاں ضلع حصار)

جواب (۱۹۹) زید اور اس کے لڑکے کی منکوحہ پر حد شرعی رجم ہے۔ زید کے زنا کرنے کی وجہ سے اس کے لڑکے پر اس کی منکوحہ حرام نہیں ہوئی۔ نکاح قائم ہے۔ حدیث ابن ماجہ وغیرہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ لَا یُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ یعنی ایک فعل حرام کے ارتکاب سے حلال شے حرام نہیں ہوتی۔ زید جب اپنے قصور کا اعتراف کرتا اور تائب ہوتا ہے تو اس سے ترک موالات جائز نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ فقط

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار (آمین)

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق اگست ۱۹۳۲ء جلد ۲ نمبر ۴)

سوال (۲۰۰) ایک شخص نے ایک گناہ سے توبہ کر لی کہ اب میں کبھی یہ گناہ نہ کروں گا پھر اس شخص سے وہ گناہ ہو گیا۔ پھر وہ شرمندہ ہوا۔ پھر خدا پاک کے سامنے توبہ کی پھر وہی گناہ ہو گیا اور یہ شخص گناہ کو بوجہ اپنے قابو سے اور دل سے نہیں کرتا اور نہ اس کی نیت ہے اور یہ شخص ڈرتا ہے اور روتا ہے کہ اللہ پاک اب میں کبھی یہ گناہ نہ کروں گا لیکن پھر کئی مرتبہ اس سے

گناہ ہو جاتا ہے۔ آیا اس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟

(سائل عبدالغفار و محمد سلیمان صاحبان از باول)

جواب (۲۰۰) شخص مذکور اگر واقعی اپنے فعل قبیح پر نادم اور پشیمان ہو کر بصدق دل تائب ہوتا ہے اور پھر بمقتضائے بشریت و انسانیت کے اس سے وہ گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو اس کی توبہ قبول ہے۔ امام نووی نے تحت حدیث صحیح مسلم لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ کے لکھا ہے اِنَّ لَهَا ثَلٰثَةَ اَرْكَانٍ اَلْاِقْلَاعُ[1] وَالنَّدَمُ عَلٰى فِعْلِ تِلْكَ الْمَعْصِيَةِ وَالْعَزْمُ عَلٰى اَنْ لَّا يَعُوْدَ اِلَيْهَا اَبَدًا یعنی توبہ کے لئے تین شرطیں ہیں اس گناہ کا ترک کرنا، اس پر نادم و شرمندہ ہونا اور عدم عود کا عزم بالجزم کرنا۔ آگے چل کر لکھتے ہیں اِذَا تَابَ تَوْبَةً صَحِيْحَةً بِشُرُوْطِهَا ثُمَّ عَاوَدَ ذٰلِكَ الذَّنْبَ كُتِبَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ الذَّنْبُ الثَّانِيْ وَلَمْ تَبْطُلْ تَوْبَتُهٗ هٰذَا مَذْهَبُ اَهْلِ السُّنَّةِ یعنی جب اس نے توبہ صحیحہ مع شروط مذکورہ کے کر لی پھر مرتکب ہوا اسی گناہ کا تو اہل سنت کے نزدیک توبہ اس کی باطل نہ ہوگی۔ نیز بَابُ قَبُوْلِ التَّوْبَةِ مِنَ الذُّنُوْبِ وَاِنْ تَكَرَّرَتِ الذُّنُوْبُ وَالتَّوْبَةُ کے تحت میں امام مسلم رحمہ اللہ نے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَحْكِيْ عَنْ رَّبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ اَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَذْنَبَ عَبْدِيْ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَهٗ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ اَيْ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَبْدِيْ اَذْنَبَ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَهٗ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ اَيْ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ الْحَدِيْثَ۔ اسی حدیث کے تحت میں امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں وَهٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ ظَاهِرَةٌ فِي الدَّلَالَةِ لَهَا وَاَنَّهٗ لَوْ تَكَرَّرَ الذَّنْبُ مِائَةَ مَرَّةٍ اَوْ اَلْفَ مَرَّةٍ اَوْ اَكْثَرَ وَتَابَ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ قُبِلَتْ تَوْبَتُهٗ وَسَقَطَتْ ذُنُوْبُهٗ الخ یعنی احادیث مذکورہ اس امر پر صریح دال ہیں کہ انسان سے کئی مرتبہ گناہ ہو اور وہ صدق دل سے توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہوگی جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ الآیۃ

سوال (۲۰۱) نماز با جماعت میں کم عمر بچوں کو نیت بندھی حالت میں صف میں سے پیچھے کھڑا کر دیا جاتا ہے آیا یہ عمل درست ہے یا نہیں؟

(سائل مستری عبدالعزیز صاحب انجینیر دہلوی)

جواب (۲۰۱) صف مقدم میں جب بڑے آدمی کے کھڑے ہونے کی جگہ نہ ہو تو بچہ کو پیچھے ہٹا کر صف مؤخر میں کھڑا کر دینا اور آپ صف مقدم میں کھڑا ہو جانا جائز و درست ہے جس پر حدیث قیس بن عباد کی صریح دال ہے جو کہ سنن نسائی کی جلد اول

[1] کتب لغت میں ہے اقلع عن کذا ای کف عنہ و ترکہ ۱۲ المنجد

صفحہ ۹۲ میں موجود ہے۔ ہاں اگر پہلی صف میں جگہ باقی ہو تو بچوں کو پیچھے کھڑا کرنا درست نہیں لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اَتِمُّوا الصُّفُوْفَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ اَوْ كَمَا قَالَ ملاحظہ ہو کتب حدیث۔

(مفتی) ابو محمد عبدالستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار آمین

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ مطابق ستمبر ۱۹۳۲ء جلد ۲ نمبر ۵)

سوال (۲۰۲) اکثر مقامات پر بارش مٹی وغیرہ سے دیگر قبروں کے نشان معدوم ہو جاتے ہیں اور پائمالی سے قبروں کا احترام باقی نہیں رہتا اس لئے نشان قبر قائم رکھنے کی غرض سے شکل و بلندی قبر کے مطابق اگر چوبی تختے لگا دیئے جائیں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(مستفتی محمد مہرالدین صاحب امرتسر)

جواب (۲۰۲) چونکہ شرعاً تجصیص قبور و تطیین وغیرہ خلاف سنت ہے اور اس کی صراحتاً حرمت و ممانعت موجود ہے لہٰذا چوبی تختے وغیرہ لگا کر قبر کو پختہ اور چونا گچ کی طرح کرنا بھی ممنوع ہوا۔ قبر کی علامت و شناخت کے لئے قبر کے سرہانے ایک پتھر کھڑا کر دینا جائز و سنت ہے اور مسلمانوں کے لئے یہی کافی ہے (کتب حدیث)

سوال ۲۰۳ اس خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ نشان و مقام قبر محفوظ رہے اور کوئی دوسری قبر غلطی سے اس جگہ نہ بنائی جائے کسی قبر کے گرد آہنی جنگلہ لگانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(سائل فوق الذکر)

جواب (۲۰۳) قبر کے ارد گرد اس غرض سے آہنی جنگلہ وغیرہ لگانا ازمنہ خیر القرون میں مفقود و لاپتہ ہے۔ کسی ضعیف حدیث سے بھی اس کا حکم نہیں پایا جاتا لہٰذا قبروں کو پختہ و مضبوط اور آہنی جنگلوں وغیرہ سے مزین اور بارونق کرنا علاوہ مخالفت طریقہ سلف کے شرک کی بنیاد قائم کرنا ہے فالحذر الحذر۔

سوال (۲۰۴) ایک شخص مر گیا اور اس کی بیوی سے دوسرے شخص نے عدت کے اندر قصداً نکاح کر لیا اور صورت نکاح کی یہ ہے کہ ناکح نے اس عورت سے کہا کہ میں نے تجھ کو بعوض اتنے روپے کے نکاح میں لے لیا تو قبول کرے۔ اس عورت نے بھی اسے قبول کر لیا۔ اس ایجاب و قبول کے وقت کوئی گواہ نہ تھا۔ اب اس میں دو باتیں دریافت طلب ہیں اول یہ کہ بلا گواہ فقط مرد و عورت کے ایجاب و قبول سے نکاح منعقد ہوتا ہے یا نہیں۔ دوم یہ کہ عدت کے اندر نکاح کرنے سے نکاح صحیح ہوا یا باطل؟

(المستفتی محمد رمضان الدین صاحب محمدی از موضع کالجھار ریلار پار)

جواب (۲۰۴) شرعاً یہ نکاح سراسر باطل ہے۔ حدیث میں ہے لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ وَشَاهِدَيْنِ اَوْ كَمَا قَالَ یعنی نکاح بغیر ولی اور گواہوں کے درست و صحیح نہیں۔ نیز جامع البیان میں تحت آیت وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ کے لکھا ہے وَالْاِجْمَاعُ

عن آثار لایصح العقد فی العدۃ یعنی عدت میں نکاح کرنا صحیح نہیں بلکہ وہ نکاح باطل ہے۔ زوجین مذکورین کو چاہیئے کہ بعد از انقضائے عدت از سر نو نکاح پڑھوائیں ورنہ جو اولاد ہوگی وہ ولد الزنا ہوگی اور زن و شوہر دونوں شرعی سزا کے مستوجب ہونگے فقط

مفتی ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق اکتوبر ۱۹۳۲ء جلد ۱۲ نمبر ۶)

سوال (۲۰۵) کیا نیچریت، مرزائیت اور چکڑالویت، حنفیت وغیرہ مذہب اہلحدیث کی شاخیں ہیں۔ زید کہتا ہے کہ مذہب اہلحدیث سے ان کو کوئی تعلق نہیں اور بکر کہتا ہے کہ یہ سب فرقے ایک معنے سے اہلحدیث اور ایک معنے سے اہلحدیث کی شاخیں ہیں۔ قولین میں سے کس کا قول صحیح اور درست ہے؟

(سائل عبد من عباد اللہ)

جواب (۲۰۵) ہم بڑے پُرزور دعوے سے کہتے ہیں کہ یہ مذاہب باطلہ و دیگر مذاہب واہیہ مذہب حقہ اہلحدیث کی شاخیں ہرگز ہرگز نہیں ہیں بلکہ کچھ تو پرانے مبتدعین معتزلہ خوارج وغیرہ سے اخذ کی گئی ہیں جیسا کہ کتاب کشف الظنون سے معلوم ہوتا ہے اور کچھ یورپ کے ملاحدہ سے لی گئی ہیں اور ان مذاہب کو ہندوستان و پنجاب وغیرہ کے جن لوگوں نے قبول کیا ہے ان میں درحقیقت ایک شخص بھی سچا اہلحدیث نہ تھا۔ مذہب اہلحدیث تو ایک اثری اور سلفی مذہب ہے جس کا اصل اصول قال اللہ و قال الرسول یعنی اتباع اخبار رسول رب العالمین و آثار سلف صالحین یعنی صحاح ستہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ترمذی، صحیح ابو داؤد، صحیح نسائی، صحیح ابن ماجہ ہے۔ پھر جس مذہب کا یہ سنہری اصول ہو اُس کو ایسے مذاہب سے جن کا اصول صرف رائے و عقلی ڈھکوسلے ہوں کیا تعلق ہو سکتا ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ ہاں یہ مذاہب دجالی شاخیں ہو سکتے ہیں ؎

اَهْلُ الْحَدِيثِ هُمْ اَهْلُ النَّبِيِّ وَاِنْ ٭ لَمْ يَصْحَبُوا نَفْسَهُ اَنْفَاسَهُمْ صَحِبُوا

سوال (۲۰۶) جمعہ کے دن مسجد میں دو اذانیں ہونی چاہئیں یا ایک۔ اگر کوئی شخص حضرت عثمان والی اذان پر عمل کرنا چاہے تو مسجد میں دے یا خارج از مسجد؟ مفصل و مدلل بیان کیجئے۔

(سائل حکیم مولوی معین الدین صاحب لائلپوری)

جواب (۲۰۶) جمعہ کی اذان کے متعلق مسنون طریقہ تو یہی ہے کہ جب خطیب خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھے تو اس کے رخ کے سامنے باواز بلند اذان دینی چاہیئے بس یہی اذان جمعہ کی ہے جو عہد نبوی و عہد صحابہ میں مروج و معمول تھی یہی وہ اذان ہے جس کی متابعت حسب فرمان نبوی عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ واجب اور مخالفت حرام ہے۔ زمانہ نبوت سے خلافت ثانیہ تک صرف یہی ایک اذان ہوتی تھی۔ فی زماننا بھی اسی پر عمل ہونا چاہیئے۔ ہاں ضرورت کے وقت جب مسلمانوں کی کثرت ہو اور دور دو

نزدیک کے سب مسلمان مل کر موافق شرع ایک ہی مسجد میں مثل زمانہ نبوت اور خلافت کے جمعہ ادا کریں تو دور والوں کی غرض سے اذان عثمانیہ مسجد سے دور (نہ اندر نہ متصل) کے شہر کے بازار میں جہاں مسلمان خرید و فروخت میں مصروف رہتے ہیں مثل زوراء کسی بلند مقام پر اپنی علت و ہیئت کے ساتھ بلاشبہ جائز ہے۔ یہ زوراء والی اذان عثمانیہ مسجد کے اندر دروازہ پر یا متصل دروازہ کے بوجہ تغیر مکان و تبدل علت کے بدعت ہے کیونکہ زمانہ نبوت و خلافت میں تعدد جمعہ نہ تھا۔ خود مدینہ میں نو مسجدیں اور نواح مدینہ میں تقریباً بائیس مسجدیں تھیں مگر جمعہ صرف مسجد نبوی میں ہوتا تھا اسلئے خلیفہ ثالث عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے شہر کے گرد و نواح والوں کے لئے اذان ثالث ایجاد کی اب جب کہ وہ علت ہی مفقود ہے تو معلول بدرجہ اولیٰ مفقود ہو۔ اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوطُ (اِلَّا فِيْمَا اسْتَثْنَى الشَّارِعُ) اسی واسطے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس ضرورت کو محسوس نہ کرتے ہوئے وہی زمانہ نبوی کے مطابق ایک اذان جاری رکھی اور زمانہ نبوی سے خلفاء اربعہ تک کسی ایک نے بھی جمعہ کے دن مسجد میں دو اذانیں نہیں کہلوائیں۔ ہاں خلفاء اربعہ کے بعد جب ہشام بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو مروانیوں نے جہاں دیگر سنن نبویہ کو درہم برہم کیا وہاں اذان عثمانیہ کو بھی خلاف طریقہ رسول و صحابہ کے مسجد میں جاری کر دیا کذا فی عون المعبود شرح ابو داؤد۔ پس جو لوگ آج جمعہ کے دن مسجد میں اذان عثمانیہ کہتے یا کہنے کو جائز سمجھتے ہیں وہ اس میں سنت رسول و سنت صحابہ کے مخالف اور ہشام بن عبد الملک کے مقلد ہیں کَائِنًا مَنْ كَانَ۔ صد افسوس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء اربعہ کی سنت کو چھوڑ کر ہشام بن عبد الملک کی سنت کو ترجیح دیں اور پھر اہلحدیث کہلائیں: ایں خیال است و محال است و جنوں۔

سوال (۲۰۷) کیا عورت موحدہ مسلمہ قربانی یا غیر قربانی کا جانور تکبیر مسنونہ و دعا مشروعہ پڑھ کر ذبح کر سکتی ہے؟

(سائل شیخ عطاء اللہ نو مسلم)

جواب (۲۰۷) شرعاً عورت مسلمہ تکبیر مسنونہ بسم اللہ و اللہ اکبر پڑھ کر ہر ایک جانور قربانی وغیرہ کا ذبح کر سکتی ہے ہکذا فی البخاری۔ جو لوگ عورت کے ذبیحہ کو مکروہ سمجھتے ہیں یہ ان کی ڈھٹ غلطی اور شریعت بیضاء ملت سہلہ سے ناواقفی ہے فقط

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار (آمین)

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ مطابق جنوری ۱۹۳۴ء جلد ۱۳ نمبر ۹)

سوال (۲۰۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باوجود کپڑا ہونے کے ننگے سر نماز پڑھنا نوافل و فرائض میں درست ہے یا نہیں؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ

لباس کا معنے عمامہ پر صادق نہیں آتا اس لئے عمامہ سکوت عنہ ہے بینوا توجروا۔

جواب (۲۰۸) اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْوَهَّابِ ۔ ننگے سر نماز پڑھنا نوافل و فرائض حضر و سفر وغیرہ میں شرعاً جائز و درست ہے حَيْثُ لَمْ يَأْتِ دَلِيلٌ بِوُجُوبِ تَغْطِيَتِهِ مانعین کے پاس بجز جنگ و جدال کے کوئی صریح دلیل ممانعت کی نہیں۔ عاملین کے پاس دلائل وبراہین قویہ موجود ہیں۔ ننگے سر نماز پڑھنا۔ جوتی پہن کر نماز پڑھنا۔ نماز میں تین بار آمین بالجہر کہنا یا رَبِّ اغْفِرْ لِي آمین کہنا یہ سب امور مسنونہ و مشروعہ ہیں۔ مصلی کے لیے سر ڈھانکنا شرعاً ضروری نہیں۔ عاتقین یعنی کندھوں کا ڈھانکنا ضروری ہے جیسا کہ حدیث متفق علیہ میں مرقوم ہے لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقِهِ مِنْهُ شَيْءٌ ہاں بوقت ضرورت جب کپڑا تنگ ہو تو سر تو درکنار کندھے بھی ڈھانکنے ضروری نہیں صرف ایک تہبند میں نماز درست ہے کما ہو موجود فی الصحاح وغیرہا۔ عورت بالغہ کیلئے نماز میں سر ڈھانکنا ضروری اور واجب ہے جیسا کہ حدیث بخاری و مسلم، ابوداؤد ترمذی، ابن ماجہ و ابن خزیمہ میں موجود ہے لَا يَقْبَلُ اللهُ صَلٰوةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ ابن خزیمہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی نے اپنی جامع میں فرمایا ہے وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا أَدْرَكَتْ فَصَلَّتْ وَشَيْءٌ مِنْ شَعْرِهَا مَكْشُوفٌ لَا تَجُوزُ صَلٰوتُهَا یعنی عورت بالغہ جب نماز پڑھے اور اس کے سر کے تھوڑے بال بھی کھلے ہوتے ہوں تو نماز جائز نہ ہوگی۔ وقتیکہ اپنے سر کو اچھی طرح نہ ڈھانکے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کو اپنے عمامہ سے دوپٹا پھاڑ کر دیا تھا اور فرمایا کہ اِخْتَمِرِي بِهٰذَا أَيْ غَطِّي رَأْسَكِ بِهِ۔ نیز طبرانی صغیر و اوسط میں ابوقتادہ سے بایں الفاظ روایت ہے لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْ امْرَأَةٍ صَلٰوةً حَتّٰى تُوَارِيَ زِينَتَهَا وَلَا مِنْ جَارِيَةٍ بَلَغَتِ الْمَحِيضَ حَتّٰى تَخْتَمِرَ یعنی عند اللہ اس عورت کی نماز قبول نہیں جو اپنی زینت کو نہ چھپائے اور سر گردن چھاتی وغیرہ نہ ڈھانکے۔ سبل السلام صفحہ ۶۳ میں ہے يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ يَجِبُ عَلَى الْمَرْأَةِ سَتْرُ رَأْسِهَا وَعُنُقِهَا وَنَحْوِهِ بِمَا يَقَعُ عَلَيْهِ الْخِمَارُ پس مرأۃ کی تخصیص سے رجل خارج ہے معلوم ہوا مرد کی نماز ننگے سر جائز اور مقبول۔ عورت کی نماز ننگے سر ناجائز و مردود ہے اگر مرد کی نماز بھی ننگے سر ممنوع ہوتی تو عورت کے لئے اتنی تقیید و تخصیص اور مرد کے لئے سکوت و تخصیص نہ ہوتا فافہم و تدبر۔

خلاصہ یہ کہ مرد کیلئے سر ستر نہیں لہٰذا سر کا ڈھانکنا ضروری نہیں عورت کیلئے سر ستر ہے لہٰذا ڈھانکنا ضروری ہے وَالْحَقُّ أَنَّ الرِّجَالَ بِالنِّسَاءِ لَا يَصِحُّ قِيَاسُهُمْ بِهِنَّ لِوُجُودِ الْفَارِقِ نیز حدیث جابر سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنی ثابت ہے جس سے نمازی کا مکشوف الراس

ہونا اظہر من الشمس ہے۔ نیل الاوطار ج ۱ ص ۶۳ شرح منتقی الاخبار میں مرقوم ہے وَالْحَدِيثُ يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الصَّلٰوةَ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ صَحِيحَةٌ۔ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری میں ہے کہ شدت حر (یا برد) کی وجہ سے نمازی کو اپنی پگڑی یا ٹوپی پر سجدہ کرنا یعنی ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے۔ مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ میں بروایت حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اِنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا يَسْجُدُوْنَ وَاَيْدِيْهِمْ فِيْ ثِيَابِهِمْ وَيَسْجُدُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ عَلٰى قَلَنْسُوَتِهِ وَعِمَامَتِهِ (کذا فی فتح الباری) اس روایت سے بھی صحابہ کرام کا ننگے سر نماز پڑھنا اظہر من الشمس وابین من الامس ہے وَمَنِ ادَّعٰى خِلَافَهُ فَعَلَيْهِ الْبَيَانُ بِالْبُرْهَانِ نیز عمامہ اور ٹوپی کو لباس سے خارج سمجھنا اصطلاح شرع سے جہالت اور ناواقفی ہے حدیث جابر میں لفظ ہے كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ يَلْبَسُهَا فِي الْعِيْدِ وَيُرْخِيْهَا خَلْفَهُ (ابن عدی و نیل) امام نووی نے شرح مہذب میں لکھا ہے يَجُوْزُ لُبْسُ الْعِمَامَةِ الخ لباس کا اطلاق عمامہ و ٹوپی پر کتب لغت و کتب حدیث میں اکثر مواضع میں آیا ہے مَنْ شَاءَ الْبَسْطَ فَلْيَرْجِعْ اِلَيْهَا فقط

حررہ العاجز ابو محمد عبد الستار غفر لہ ولوالدیہ الغفار التلمیذ والملازم لمحی السنۃ قامع الشرک والبدعۃ ابی محمد عبد الوہاب طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ وتاب علیہما التواب واعظم لہما الاجر والثواب آمین ورحم اللہ من قال آمینا۔

جواب ۲ - ننگے سر نماز پڑھنا درست ہے۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں ننگے سر نماز پڑھنا درست آیا ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑے میں نماز پڑھتے تھے (صحیح بخاری) کسی نے آپ سے سوال کیا کیا ایک کپڑے میں نماز درست ہے؟ جواباً فرمایا کیا ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں (صحیح بخاری) جابر نے ایسا ہی کیا تھا۔ اس پر معترض نے اعتراض کیا تو جواباً فرمایا یہ کام میں نے اس لئے اس طرح کیا تاکہ بیوقوف معلوم کرلیں کہ یہ درست ہے (صحیح بخاری) گاہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی کا سترہ بنا کر نماز پڑھتے (کنز العمال) اسی طرح قاضی شریک سے ثابت ہے۔ ابو اسحاق نماز میں اپنی ٹوپی رکھ دیتے پھر اٹھا لیتے (صحیح بخاری) اسی طرح حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ عمامہ اور ٹوپی پر قوم سجدہ کرتی تھی عمامہ اور ٹوپی کو لباس سے خارج کرنا کلام عرب سے بے خبری کا باعث ہے واللہ اعلم۔

حررہ مفتی عبد الستار کلانوری نزیل دہلی مدرس مدرسہ موریدروازہ دہلی

جواب ۳ - عمامہ ٹوپی کے موجود ہوتے ہوئے برہنہ سر نماز فرض ہو یا نفل پڑھنے میں کوئی قباحت شرعی نہیں۔ سر کا ڈھانکنا شرعاً ستر میں داخل نہیں اور نہ اس میں ہے کہ جسکو شارع نے اس کے ڈھانکنے کا حکم فرمایا ہے جیسے کندھا البتہ عورت بالغہ کے حق میں تو ضرور شارع

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلا سرپوشی کئے ہوئے اس کی نماز نہیں کما لایخفی
محرم برابر سر برہنہ نماز فرض نوافل سب ادا کرتا ہے البتہ جس کا ڈھانکنا ضروری ہے وہ تو
نہ حالت احرام میں کھول سکتے ہیں اور نہ غیر حالت احرام میں۔ احرام کی حالت کوئی مستثنیٰ
نہیں۔ دیکھو محرم ہی کی حدیث سے ہمارے امام الائمہ رئیس المحدثین قدوۃ ائمۃ المحققین
طبیب الحدیث وعلتہ محمد بن اسمٰعیل البخاری روح اللہ روحہ القدس ونور ضریحہ نے اپنی
صحیح میں بے سلے کپڑوں میں نماز ثابت فرمائی ہے۔ معلوم ہوا صنیع امام الائمہ سے کہ حالت احرام
کوئی علیحدہ شے نہیں غور سے ملاحظہ فرمائیے۔ بھلا جس چیز کے بلا چھپائے نماز ہی نہ ہوتی ہو
تو کیا احرام کی حالت میں نماز ہو جاوے گی۔ بھلا کھلے کندھے و برہنہ ستر سے تو نماز پڑھکر
بتائیے یہ شرعاً قباحت تو درکنار کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔ پس ظاہر ہے کہ سر کا ڈھانکنا
ضروری نماز سے نہیں۔ کہ بے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کلاہ اتار کر سترہ کی جگہ رکھ دیا کرتے
ملاحظہ ہو جامع الصغیر وکنز العمال كَانَ رُبَّمَا نَزَعَ قَلَنْسُوَتَهُ فَجَعَلَهَا سُتْرَةً بَيْنَ يَدَيْهِ وَ
هُوَ يُصَلِّيْ أَخْرَجَهُ الرُّوْيَانِيُّ وَابْنُ عَسَاكِرَ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ قُلْتُ ذَكَرَهُ أَيْضًا
مُحِبُّ الدِّيْنِ الطَّبَرِيُّ فِيْ سِيْرَتِهِ وَلِهٰذَا الْحَدِيْثِ أَصْلٌ أَصِيْلٌ فِيْ صَحِيْحِ أَبِيْ دَاوُدَ
السِّجِسْتَانِيِّ فِيْ بَابِ الْخَطِّ إِذَا لَمْ يَجِدْ عَصًا مُسْنَدًا إِلٰى سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ رَأَيْتُ
شَرِيْكًا صَلّٰى بِنَا فِيْ جَنَازَةِ الْعَصْرِ فَوَضَعَ قَلَنْسُوَتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ يَعْنِيْ فِيْ فَرِيْضَةٍ حَضَرَتْ
قاضی شریک نے فرض نماز میں کلاہ کا سترہ بنایا وہ نماز بھی عصر کی تھی۔ صحیح بخاری میں ہے
وَوَضَعَ أَبُوْ إِسْحٰقَ قَلَنْسُوَتَهُ فِي الصَّلٰوةِ وَرَفَعَهَا ابو اسحاق سبیعی نے نماز میں ٹوپی
اتار دی اور اٹھا بھی لی باب السجود علی الثوب میں ہے قَالَ الْحَسَنُ كَانَ الْقَوْمُ
يَسْجُدُوْنَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِيْ كُمِّهِ حسن بصری فرماتے ہیں
اصحاب کرام سجدہ کرتے پگڑیوں اور کلاہ پر اور ہاتھ آستینوں میں ہوتے تھے قُلْتُ وَصَلَ هٰذَا
التَّعْلِيْقَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ كَمَا نَبَّهَ عَلٰى ذٰلِكَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ الْعَسْقَلَانِيُّ فِيْ فَتْحِهِ
عمامہ کو لباس سے ہی خارج سمجھنا عین جہالت ہے۔ لباس ہر مایلبس کو کہتے ہیں۔ ٹوپی و قلنسوہ
کے بیان میں صاحب قاموس لکھتے ہیں ما یلبس فی الراس اوکما قال۔ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے لباس کو زاد المعاد وغیرہ میں ملاحظہ فرماویں آیا آپ کے لباس میں کہیں
عمامہ وکلاہ کا بھی پتہ لگتا ہے یا نہیں۔ ابتدائی کتاب مشکوٰۃ کے کتاب اللباس میں ملاحظہ
فرمائیں آیا اس میں عمامہ وکلاہ کا ذکر کہیں ہے یا نہیں۔ اگر لباس میں داخل نہیں تو پھر
کن چیزوں میں ان کو داخل سمجھا جاوے کفایۃ لمتحقق ...... ثعالبی وغیرہ کتب
لغت کو ملاحظہ فرمادیں لباس میں انہیں داخل کرتے ہیں یا خارج فیا للعجب عمامہ و
کلاہ لباس ہی نہیں اگر دو کپڑے والی حدیث ان سے مسکوت ہے تو حدیث جابر تو

صریح ہے صَلّٰى جَابِرٌ فِيْ إِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهُ مَوْضُوْعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ
قَالَ لَهُ قَائِلٌ تُصَلِّيْ فِيْ إِزَارٍ وَاحِدٍ فَقَالَ إِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِكَ لِيَرَانِيْ أَحْمَقُ مِثْلُكَ وَأَيُّنَا
كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ
قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ مُلْتَحِفًا بِهِ وَرِدَاؤُهُ مَوْضُوْعٌ
فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ تُصَلِّيْ وَرِدَاؤُكَ مَوْضُوْعٌ قَالَ نَعَمْ أَحْبَبْتُ
أَنْ يَرَانِي الْجُهَّالُ مِثْلُكُمْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ كَذَا
حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے تو فقط ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھی باقی جس قدر کپڑے
تھے مشجب پر رکھدیئے تھے علاوہ ایک کپڑے کے ان پر کچھ بھی تو نہ تھا۔ دیکھنے والوں
کو زیادہ تعجب میں تو ایسے ہی امور نے ڈالا تھا۔ جواب بھی معقول عنایت کیا کسی کو دم مارنے
جگہ نہ رہی۔ ہم اگر جبراً ٹوپی عمامہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھیں تو وہ کب قبول کرتے تھے
علاوہ ازیں صحیح مسلم میں بروایت ابی ہریرہ دوسی مروی ہے أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُصَلِّيْ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقِهِ مِنْهُ شَيْءٌ آپ نے
فرمایا کہ نماز پڑھنے پائے کوئی ایک کپڑے میں کہ نہ ہو اس کے کندھے پر اس کپڑے سے کچھ
ارشاد نبی میں کچھ خامی ہو تو یہی ہمارے بھائی نکالدیں۔ ارشاد نبی ایک کپڑے میں نماز
پڑھنے والے کو صرف اسی قدر ہے کہ کندھوں کو ضرور ڈھانکیں سرپوشی کا حکم نہیں دیا
البتہ عورت کو تو ضرور دیا ہے ایک کپڑے والے کی طرح حدیث صریح صاف ہے
مقلدین کی طرح قبول میں ایچ پیچ سے حذر کریں مثل مشہور ہے ناچنا منظور نہیں صحن
ٹیڑھا ہے کا مضمون نہ کریں۔ بھلا جس چیز کا ذکر جس کا استثنا پیغمبر نہ کرے ہم کون ہیں
ٹانگ اڑانے والے پیغمبر موانع صلوٰۃ سے فقط ستر عورات وعاتقین کو فرمائیں ہم ایسے
لائق ہیں کہ سر بھی داخل کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کریں۔ فیا للعجب انا للہ
وانا الیہ راجعون ہذا ما تیسر ببالی والحمد للہ اولاً وآخراً وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ
وسلم اجمعین۔

ابو عبد الکبیر محمد عبد الجلیل السامرودی

جواب ۲: ننگے سر نماز پڑھنی خواہ فرض ہوں یا نفل بلاشبہ جائز ہے۔ احادیث
صحیحہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی کپڑے میں نماز
پڑھی ہے چنانچہ صحیح بخاری ص۵۱ ج۱ میں ہے عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَأَيْتُ
جَابِرًا ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَقَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ۔ روایت ہے محمد بن منکدر سے اس نے کہا کہ میں نے جابر بن عبد اللہ
کو دیکھا وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے تھے اور کہا جابر رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے جناب رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے تھے اور نیز صحیح بخاری ص۵۲ میں ہے

عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فِیْ بَیْتِ اُمِّ سَلَمَةَ قَدْ اَلْقٰی طَرَفَیْهِ عَلٰی عَاتِقَیْهِ۔ روایت ہے عمر بن ابی سلمہ سے تحقیق دیکھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے تھے آپ ایک کپڑے میں ام المومنین ام سلمہ رضہ کے گھر میں اور دونوں کنارے اس کے اپنے دونوں مونڈھوں پر ڈالے۔

ان دونوں حدیثوں سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھی اور ظاہر ہے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے سر ننگا رہتا ہے۔ اور صحیح بخاری جلد ۱ اور مسلم جلد ۱ میں ہے عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ سَائِلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سائل نے پوچھا ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کو۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں۔ خیر جاری شرح صحیح بخاری میں ہے وَیُسْتَفَادُ مِنْهُ الْحُکْمُ بِجَوَازِ الصَّلٰوةِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَهُوَ مَذْهَبُ الْجُمْهُوْرِ مِنَ الْعُلَمَاءِ یعنی اس حدیث سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ثابت ہوتا ہے اور یہی مذہب ہے جمہور صحابہ کا جیسے ابن عباس اور علی اور معاویہ اور انس بن مالک اور خالد بن ولید اور ابو ہریرہ اور عائشہ اور ام ہانی اور تابعین وغیرہ میں سے حسن بصری اور ابن سیرین اور شعبی اور ابن مسیب اور عطار اور ابو حنیفہ کا اور فقہا میں سے ابو یوسف اور محمد اور شافعی اور مالک اور احمد کا ایک روایت میں اور اسحاق بن راہویہ کا ان سب کا یہی قول ہے کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے جب عورت چھپ جاوے چنانچہ قسطلانی شرح صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۳۱۹ میں ہے وَهٰذَا مَذْهَبُ الْجُمْهُوْرِ مِنَ الصَّحَابَةِ کَابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَلِیٍّ وَّمُعَاوِیَةَ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّخَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَعَائِشَةَ وَاُمِّ هَانِیٍٔ وَّمِنَ التَّابِعِیْنَ الْحَسَنُ الْبَصْرِیُّ وَابْنُ سِیْرِیْنَ وَالشَّعْبِیُّ وَابْنُ الْمُسَیِّبِ وَعَطَاءٌ وَّاَبُوْ حَنِیْفَةَ وَمِنَ الْفُقَهَاءِ اَبُوْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَّالشَّافِعِیُّ وَمَالِكٌ وَّاَحْمَدُ فِیْ رِوَایَةٍ وَّاِسْحٰقُ ابْنُ رَاهُوْیَهْ۔ جامع ترمذی صفحہ ۴۷ میں ہے عَنْ عُمَرَ ابْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ بَیْتِ اُمِّ سَلَمَةَ مُشْتَمِلًا فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ اِنْتَهٰی قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی حَدِیْثُ عُمَرَ ابْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَکْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِیْنَ وَغَیْرِهِمْ قَالُوْا لَا بَاْسَ بِالصَّلٰوةِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ وَقَدْ قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ یُصَلِّی الرَّجُلُ فِیْ ثَوْبَیْنِ۔

ان احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنی بلا شبہ جائز ہے اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے سر ننگا رہتا ہے اور بعض کا

یہ کہنا کہ ننگے سر کی کوئی روایت صراحۃً نہیں ہے کیونکہ ان حدیثوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ننگے سر نماز پڑھی اس سے زیادہ اور کیا صراحت چاہئے اور جس روایت میں محض دو کپڑے میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اس سے عمامہ خارج ہے اس لئے اطلاق ثوب کا عمامہ پر بھی آتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری مسلم وغیرہ میں آیا ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُفِّنَ فِیْ ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ لَیْسَ فِیْهَا قَمِیْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ معلوم ہوا کہ اطلاق ثوب کا قمیص اور عمامہ پر بھی آتا ہے ورنہ استثناء کے کیا معنیٰ۔ اور عمدۃ القاری شرح بخاری میں عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ کَفَّنَ ... فِیْ خَمْسَةِ اَثْوَابٍ قَمِیْصٍ وَّعِمَامَةٍ وَّثَلٰثِ لَفَائِفَ

اس حدیث سے بھی صاف طور پر ثابت ہوا کہ جس طرح اطلاق ثوب کا قمیص و لفافہ پر ہے ویسے ہی عمامہ پر بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ ان بعض کا یہ کہنا اور مطلب بیان کرنا کہ ثوب کا معنے عمامہ پر صادق نہیں آتا یہ ان کا قول بیجا ہے اور بلا دلیل ہے اور اگر مانا جائے کہ اطلاق ثوب کا عمامہ پر صادق نہیں آتا او رعمامہ مسکوت عنہ ہے اور اصل مسکوت عنہ میں جواز ہے حدیث میں آیا ہے وَمَا سَکَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ واللہ اعلم۔ محمد عبد اللہ غفر لہ از کھیپانوالی ضلع فیروزپور

جواب ۵۔ الجواب صحیح عبد الحمید مدرس مدرسہ اسلامیہ واقع بدھوانہ ضلع جھنگ

جواب ۶۔ جائز ہے حدیث شریف میں ثبوت ملتا ہے (صحیح مسلم) اللہ اعلم
مفتی ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری

جواب ۷۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے صورت بلا مسطورہ میں واضح و لائح ہو کہ ننگے سر نماز پڑھنا درست و جائز ہے چنانچہ روایت ہے عمر بن ابی سلمہ سے کہا دیکھا میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے کپڑے ایک میں لپٹنے والے ساتھ اس کے (اس طور پر کہ بعض کپڑے کا تہبند باندھے تھا اور بعض کو اپنے کندھوں پر ڈالے تھا گھر میں ام سلمہ رضہ کے) متفق علیہ۔

ف۔ اس حدیث سے صریح معلوم ہوا کہ آپ کا سر ننگا تھا یعنی سر پر کوئی کپڑا نہ تھا اس لئے کہ راوی حدیث جو کپڑے ایک کی روایت کرتے ہیں اور پھر اس کی تفصیل خود بیان کرتے ہیں جس میں ذکر سر کا نہیں کرتے۔ اگر سر پر کپڑا ہوتا تو ضرور اس کا ذکر بھی کرتے۔ ایضاً مروی ہے ابو ہریرہ رضہ سے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے جو نماز پڑھے ایک کپڑے میں پس چاہئے کہ مختلف کرے طرفین اس کی یعنی داہنا پلہ بائیں کندھے پر اور بایاں پلہ داہنے کندھے پر۔ ف۔ صورت استدلال یہ ہے کہ اگر سر ڈھانپنا ضروری ہوتا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ایک کپڑے والے کو حکم فرماتے کہ سر پر کپڑا ڈالے مگر ایسا حکم نہیں فرمایا گیا جس سے ثابت ہوا کہ سر ڈھکنا ضروری نہیں۔ جابر رضی اللہ عنہ کے فعل سے بھی بین ثبوت ہے جو بخاری میں موجود ہے واللہ اعلم۔ کتبہ ابو محمد عبد الجبار مدرس مدرسہ

کھنڈیلہ ضلع جے پور۔ الجواب صحیح احمد بن محمد دار الحدیث دہلی (حال وارد مدینہ منورہ)

الادیب الفہیم النحریر مولانا عبدالجلیل صاحب کا ایک محققانہ فتویٰ

برائے ضیافت طبع ناظرین صحیفہ اہلحدیث

نماز جنازہ کا مسنون طریقہ

اس ناچیز نے نماز جنازہ جہر و سورہ فاتحہ مع مختصر سورہ کے پڑھائی تھی جس پر بعض بعض افراد نے اس میں چون وچرا کی بعض جگہ سے استفتاء بھی منگوایا مگر سائل نے بھی دروغ بافی سے حذر نہ کیا تھا اور نہ ہی مجیب نے کوئی قابل جواب دیا بلکہ وہ جواب محض ایک عصبیت سے لبریز تھا لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ اس امر کو بالوضاحت روز روشن کی طرح ظاہر کیا جائے۔ اللہ میاں عصبیت ونفسانیت سے محفوظ رکھے اور نیک توفیق دے آمین۔

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں

سوال (۲۰۹) جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا شرعاً درست ہے یا مکروہ غیر جائز۔

جواب (۲۰۹) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ رَبِّ اَعِنْ یَا کَرِیْمُ ○ سورہ فاتحہ کا نماز جنازہ میں پڑھنا مسنون ہے۔ احادیث مرفوعہ وموقوفہ وآثار صحابہ سے ثابت ہے۔ فاضل علامہ عبدالحی لکھنوی خاتمہ امام الکلام صفحہ ۲۲۳ میں تحریر فرماتے ہیں اِعْلَمْ اَنَّہٗ قَدْ وَرَدَتْ اَحَادِیْثُ مَرْفُوْعَۃٌ وَّاٰثَارٌ مَّوْقُوْفَۃٌ دَالَّۃٌ عَلٰی شَرْعِیَّۃِ قِرَاءَۃِ الْفَاتِحَۃِ بَعْدَ التَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی فِیْ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ وَوَرَدَتْ بَعْضُ الْاٰثَارِ بِتَرْکِہَا وَاخْتَلَفَ الصَّحَابَۃُ فِیْ فِعْلِہَا وَتَرْکِہَا وَتَبِعَ ذٰلِکَ اخْتِلَافُ الْاَئِمَّۃِ فِیْ ذٰلِکَ وَالْمُرَجَّحُ فِیْ ذٰلِکَ ہُوَ الْقِرَاءَۃُ عَلٰی وَجْہِ الْاِسْتِحْبَابِ اَوِ السُّنِّیَّۃِ لِثُبُوْتِ ذٰلِکَ بِالْاَخْبَارِ الْمُتَوَاتِرَۃِ وَہِیَ وَاِنْ کَانَ بَعْضُہَا ضَعِیْفَۃً لٰکِنْ اِذَا ضُمَّ بَعْضُہَا اِلٰی بَعْضٍ یُعْطِی الْوُثَاقَۃَ وَالْقَوْلُ بِالْکَرَاہَۃِ مُطْلَقًا اَوْ بِالْکَرَاہَۃِ بِنِیَّۃِ الْقِرَاءَۃِ لَا بِنِیَّۃِ الثَّنَاءِ لَا یَدُلُّ عَلَیْہِ دَلِیْلٌ بِاَحَدٍ وُّجُوْہِ الدَّلَالَۃِ یعنی اچھی طرح معلوم کرو کہ جنازہ کی نماز میں پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھنے کی مشروعیت میں مرفوع حدیثیں اور آثار موقوفہ دالہ وارد ہیں۔ بعض آثار صحابہ سے اس کا نہ پڑھنا بھی آیا ہے۔ صحابہ نے اس کے پڑھنے نہ پڑھنے میں اختلاف کیا ہے۔ انہی اختلاف کی بنا پر ائمہ کا بھی اختلاف ہوا ہے۔ ترجیح پڑھنے ہی کو ہے خواہ استحباب کی بنا پر خواہ مسنونیت کی بنا پر حدیثوں کے ثابت ہونے کی وجہ سے اس امر میں گو بعض میں ضعف ہے مگر ایک دوسرے سے

مل کر قوت ہو جاتی ہے۔ رہا مکروہ مطلق کہنا یا قرارت کی نیت سے پڑھنے کو مکروہ کہنا سو اس پر کوئی دلیل پائی نہیں جاتی دلالت کی کوئی بھی وجوہات سے۔

تعلیق الممجد حاشیہ موطا امام محمد صفحہ ۱۳۱ میں نَفْسُ الْقِرَاءَۃِ ثَابِتَۃٌ فَلَا سَبِیْلَ اِلَی الْحُکْمِ بِالْکَرَاہَۃِ بَلْ غَایَۃُ الْاَمْرِ اَنْ لَّا یَکُوْنَ لَازِمًا۔ نفس قرارت سورہ فاتحہ تو ثابت ہے لہٰذا اسے مکروہ کہنے کا کوئی راستہ نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ لازم فرض نہ ہو بس۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۲۸ جلد ۲ میں فرماتے ہیں وَمِنَ السُّنَّۃِ قِرَاءَۃُ فَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ لِاَنَّہَا خَیْرُ الْاَدْعِیَۃِ وَاَجْمَعُہَا عَلَّمَہَا اللّٰہُ تَعَالٰی عِبَادَہٗ فِیْ مُحْکَمِ کِتَابِہٖ۔ سورہ فاتحہ جنازہ کی نماز میں پڑھنا مسنون ہے چونکہ یہ دعاؤں میں بہتر اور جامع دعا ہے اللہ میاں نے اپنے بندوں کو اپنی محکم کتاب میں تعلیم فرمائی ہے۔ علامہ سندھی حنفی حواشی صحاح میں اور فاضل حسن شرنبلالی فرماتے ہیں لَا وَجْہَ لِلْمَنْعِ عَنْہَا کوئی وجہ اس کے پڑھنے سے منع کی نہیں۔ علامہ ترکمانی حنفی الجوہر النقی علی سنن البیہقی کے صفحہ ۳۹ ج ۴ میں فرماتے ہیں مَذْہَبُ الْحَنَفِیَّۃِ اَنَّ الْقِرَاءَۃَ لَا تَجِبُ فِیْ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ لَا تَجِبُ وَلَا تُکْرَہُ ذَکَرَہُ الْقُدُوْرِیُّ فِیْ تَجْرِیْدِہٖ۔ حنفیہ کا تو مذہب یہ ہے کہ پڑھنا جنازہ کی نماز میں نہ ہی واجب ہے اور نہ ہی مکروہ۔

جب حنفیہ کے نزدیک واجب بھی نہیں اور مکروہ بھی نہیں تو پھر اس کا پڑھنا مسنون ہے یا مستحب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مکروہ حنفیہ کا اصل مذہب نہیں یہ پچھلے لوگوں کا مذہب ہے جو اس کو مکروہ کہدیا اور پھر اس مکروہ کو مکروہ تحریمی سے بیان کیا حالانکہ کسی معتمد فقیہ نے مطلق قرارت کو نماز میں مکروہ تحریمی نہیں فرمایا۔ ہاں اس تفصیل سے تو ضرور لوگوں نے مکروہ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ دعا کی نیت سے جائز اور قرارت کرنے کی نیت سے مکروہ دیکھئے در مختار حَتّٰی نَا تَجُوْزُ بِنِیَّۃِ الدُّعَاءِ کبیری شرح منیۃ المصلی صفحہ ۵۴۲۔ وَلَوْ قَرَأَ الْفَاتِحَۃَ بِنِیَّۃِ الثَّنَاءِ وَالدُّعَاءِ جَازَ بحر الرائق میں محیط اور تجنیس صاحب ہدایہ سے ہے وَلَوْ قَرَأَ الْفَاتِحَۃَ فِیْہَا بِنِیَّۃِ الدُّعَاءِ فَلَا بَاْسَ فِی الْاَشْبَاہِ قَالُوْا اِنَّ الْمُؤْتَمَّ اِذَا قَرَأَ الْفَاتِحَۃَ فِیْ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ بِنِیَّۃِ الذِّکْرِ لَا یُکْرَہُ وَغَیْرِہٖ مقتدی کو بھی ذکر کی غرض سے جنازہ کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا حرام نہیں۔ جو مطلق پڑھنے کو مکروہ وہ بھی تحریمی کہے وہ بڑا ہی جاہل اور مذہب سے ناواقف ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی فرماتے ہیں اکثر علماء کرام برانند مالابد منہ کے صفحہ ۹۳ میں کہ فاتحہ ہم بخواند۔ اکثر علماء اس بات پر ہیں کہ جنازہ میں سورہ فاتحہ بھی پڑھیں۔ قاضی صاحب نے مرتے وقت اپنے وصیت نامہ میں وصیت کی ہے کہ میرے جنازہ پر سورہ فاتحہ بھی پڑھنا

دیکھو ان کا وصیت نامہ مع مالابد منہ ص ۱۹۱ وبعد تکبیر اولی سورۃ فاتحہ ہم خوانند - ہاں قرارت کی نیت سے جو پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے شامی اس کو کراہیت تحریمی سے تعبیر کرتے ہیں جو ٹھیک نہیں بلکہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ تسلات الجوائز فی صلوۃ الجنائز میں اس کراہیت کو کراہیت تنزیہی فرمایا ہے جو اولویت کے مد مقابل ہے ما نصہ ھو محمول علی الکراھۃ التنزیھیۃ التی ھی خلاف الاولی کما لا یخفی مجھے بڑا ہی تعجب معلوم ہوتا ہے اس مدعی علم سے کہ باوجود احادیث نبویہ وآثار صحابہ سے اس کے پڑھنے کے ثبوت ہوتے ہوئے مکروہ کہے وہ بھی تحریمی۔ بھلا جس کام کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کریں کہیں صحابہ کریں کہیں اور وہ کام مکروہ وہ بھی تحریمی ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس نیت سے پڑھی تھی سورۃ فاتحہ یا ارشاد فرمایا وہ آپ کے بے بتلائے کون کہہ سکتا ہے اور جو کہے وہ بے دلیل ہے لان نیۃ الثناء امر مبطن لا یعلمہ الا من قال الفاضل حسن الشرنبلالی حکاہ الفاضل اللکھنوی فی امام الکلام صفحہ ۲۳۸ - فاضل لکھنوی حنفی تعلیق امام الکلام مسمی غیث الغمام میں فرماتے ہیں مع ان النیۃ امر باطن فی نفسہ ایضا فان اختلاف النیۃ امر باطن لا یطلع علیہ احد الا ببیان من نواہ

احادیث مرفوعہ سے نماز جنازہ میں قرارت فاتحہ کا ثبوت

سنو ہم اب اولا مرفوع روایتوں کو بیان کرتے ہیں

(۱) وعن جابر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکبر علی جنائزنا اربعا ویقرأ بفاتحۃ الکتاب فی التکبیرۃ الاولی رواہ الحاکم فی مسندہ والامام الشافعی فی کتاب الام قلت فیہ محمد بن عبد اللہ بن عقیل قال الترمذی فی جامعہ فی باب مفتاح الصلوۃ الطہور ھو صدوق وقد تکلم فیہ بعض اھل العلم من قبل حفظہ وسمعت محمد بن اسمعیل یقول کان احمد بن حنبل واسحق بن ابراھیم والحمیدی یحتجون بحدیث محمد بن عبد اللہ بن عقیل قال محمد ھو مقارب الحدیث۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے جنازوں پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے اور پہلی تکبیر میں سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔

(۲) عن ام شریک الانصاریۃ قالت امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نقرء علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب رواہ ابن ماجۃ قلت فیہ شہر بن حوشب قال ابن الھمام فی فتح القدیر ص ۱۱ الصحیح فی شہر التوثیق وثقہ ابو زرعۃ واحمد ویحیی ویعقوب ابن شیبۃ قلت وکذا رجح توثیقہ العلامۃ الترکمانی فی الجواہر النقی والزیلعی المخرج فی نصب الرایۃ لہ وحماد بن جعفر العبدی

البصری قال ابن معین ثقۃ وذکرہ ابن حبان فی الثقات علی ما فی تہذیب الحافظ ام شریک انصاریہ فرماتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھیں۔

(۳) وعن ام عفیف قالت بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین بایع النساء فاخذ علینا ان لا نحدث من الرجال الا محرما وامرنا ان نقرء علی میتنا بفاتحۃ الکتاب رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ عبد المنعم ابو سعید وھو ضعیف کذا فی مجمع الزوائد فی المجلد الثالث وذکر ھذا الحدیث ایضا الحافظ ابن عبد البر فی استیعابہ ص ۴۸۲ ج ۴ والحافظ ابن حجر فی الاصابۃ ص ۴۴۷ ج ۴ لفظ الاصابۃ علی جنائزنا۔ ام عفیف نہدیہ فرماتی ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی جب کہ آپ نے عورتوں سے بیعت لی تھی۔ آپ نے ان عورتوں سے بیعت میں عہد لیا تھا کہ تم غیر محرم مردے باتیں چیتیں نہ کیا کرنا اور ہمیں حکم فرمایا تھا کہ ہم اپنے جنازوں میتوں پر سورہ فاتحہ پڑھیں۔

(۴) وعن اسماء بنت یزید قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا صلیتم علی الجنازۃ فاقرءوا بفاتحۃ الکتاب رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ معلی بن حمران ولم اجد من ذکرہ وبقیۃ رجالہ موثقون وفی بعضھم کلام کذا فی مجمع الزوائد اسماء بنت یزید بن السکن خطیبۃ النساء فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر فرمایا پڑھو سورۃ فاتحہ کو۔

(۵) وعن ابن عباس قال اتی بجنازۃ جابر ابن عتیک او سہل بن عتیک فتقدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان اول من صلی علیہ فی موضع الجنائز فکبر فقرء بام القرآن فجہر بہا ثم کبر الثانیۃ فصلی علی نفسہ وعلی المرسلین ثم کبر الثالثۃ فدعا للمیت الحدیث رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ یحیی ابو یزید بن عبد الملک النوفلی وھو ضعیف کذا فی مجمع الزوائد۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جابر بن عتیک یا سہل بن عتیک (شک راوی کا ہے) کا جنازہ آپ کے سامنے لایا گیا۔ سب سے پہلے یہی جنازہ تھا جو مخصوص جنازہ پڑھنے کی جگہ میں پڑھا گیا سو آپ آگے بڑھے اور تکبیر کہی پھر سورۃ فاتحہ زور سے پڑھی پھر دوسری تکبیر کہی اور اپنی ذات اور مرسلین پر درود پڑھا پھر تیسری تکبیر کہی اور میت کے لیے دعا کی۔

یہ تو ہوئیں صریح مرفوع روایتیں جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے میں۔ اب ہم وہ روایتیں ذکر کرتے ہیں جن میں صحابہ نے تو صاف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں ذکر کیا اور وہ

روایتیں مرفوع ہیں۔

(۱) دیکھو صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قراءۃ فاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ عن طلحۃ بن عبد اللہ ابن عوف قال صلیت خلف ابن عباس علی جنازۃ فقرء بفاتحۃ الکتاب قال لتعلموا انها سنة قلت ہذا الحدیث القائل وقد رفعه صریحاً بعض الرواۃ عنہ الا ان الترمذی قال فی جامعه الصحیح عن ابن عباس قوله من السنة

طلحہ بن عبد اللہ کہتے ہیں میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک جنازہ کی نماز پڑھی تو انہوں نے سورۃ فاتحہ بھی پڑھی۔ بعد میں دریافت کرنے پر کہا کہ تم معلوم کرلو کہ یہ سنت ہے

(۲) عن ابی امامة بن سهل بن حنیف وکان من کبراء الانصار وعلمائهم وابناء الذین شهدوا بدرا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرہ ان السنة فی الصلوۃ علی الجنازۃ ان یکبر الامام ثم یقرء بفاتحة الکتاب اخرجه الطحاوی فی معانی الآثار والشافعی فی الام [illegible] والبیہقی وسند الطحاوی لا مطعن فیه وکذا البیہقی الا ان فی روایة البیہقی اخبرہ رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بدل رجل وقال قال الزهری حدثنی بذلک ابو امامة وابن المسیب یسمع فلم ینکر ذلک علیه قال ابن شهاب فذکرت الذی اخبرنی ابو امامة من السنة فی الصلوۃ علی المیت لمحمد بن سوید فقال وانا سمعت الضحاک بن قیس یحدث عن حبیب بن مسلمة فی صلوۃ صلاها علی المیت مثل الذی حدثنا ابو امامة

ابو امامہ اسعد بن سہل بن حنیف جو کہ انصار کے بڑوں میں سے اور ان کے علماء میں سے ہیں اور بدریوں کے فرزند انہیں کسی ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے بتایا کہ نماز جنازہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ تکبیر کہے پھر سورۃ فاتحہ پڑھے۔

(۳) عن ابی امامة بن سهل بن حنیف یحدث سعید بن المسیب قال السنة فی الصلوۃ علی الجنازۃ ان تکبر ثم تقرء بام القرآن ثم تصلی علی النبی صلی اللہ علیه وسلم ثم تخلص الدعاء للمیت ولا تقرء الا فی التکبیرۃ الاولی اخرجه ابن الجارود فی المنتقی ص ۲۶۵ قال الحافظ فی فتح [illegible] واخرجه عبد الرزاق والنسائی باسناد صحیح [illegible] بعد ان اخرجه من [illegible] مصنفه فی الجزء الرابع وابن حزم فی المحلی اخرجه ایضا ابن ابی شیبة فی [illegible] ص ۳۰ ج ۵۔

ابو امامہ مذکور نے سعید بن المسیب سے کہا کہ جنازہ کی نماز میں سنت یہ ہے کہ تکبیر کہے پھر سورۃ فاتحہ پڑھے پھر درود پڑھے پھر خالص دعا کرے۔ صرف پہلی ہی تکبیر میں پڑھے۔ صحابی جب من السنة کہے تو وہ حدیث حکماً مرفوع ہی ہوتی ہے تمام محدثین کے نزدیک۔

امام نووی مقدمہ شرح صحیح مسلم صفحہ ۱۷ میں فرماتے ہیں واما اذا قال الصحابی امرنا بکذا او نهینا عن کذا او من السنة کذا فکله مرفوع علی المذهب الصحیح الذی قاله الجمهور من اصحاب الفنون قال ابن الهمام فی الفتح قول الصحابی من السنة حکمه الرفع عند الجمهور ذکرہ فی الحج

علامہ عبد الحی لکھنوی ظفر الامانی شرح مقدمہ جرجانی کے صفحہ ۱۱۳ میں بعد طویل بحث کے فرماتے ہیں اقول والاحسن عندی فی هذا المبحث مذهب ائمة الحدیث وعلیه اعتمادی میرے نزدیک اس مبحث میں ائمہ حدیث کا ہی مذہب بہت اچھا ہے اسی پر میرا اعتماد بھی ہے۔

اب چند آثار صحابہ کو ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) عن عبید بن السباق قال صلی بنا سهل بن حنیف علی جنازة فلما کبر التکبیرة الاولی قرء بام القرآن حتی اسمع من خلفه اخرجه البیہقی فی السنن ص ۳۹ ج ۴ و الدارقطنی ص ۱۹۱ ج ۱ وابن ابی شیبة فی المصنف فی الجزء الرابع ص ۱۱۳ عبید بن السباق فرماتے ہیں کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ہمیں ایک جنازہ پڑھایا پہلی تکبیر کہی تو سورہ فاتحہ پڑھی اس طرح کہ مقتدیوں کو بھی سنایا۔

(۲) روی ابن ابی شیبة عن ابن مسعود انه قرء علی الجنازة بالفاتحة کذا فی المحلی للشیخ سلام اللہ الدهلوی والمحلی لابن حزم ص ۱۲۹ ج ۵ والبیہقی ص ۳۹ ج ۴ وابن المنذر [illegible] منصور۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھی۔

(۳) ان المسور بن مخرمة صلی علی جنازة فقرء فی التکبیرة الاولی فاتحة الکتاب وسورة قصیرة ورفع بهما صوته اخرجه ابن حزم فی المحلی ص ۱۲۹ ج ۵ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی ایک جنازہ پر۔ پہلی تکبیر میں سورہ فاتحہ اور ایک چھوٹی سی سورت پڑھی اونچی آواز سے۔

(۴) عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص انه کان یقرء بام القرآن بعد التکبیرة الاولی علی الجنازة اخرجه الامام الشافعی فی کتاب الام ص ۲۶۶ ج ۱ والمسند ایضا قال الامام الشافعی فی الام وبلغنا ذلک عن ابی بکر الصدیق وسهل بن حنیف وغیرهما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص تکبیر اولیٰ کے بعد جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔ ابو بکر صدیق اور سہل بن حنیف اور دیگر صحابہ سے بھی اسی طرح آیا ہے۔

(۵) عن مجاهد قال سألت ثمانیة عشر رجلا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ فَكُلُّهُمْ يَقُوْلُ كَبِّرْ ثُمَّ اقْرَءْ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ
ثُمَّ كَبِّرْ ثُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا فِي غُنْيَةِ الطَّالِبِيْنَ لِلشَّيْخِ
عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيْلَانِيِّ فِي فَصْلِ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ ص۱۳۸ ج ۲ وَرَوَاهُ الْاَثْرَمُ ذَكَرَهُ الشُّرُنْبُلَالِيُّ
نَقْلًا عَنْ اُسْتَاذِهٖ عَنْ قَاسِمِ بْنِ قَطْلُوْبُغَا عَلٰى مَا فِي التَّعْلِيْقِ الْمُمَجَّدِ مجاہد رحمہ اللہ
فرماتے ہیں میں نے اٹھارہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں سے جنازہ کی نماز کے
متعلق دریافت کیا۔ سب نے یہی کہا کہ تکبیر کہہ پھر سورہ فاتحہ پڑھ پھر تکبیر کہہ اور درود
پڑھ۔

اور بھی صحابہ کے آثار ہیں جنہیں اختصار کی غرض سے ترک کئے دیتا ہوں۔ امام
ابن حزم نے جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے والوں میں سے ابوہریرہ، ابوداؤد، ابن مسعود
انس بن مالک کو محلی صفحہ ۱۳۰ جلد ۵ میں بیان کیا ہے۔

تابعین عظام سے جنازہ میں قرأت فاتحہ کا ثبوت

تابعین میں سے بھی بہت سے افراد ایسے ہیں جو جنازہ میں
سورۂ فاتحہ کو مسنون جانتے ہیں۔ خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ سے
امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے قَالَ الْحَسَنُ يَقْرَأُ
عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَفَرَطًا وَاَجْرًا خواجہ
حسن بصری فرماتے ہیں بچے پہ سورۂ فاتحہ اور اللهم اجعله لنا اخیر تک پڑھا جائے۔
غرضیکہ سورۂ فاتحہ جنازہ کی نماز میں پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ و تابعینؒ
سے ثابت ہے۔ جو یہ کہے کہ کسی صریح صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں وہ محض لغو
کہتا ہے اس نے ان حدیثوں کو یا تو دیکھا ہی نہیں یا اگر دیکھا بھی ہے تو نفسانیت و
عصبیت کے نقاب نے بصارت قلبی پر پورا قبضہ کر رکھا ہے۔ بھلا کوئی ان صحاح صراح
کا انکار ذوی البصارت کر سکتا ہے اللہ میاں اسے نیک سمجھ دے۔ فاضل ابن الہمام سے بھی
ایک ایسی ہی غفلت ہوگئی ہے کہ انہوں نے بھی لکھ دیا کہ لَمْ تَثْبُتِ الْقِرَاءَةُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا فِي الْفَتْحِ اس قدر واضح بات کا انکار کرنا ان جیسے محقق کی شان
سے بعید ہے۔ ہم نے تھوڑی دیر کے لیے بالتسلیم بھی کر لیا تب بھی ان کے اس کہنے سے
سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کی حرمت ثابت نہیں ہو سکتی۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ بسلامت الجزائر میں
فرماتے ہیں ذٰلِكَ بِالْحُرْمَةِ عِنْدَ عَلَيْهِ الشَّارِعُ ... اَنْ يَكُوْنَ حَرَامًا اَوْ مَكْرُوْهًا
بَلْ يَحْتَاجُ ... عَلٰى نَهْيٍ قَطْعِيٍّ اَوْ ظَنِّيٍّ اس سے یہ ... جس چیز کو نہ آپ سے ثابت نہ ہو
اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ چیز حرام ہو یا مکروہ بلکہ ان دونوں کے علم کے لئے قطعی
ممانعت یا نہی کا ثبوت چاہیے اس مسئلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یعنی جنازہ میں
سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ممانعت کسی ایک حدیث میں بھی ثابت نہیں۔ صرف حدیث اَخْلِصُوْا لَهُ

الدُّعَاءَ سے استدلال کیا ہے۔ یہ بھی بڑی جد و جہد کے بعد انہیں دلیل ملی ہے۔ فاضل
علامہ عبدالحی لکھنوی غیث الغمام ص۱۳۵ میں فرماتے ہیں وَغَايَةُ مَا اسْتَدَلَّ بِهٖ اَصْحَابُنَا
هُوَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ وَهُوَ
لَا يُثْبِتُ مَنْعَ الْقِرَاءَةِ بَلِ الْغَرَضُ مِنْهُ الْاِكْثَارُ فِي الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ وَالْاِخْلَاصُ
فِيْهِ لِيُسْتَجَابَ فَافْهَمْ وَاسْتَقِمْ بہت بہت کر کے جانفشانی سے اگر ہمارے بھائی حنفیوں کو
دلیل ملی جس سے انہوں نے مذہب کی دلیل پکڑی ہے وہ صرف ابوہریرہ کی حدیث ہے
مرفوع کہ جب تم میت کے لئے نماز پڑھو تو خلوص قلب سے اس کے حق میں دعا کرو سو اس سے
پڑھنے کی ممانعت نہیں ثابت ہو سکتی بلکہ اس سے تو صرف اسی قدر غرض ہے کہ خوب
خلوص قلب کے ساتھ میت کے حق میں دعا کرنا چاہیے تاکہ دعا قبول ہو اس آسان بات کو
سمجھو سیدھی راہ چلو۔ امام ابن حزم محلی ص۱۳۰ جلد ۵ میں فرماتے ہیں وَاحْتَجَّ مَنْ مَنَعَ
مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِيْهَا بِاَنْ قَالُوْا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْلِصُوْا
لَهُ الدُّعَاءَ قَالَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ هٰذَا حَدِيْثٌ سَاقِطٌ مَا رُوِيَ قَطُّ مِنْ طَرِيْقٍ يَشْتَغِلُ
بِهَا ثُمَّ لَوْ صَحَّ لَمَا مَنَعَ مِنَ الْقِرَاءَةِ لِاَنَّهٗ لَيْسَ فِيْ اِخْلَاصِ الدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ نَهْيٌ عَنِ
الْقِرَاءَةِ وَنَحْنُ نُخْلِصُ لَهُ الدُّعَاءَ وَنَقْرَاُ كَمَا اُمِرْنَا۔ جنازہ کی نماز میں پڑھنے سے منع کرنے والوں
نے حدیث اَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ سے استدلال کیا ہے۔ امام ابن حزم کہتے ہیں اولاً تو یہ حدیث
ہی قابل حجت نہیں اور نہ ہی ایسے طریق سے وارد ہے کہ اس کے جواب میں مشغولیت کی جائے
ثانیاً اگر اس کی صحت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی پڑھنے کی ممانعت نہیں ہو سکتی۔ اخلاص دعا
مانع قرأت نہیں۔ ہم اخلاص بھی دعائیں کرتے ہیں اور پڑھتے بھی ہیں جس طرح ہمیں شارع علیہ
السلام کا حکم ہوا ہے۔

علامہ فاضل لکھنوی تعلیق الممجد ص۱۳۱ میں فرماتے ہیں حسن شرنبلالی صاحب مراقی الفلاح
نے ایک رسالہ بنام النظم المستطاب لحکم القراءة فی صلوٰة الجنازة بام الکتاب تصنیف کیا ہے
رَدَّ فِيْهَا عَلٰى مَنْ ذَكَرَ الْكَرَاهَةَ بِدَلَائِلَ شَافِيَةٍ وَهٰذَا هُوَ الْاَوْلٰى لِثُبُوْتِ ذٰلِكَ عَنْ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ۔ اس میں کراہیت کہنے والوں پر کافی شافی دلیلوں
سے رد کیا ہے اور یہی اولیٰ ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ثابت ہونے
کی وجہ سے واللہ اعلم۔

سوال (۲۱۰) جنازہ میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کسی سورت کا پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب (۲۱۰) سورۂ فاتحہ کے ساتھ کسی ایک سورت کا ملانا شرعاً درست ہے۔ حدیث
آثار صحابہ میں دیکھو۔ نیز عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ
خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَاَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ وَجَهَرَ حَتّٰى اَسْمَعَنَا فَلَمَّا
مسور بن مخرمہ نمبر ۳

فرع اخذت بیدہ فسألته فقال سنة وحق اخرجه النسائی وابن الجارود فی المنتقی ص ۲۶۴ واسنادهما صحیح وذکر ذکر السورة ابن الجارود باسانید کلها صحاح جید وما قاله البیهقی ذکر السورة غیر محفوظ فقد تعقب علیه العلامة الترکمانی فی الجوهر النقی ص ۳ ج ۴ وقال بل هو محفوظ رواه النسائی عن الهدیۃ ج ۲ بن ایوب عن ابراهیم بن سعد بسنده۔ طلحہ بن عبداللہ بن عوف نے کہا میں نے ابن عباس کے پیچھے جنازہ کی نماز پڑھی انہوں نے سورۂ فاتحہ اور ایک سورت زور سے پڑھی سلام کے بعد میں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور دریافت کیا تو مجھے جواب دیا کہ یہ سنت اور حق ہے۔ واللہ اعلم۔

سوال (۲۱۱) جنازہ کی نماز زور سے پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب (۲۱۱) نماز جنازہ کو زور سے پڑھنا شرعاً درست ہے۔ دیکھو مسطورہ بالا حدیثیں نیز منتقی لابن الجارود ص ۲۶۴ میں ابن عباسؓ کی روایت کے لفظ یہ ہیں انما جهرت لاعلمکم انها سنة والامام کفاها زور سے پڑھنا درست نہ ہوتا تو یہ زور سے پڑھ کر یہ نہ فرماتے۔ نیز جنازہ زور سے پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔ دیکھو فتح القدیر ص ۱۹۱-۲ جلد ۱ روی ابوداؤد عن واثلة بن الاسقع قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علی رجل من المسلمین فسمعته یقول اللهم ان فلان بن فلان فی ذمتك وحبل جوارك الحدیث وروی ابن الضحاک انه ابی هریرة سمعته من النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول اللهم انت ربها وانت خلقتها وانت هدیتها الی الاسلام الخ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز پڑھائی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد مسلمان کی میں نے سنا آپ کو کہتے ہوئے اللہم ان فلان بن فلان (اس جگہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے) فی ذمتک وحبل جوارک اخیر تک اور نیز مروی ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا اللہم انت ربہا اخیر تک

ان حدیثوں سے صاف اور واضح طور سے ثابت ہوا کہ جنازہ زور سے پڑھنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اسے مکروہ کہنا عصبیت سے خالی نہیں۔ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اُسے بُرا کہنا بُرا جاننا مکروہ کہنا ایک مسلم انسان کا دل کیونکر گوارا کر سکتا ہے۔ اُس نے تو اپنے نبی کے فعل پر حرف گیری کی۔ اللہ میاں نیک توفیق دے

ماحصل اس کا یہ ہے کہ جنازہ میں سورۂ فاتحہ اور کوئی ایک سورت کا پڑھنا، اور نیز جنازہ کی نماز آواز سے پڑھنا شرعاً ثابت ہے۔ مکروہ یا حرام کہنا بے علمی و بے خبری کا ثمرہ ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

هذا ما سنح ببالی الفاتر وانا المولی رحمة ربه ابو عبدالکبیر محمد عبدالجلیل

نماز جنازہ زور سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں

السادس والعشرین من رجب المرجب احد الشهور کان اللہ له حررہ ثمان وعشرین من رجب المرجب احد الشهور سنة اثنین وخمسین وثلث مائة بعد الالف وصلی اللہ علی النبی واله وصحبه وسلم۔

حنفیوں کے مفتی مولوی کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ

(۱) جنازہ کی نماز میں میت کے لئے دعاء اللہم ان فلان بن فلان فی ذمتک وحبل جوارک الخ فلاں بن فلاں کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لے، جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جنازہ کی نماز جہر سے پڑھنا شرعاً جائز ہے یا حرام یا گنہگاری؟

(۳) اگر کسی نے جہر سے جنازہ پڑھا اور اس کے پیچھے متبعین امام صاحب بھی شریک ہوں۔ آیا حنفیوں کی جہر پڑھنے والے کے پیچھے نماز جنازہ ہو گی یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ (۱) جب دعاء مذکور پڑھی جائے تو فلاں بن فلاں کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لیا جائے۔

(۲) حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ میں جہر نہیں ہے تاہم اگر امام نے جہر کیا تو حنفیوں کا کوئی حرج نہیں۔

(۳) حنفی بھی اس امام کے پیچھے نماز میں شریک ہو سکتے ہیں اور ان کی نماز جائز ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ مدرسہ امینیہ دہلی۔

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۳۴ء جلد ۱۳ نمبر ۱۱

سوال (۲۱۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عید الضحیٰ اور عید الفطر میں کتنی تکبیرات ہیں۔ تکبیرات ۱۲ و ۹ و ۶، ہر ایک کا حال تحریر کریں۔

سائل ابو سلیمان عبدالرحمن نو مسلم میانوال ارائیاں تحصیل نکودر ضلع جالندھر۔

جواب (۲۱۲) صورت مرقومہ بالا میں واضح ولائح ہو کہ صلوٰۃ عیدین کی تکبیریں شریعت محمدیہ میں بارہ ہیں اور نو بھی بعض صحابہؓ سے ثابت ہیں جیسا کہ جامع ترمذی سے ظاہر ہوتا ہے اور تیرہ بھی بعض وقت کہنی ثابت ہیں جیسا کہ مجمع الزوائد میں موجود ہے۔ اور جو ماسوا ان کے ہیں وہ سب بدعت ہیں کیونکہ بدعت اسی چیز کو کہتے ہیں کہ جو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ میں نہ ہو اور لوگ اس کو اپنی طرف سے شرعی حکم سمجھ کر عوام الناس میں مروج کر دیں تو معلوم ہوا کہ یہ جو آجکل لوگوں میں صلوٰۃ عیدین کی تکبیریں چھ مروج ہیں یہ بالکل بدعت اور سبب گمراہی ہیں کیونکہ ان کا ثبوت شریعت محمدیہ میں نہیں ہے۔ اور جو

نماز عیدین کی تکبیریں کتنی ہیں

بارہ تکبیریں ہیں ان کا ثبوت واضح طور پر پایا جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے
عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
اَلتَّکْبِیْرُ فِی الْفِطْرِ سَبْعٌ فِی الْاُوْلٰی وَخَمْسٌ فِی الْاٰخِرَةِ وَالْقِرَاءَةُ بَعْدَهُمَا کِلْتَیْهِمَا
(اَخْرَجَهٗ اَبُوْدَاوٗد) یعنی روایت ہے عمرو بن شعیب سے وہ روایت کرتا ہے اپنے باپ
سے اس کا باپ روایت کرتا ہے اپنے دادا سے کہا اس کے دادا نے کہ فرمایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ تکبیریں عید الفطر کی سات ہیں پہلی رکعت میں اور پانچ ہیں پچھلی رکعت میں اور
قرأت پیچھے ان دونوں تکبیروں کے ہے (یہ حدیث ابو داؤد میں ہے)

تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ صلوٰۃ عیدین کی تکبیریں بارہ ہیں اور جو
یہ چھ تکبیریں ہیں یہ مذہبی تکبیر گھڑی گھڑائی ہیں۔ خدا اور رسول کی طرف سے یہ حکم قطعاً نہیں
اور جو کوئی کہے کہ یہ حکم خدا اور رسول کا ہے تو وہ شخص بڑا کاذب بلکہ اکذب ہے اور
نیز معلوم ہوا کہ تمام دنیا میں عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں قرأت تکبیروں کے بعد
پڑھی جاتی ہے اور دوسری رکعت میں تکبیروں کے قبل پڑھی جاتی ہے سو یہ غلط اور
خلاف سنت نبوی ہے۔ بلکہ سنت یوں ہے کہ قرأت تکبیروں کے بعد دونوں رکعتوں
میں ہونی چاہئے۔

سوال (۲۱۳) جو کہ بوقت عید کے خطبہ شروع ہونے سے پیشتر اذان کہی جاتی
ہے اسکا از روئے شریعت کیا حال ہے؟ (سائل مذکور بالا)

جواب (۲۱۳) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ بوقت عید کے جب خطبہ شروع ہو یا نماز
تو اس سے پیشتر اذان یا اقامت کا کہنا بالکل ناجائز و نادرست بلکہ بدعت ہے کیونکہ اسکا
ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ثبوت واضح طور پر پایا جاتا ہے
چنانچہ اس بات کی حدیث ابن عباس خود شاہد ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّی الْعِیْدَ بِلَا اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ (اَخْرَجَهٗ اَبُوْدَاوٗد وَاَصْلُهٗ فِی الْبُخَارِیْ)
یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نماز پڑھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی
بغیر اذان اور اقامت کے نماز پڑھائی (یہ حدیث ابو داؤد میں ہے) اور اصل اس کی صحیح
بخاری میں ہے۔

سوال (۲۱۴) جمعہ اور عید کے پہلے نقارہ بجانا کیا ہے (سائل مذکور)

جواب (۲۱۴) جو کہ قبل جمعہ اور عید کے نقارہ بجایا جاتا ہے یہ بھی بالکل بدعت ہے
کیونکہ اس کا ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں ہے اور یہ تمام بدعتیں کٹ ملاؤں نے بسبب
اپنی کم علمی کے مروج کی ہوئی ہیں ورنہ ان کا ثبوت اس سچے دین میں کہ جس کو محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے لائے تھے ہرگز ہرگز نہیں ہے بلکہ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ

اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ میں داخل ہے کما لا یخفی علی ماھر الکتاب والسنۃ

سوال (۲۱۵) جو لوگ سنت رسول کی کرکے نیت باندھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دو رکعت
سنت رسول کی یہ بھی جائز ہے یا کہ نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۲۱۵) واضح ہو کہ یہ ایک بڑی زبردست بدعت عرب و عجم میں پھیل رہی ہے کہ
جس کا ثبوت نہ قرآن میں نہ حدیث میں پایا جاتا ہے نہ ائمہ اربعہ سے بلکہ کسی جاہل کی مروج کی ہوئی
ہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ثابت ہے کہ جب
نماز پڑھنے کو نمازی کھڑا ہو تو صرف زبان سے اللہ اکبر ہی کہے نہ یہ کہ دو سنت پڑھتا ہوں
یا دو نفل یا سنت رسول کی اور فرض اللہ کے یا چار رکعت پڑھتا ہوں ظہر کی یا عصر کی
پیچھے اس امام کے اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے تو لفظ اللہ اکبر کے ساتھ شروع کرتے
نہ الفاظ مذکورہ کے ساتھ۔ اور نیز معلوم ہوا کہ جس قدر حدیث کی کتابیں ہیں سوا موطا
امام مالک کے سب میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ثابت ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ
بِالنِّیَّاتِ یعنی عمل کا معتبر ہونا صحیح ہونا اللہ اور رسول کے نزدیک دل ہی کے ارادے سے ہے
تو نماز بھی ایک عمل ہے زبان سے کہنے کی کچھ حاجت نہیں بلکہ گمراہی ہے۔ قصد دل ہی کا کافی
وافی ہے اور جتنے علمائے احناف معتبر گزرے ہیں سب نے اس نیت کو بدعت لکھا ہے
اور پوری بحث اس مسئلہ کی ہدایۃ النبی المختار الیٰ من یصلی الیٰ یوم القرار میں موجود ہے
من شاء فلیرجع الیہ۔

سوال (۲۱۶) دیہات میں جمعہ پڑھنا کیسا ہے۔ آیا جائز ہے یا نہیں؟
(سائل فوق المذکور)

جواب (۲۱۶) واضح ہو کہ دیہات میں جمعہ نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ
جس طرح شہر میں جمعہ پڑھنے کا حکم ہے اسی طرح دیہات میں بھی ہے چنانچہ اللہ رب العالمین
اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ
الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ الآیۃ (سورہ جمعہ) یعنی اے ایمان والو!
جس وقت کہ پکارا جائے واسطے نماز کے دن جمعہ کے پس دوڑو تم طرف ذکر اللہ کے
اور چھوڑ دو تم خرید و فروخت کو۔
اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ دیہات میں بھی جمعہ کا ویسا ہی حکم ہے جیسا کہ شہر
میں ہے کیونکہ اللہ رب العزت عام طور پر فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! اب خواہ ایمان والے
شہر میں ہوں یا دیہات میں تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے اور اگر دیہات میں ہم جمعہ
نہ پڑھیں تو ہمارے نزدیک دیہات میں کوئی ایمان والا ہی نہیں رہا۔

معلوم ہوا کہ اگر کوئی کہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ نہیں ہے جمعہ مگر بیچ شہر جامع کے تو اول تو قول صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ اور اگر ثابت بھی ہو تو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے خلاف ہے اور جو قول صحابی کا کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ کے خلاف ہو تو وہ غیر معمول بہ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ اس قول سے دیہات میں جمعہ نہ ہونے پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ انہیں کے اصول فقہ کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ تخصیص کتاب اللہ کی خبر احاد سے نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ ایک قول صحابی سے جو کہ بے ثبوت ہے تخصیص کرتے ہیں کہ جمعہ شہر ہی میں ہوتا ہے دیہات میں نہیں ہوتا یہ بات بالکل غلط ہے اور اپنے مسلمہ اصول کا خلاف کرنا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جیسے شہروں میں جمعہ پڑھنا لازمی و ضروری ہے اسی طرح دیہات میں بھی جمعہ پڑھنا لازم و ضروری ہے۔ اور تارکین جمعہ کے حق میں بہت سخت وعیدیں احادیث میں آئی ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ و عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ان دونوں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے آپ اوپر سیڑھی منبر اپنے کے البتہ باز رہیں گے لوگ چھوڑنے سے جمعوں کو یا البتہ مہر کر دے گا اللہ اوپر دلوں ان کے کہ پھر البتہ ہو جاویں گے وہ غافلوں سے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کتنا ہی ان کو قرآن حدیث سناؤ لیکن ایک نہیں مانتے۔ ہذا ما عنداللہ تعالیٰ۔ ہمارا کام سمجھانا تھا یارو۔ آگے چاہے تم مانو یا نہ مانو۔

(مفتی) مدرس دار الکتاب والسنۃ

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ مطابق ماہ جون ۱۹۳۴ء جلد ۱۴ نمبر ۳

سوال (۲۱۷) نماز میں بجائے ایک آمین کے تین آمین کہنا کیسا ہے۔ بعض اس کو سنت کہتے ہیں اور بعض بدعت۔ بینوا و توجروا۔

جواب (۲۱۷) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ آمِيْنَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قُلْتُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ خَلَا قَوْلُهُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ۔ مجمع الزوائد مطبوعہ انصاری دہلی جلد ۲ صفحہ ۱۰۷۔ حدیث ہذا کے تمام راوی سب ثقہ ہیں۔ اگر طبرانی کبیر ہو تو اس میں بھی نکال کر دیکھ سکتے ہیں۔ باقی جو شخص تین دفعہ آمین کہنے کو بدعت بتلاتا ہے یا تو وہ جاہل ہے اس کو علم حدیث کی خبر نہیں تو اس کو بتلانا چاہئے یا عالم ہے تو دشمن اللہ و رسول کا ہے کہ جس فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے پھر اس سے منع نہیں کیا وہ اس کو بدعت بتلاتا ہے ایسا شخص امید نہ رکھے کہ وہ دنیا سے ایمان لے کر جائے گا۔ ہارون رشید کے روبرو یہ ذکر آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کدو کو دوست رکھتے تھے یعنی دل کی خواہش سے اس کو کھاتے تھے تو ایک شخص نے یہ کہہ دیا کہ مجھ کو اچھا نہیں لگتا۔ قاضی ابویوسف نے اسی وقت جلاد کو

حاضر کروایا اور اس کے قتل کا فتویٰ دیا کہ یہ شخص مرتد ہو گیا۔ اس شخص نے بہت جلد توبہ کی تب اس کو معاف کر دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک کام کو کریں پھر اس کو مسلمان ہو کر بدعت کہے یہ بڑی دلیری ہے۔ وائل بن حجرؓ کی حدیث آخر وقت کی ہے کیونکہ وائل بن حجر بعد فتح مکہ شریف مسلمان ہوئے۔ یہ حدیث اول کی نہیں ہے۔ اسماء الرجال کے جاننے والے جانتے ہیں۔ اسد الغابہ استیعاب وغیرہ کتب میں ان کا حال موجود ہے۔

الراقم عبدالحکیم نصیر آبادی

صراط الاہتداء فی بیان الاقتدار مطبوعہ فاروقی دہلی مؤلفہ مولانا احمد حسن صاحب دہلوی تلمیذ میاں صاحب مرحوم صفحہ ۷ و ۸ میں مولانا حفیظ اللہ خان صاحب مرحوم سوال سائل مورخہ ۹ رجب ۱۲۸۶ھ تسعہ بروز پنجشنبہ میں لکھتے ہیں وقال آمین ثلث مرات ترجمہ اور کہتے تھے حضرت یعنی کبھی آمین تین بار اور مترجم نے قید کبھی کی لگا دی ہے الفاظ حدیث میں کبھی کی قید نہیں نقل کی ہے طبرانی نے لوگ ایک دفعہ آمین کہنے سے گھبراتے ہیں یہ کیسی ہوئی مثل مشہور کہ ایک نشد دو شد۔ یہاں یک نشد سہ شد الی قولہ اور وارد ہوا ہے کسی روایت میں ایسا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ولا الضالین قال رَبِّ اغْفِرْ لِي آمِيْنَ یعنی رَبِّ اغْفِرْ لِي کہہ کر آمین کہے۔ حفیظ اللہ

اقول بعض اصحاب کہتے ہیں کہ یہ نئے مسئلے صدی کے نکلتے ہیں ایسے اصحاب دیانتداری کے ساتھ خیال کریں کہ یہ فتویٰ ۱۲۶۹ھ میں چھپا ہوا ہے جس کو اب کامل ۸۵ برس گذر چکے وہ بھی تین آمین کو سنت لکھ چکے ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔

تین آمین کے سنت ہونے پر علماء کی طرف سے کئی رسائل لکھے جا چکے ہیں جن کے نام یہ ہیں (۱) تامین محمدی (۲) النجم العمیق (۳) ازالۃ الاوہام (۴) تحقیق العنایہ وغیرہ۔

وہ علماء جن کے تین آمین کے سنت یا جواز پر تائید و دستخط ہو چکے (۱) مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری (۲) مولوی عبدالوہاب صاحب ملتانی (۳) مولوی عبدالرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ حاجی علی جان صاحب (۴) مولوی ابو اسمٰعیل صاحب وزیر آبادی (۵) مولوی عبدالستار صاحب کلانوری (۶) مولوی حافظ عمر الدین صاحب مدرس مدرسہ وزیر آباد (۷) مولوی محی الدین صاحب امام مسجد جامع اہلحدیث نظام آباد (۸) مولوی حافظ عبداللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری (۹) مولوی ابو محمد عبدالتواب صاحب ملتانی (۱۰) مولوی حافظ عبیداللہ صاحب مدرس مدرسہ دار الہدیٰ کشن گنج دہلی (۱۱) مولوی حافظ عبداللہ صاحب غازیپوری (۱۲) مولوی محمد حیات صاحب مدرس مدرسہ اہلحدیث شہر قصور (۱۳) مولوی سید احمد حسن صاحب مصنف احسن التفاسیر (۱۴) مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری (۱۵) مولوی عبیدالرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ کشن گنج دہلی (۱۶) مولوی حفیظ اللہ خاں

صاحب مرحوم (۱۷) مولوی عبدالحکیم صاحب نصیر آبادی (۱۸) مولوی حاجی محمد صاحب جوناگڈھی (۱۹) مولوی عبدالحمید صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ بدھوانہ ضلع جھنگ (۲۰) مولوی عبدالجبار صاحب مدرس مدرسہ اشاعۃ القرآن والحدیث واقع کھنڈیلہ ضلع جیپور (۲۱) مولوی عبدالجلیل صاحب مدرس مدرسہ سامرود ضلع سورت (۲۲) مولوی احمد صاحب ملتانی۔

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق نومبر ۱۹۳۴ء جلد ۱۵ نمبر ۸

بے نماز کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

بے نماز کا جنازہ

سوال (۲۱۸) کیا حکم ہے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا دریں مسئلہ کہ جنازہ کرنا بے نماز کا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ کبھی نماز پڑھتے ہیں اور کبھی ترک کر دیتے ہیں انکی نماز کا کچھ اعتبار ہے یا نہیں؟ قرآن حدیث سے جواب دینا چاہیئے؟

(سائلین عبدالغنی وخان محمد وغیرہ مسلمانان کھکھا نولہ)

جواب (۲۱۸) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۞ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۞ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۞ اَمَّا بَعْدُ فَاَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔ واضح ہو کہ بے نماز کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ کافر ہے اور کافر کا جنازہ پڑھنا منع ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْہُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اِنَّہُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَھُمْ فٰسِقُوْنَ ۞ یعنی جو ان کافروں اور منافقوں سے مرجائے ان میں سے کسی کا جنازہ نہ پڑھو اور نہ ہی اس کی قبر پر زیارت اور دعا کے لئے کھڑے ہو کیونکہ یہ لوگ اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے تھے اور اسی بے دینی کی حالت میں مر گئے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ کافر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بے نماز چونکہ کافر ہے اس لئے اس کا جنازہ جائز نہیں ہے۔ بے نماز کا کفران مندرجہ ذیل حدیثوں سے ثابت ہے، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الدُّنْیَا عَلَی الْاِخْلَاصِ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَعِبَادَتِہٖ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ مَاتَ وَاللّٰہُ عَنْہُ رَاضٍ قَالَ اَنَسٌ وَھُوَ دِیْنُ اللّٰہِ الَّذِیْ جَاءَتْ بِہِ الرُّسُلُ وَبَلَّغُوْہُ عَنْ رَّبِّہِمْ قَبْلَ ھَرْجِ الْاَحَادِیْثِ وَاخْتِلَافِ الْاَھْوَاءِ وَتَصْدِیْقُ ذٰلِکَ فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ فِیْ اٰخِرِ مَا نَزَلَ یَقُوْلُ اللّٰہُ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ قَالَ خَلْعُ الْاَوْثَانِ وَعِبَادَتِہَا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَقَالَ فِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ (ابن ماجہ) یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

فرمایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے دنیا کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ خالص اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرایا اور نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ ادا کی تو مرے گا وہ اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوا۔ کہا انس رضی اللہ عنہ نے اور یہی دین ہے اللہ تعالیٰ کا جس کو انبیاء مرسلین لیکر گئے تھے اور لوگوں کو انہوں نے وہ دین پہنچایا قبل اس کے کہ لوگوں کی باتیں (قیل وقال) اس میں مل جاویں اور مختلف خواہشیں پھیل جاویں اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سب کے آخر میں اُتری ہے اور فرمایا کہ اگر توبہ کریں اور نماز پڑھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ توبہ کریں یعنی بتھانوں (اور مزار خانقاہوں قبور وغیرہ) سے یعنی ان کے پوجنے سے اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیویں۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی فَاِنْ تَابُوْا الآیۃ۔ یعنی اگر توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو تمہارے دین میں بھائی ہیں۔

اس حدیث سے ایک تو یہ بات ثابت ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام کا یہ متفقہ دین چلا آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک جان کر اس کی خالص عبادت نماز اور زکوٰۃ کا پورا کرنا اور اسی پر فوت ہو جانا۔ دوسری یہ کہ قرآن مجید سے اور اس حدیث سے باتفاق یہ امر ثابت ہوا کہ جو شخص شرک سے توبہ کر کے نماز اور زکوٰۃ ادا کرے وہ ہمارا دینی بھائی ہے جس کے حقوق بیمار پرسی۔ نماز جنازہ وغیرہ ہمارے ذمہ واجب ہوتے ہیں۔ اگر یہ کام نہ کرے تو ہمارا دینی بھائی نہیں ہے۔ اس کے حقوق جنازہ اور عیادت وغیرہ ساقط ہیں۔

دوسری حدیث۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَالشِّرْکِ اِلَّا تَرْکُ الصَّلٰوۃِ فَاِذَا تَرَکَہَا فَقَدْ اَشْرَکَ (رواہ ابن ماجۃ باسناد صحیح) یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نہیں ہے فرق درمیان بندہ اور شرک کے مگر ترک کرنا نماز کا۔ پھر جب اس نے ترک کیا نماز کو پس وہ مشرک ہوا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بے نماز مشرک ہے اور مشرک کا جنازہ کرنا حرام ہے۔

تیسری حدیث۔ عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْعَہْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَہُمُ الصَّلٰوۃُ فَمَنْ تَرَکَہَا فَقَدْ کَفَرَ (احمد۔ ابوداؤد) یعنی کہا بریدہ نے کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ وہ عہد جو ہمارے اور کافروں کے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں۔ جو نماز چھوڑ دے گا وہ کافر ہو جائے گا۔

چوتھی حدیث۔ عَنْ بُرَیْدَۃَ بْنِ الْحُصَیْبِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَکِّرُوْا بِالصَّلٰوۃِ فِیْ یَوْمِ الْغَیْمِ فَاِنَّہٗ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ فَقَدْ کَفَرَ (ابن حبان) یعنی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابر

کے دن نماز اول وقت پڑھا کرو کیونکہ جس نے نماز کو ترک کر دیا وہ کافر ہوا۔

ان حدیثوں سے بے نماز کا کفر ثابت ہو گیا۔

اس کفر پر صحابہ کرام کا اجماع ہے چنانچہ ترمذی وغیرہ میں ہے كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْكُهٗ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلٰوةِ یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سوائے نماز کے کسی چیز کے عملوں میں سے ترک کرنے کو کفر نہ دیکھتے تھے۔ اس عبارت میں لفظ اصحاب جمع مضاف ہے جس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ بے نماز کے کفر پر متفق ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَقَدْ كَفَرَ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں مَنْ لَّمْ يُصَلِّ فَهُوَ كَافِرٌ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَنْ لَّمْ يُصَلِّ فَهُوَ كَافِرٌ یعنی جو شخص نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ شیخ ابن القیم کتاب الصلوۃ میں فرماتے ہیں قَالَ اَبُوْ مُحَمَّدِ بْنِ حَزْمٍ وَقَدْ جَاءَ عَنْ عُمَرَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَغَيْرِهِمْ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ فَرْضٍ وَّاحِدَةً مُّتَعَمِّدًا حَتّٰى يَخْرُجَ وَقْتُهَا فَهُوَ كَافِرٌ مُّرْتَدٌّ قَالُوْا وَلَا نَعْلَمُ لِهٰؤُلَاءِ مُخَالِفًا مِّنَ الصَّحَابَةِ یعنی امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور عبد الرحمن اور معاذ اور ابوہریرہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جس نے ایک نماز فرض کو چھوڑ دیا جان کر یہاں تک کہ اس کا وقت چلا گیا تو وہ کافر مرتد ہوا۔ اور علماء کہتے ہیں کہ صحابہ میں سے کوئی بھی اس بات کے مخالف نہیں ہے حافظ عبد الحق اشبیلی اپنی کتاب الصلوۃ میں فرماتے ہیں ذَهَبَ جُمْلَةٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ اِلٰى تَكْفِيْرِ تَارِكِ الصَّلٰوةِ مُتَعَمِّدًا لِّتَرْكِهَا حَتّٰى يَخْرُجَ جَمِيْعُ وَقْتِهَا یعنی سب صحابہ اور بعد کے لوگ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ جان کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے۔ امام ابن القیم نے حضرت ایوب تابعی سے نقل کیا ہے قَالَ تَرْكُ الصَّلٰوةِ كُفْرٌ لَا يُخْتَلَفُ فِيْهِ یعنی نماز چھوڑنا کفر ہے۔ جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ائمہ عظام میں سے امام احمد اور اسحاق بن راہویہ اور عبد اللہ بن مبارک وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے۔ میزان شعرانی میں جمہور اصحاب احمد کا یہ مذہب لکھا ہے اَنَّهٗ يُقْتَلُ بِكُفْرِهٖ كَالْمُرْتَدِّ وَتَجْرِيْ عَلَيْهِ اَحْكَامُ الْمُرْتَدِّيْنَ فَلَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَلَا يُوْرَثُ وَيَكُوْنُ مَالُهٗ فَيْئًا یعنی بے نماز کو کفر کی وجہ سے مثل مرتد کے قتل کیا جائے اور اس پر مرتدوں کے احکام جاری کئے جائیں نہ جنازہ پڑھا جائے اور نہ ہی وارث کیا جائے بلکہ اس کا مال لوٹ لیا جائے۔

محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے غنیۃ الطالبین میں بھی یہی فرمایا ہے کہ جنازہ نہ پڑھا جائے اور نہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جائے۔ اس تصریح

مختصر سے صاف عیاں ہو گیا کہ بے نماز عمداً نماز ترک کر دینے والا کافر مرتد ہے اس کا جنازہ ممنوع ہے

بعض اہل علم جو یہ کہتے ہیں کہ کفر کا لفظ جو حدیث میں وارد ہے یہ حقیقی معنی میں نہیں ہے بلکہ کفر مجازی ہے یعنی اس کا عمل کافروں والا ہے۔ سو یہ تاویل کئی وجہ سے غلط ہے اول یہ کہ یہ اصولی قاعدہ ہے کہ جب حقیقی اور اصلی معنی متحقق ہو سکے تو مجاز لینا ناجائز ہے سو یہاں حقیقی معنی مراد لینا کوئی متعذر نہیں ہے۔ دوم یہ کہ بے نماز کا کفر ایسا ہے جو ملت اسلامی سے خارج کر دیتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے جو باسناد لاباس بہ ابن ابی حاتم اور طبرانی میں مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَتْرُكُوا الصَّلٰوةَ عَمَدًا فَمَنْ تَرَكَهَا عَمَدًا مُّتَعَمِّدًا فَقَدْ خَرَجَ عَنِ الْمِلَّةِ یعنی نماز کو مت چھوڑو کیونکہ جس شخص نے نماز کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا وہ ملت اسلامی سے خارج ہوا۔ سوم یہ کہ بے نماز کا کفر ایسا ہے کہ اس سے عمل برباد ہو جاتے ہیں۔ اسی واسطے حدیث بخاری میں وارد ہے کہ فرمایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ یعنی جس نے نماز عصر چھوڑ دی اس کے عمل برباد ہو گئے۔ چہارم وجہ یہ کہ بے نماز دوزخ کے کنویں میں جائے گا جہاں بڑے بڑے کفار ہوں گے چنانچہ قرآن کریم میں ہے

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ○ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ○

یعنی ان کے بعد ایسے نالائق آئے کہ جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشوں کی پیروی کی سو وہ ملیں گے غی کو مگر جو توبہ کر کے ایمان لے آئے اور عمل کرنے لگے وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

غی اس مقام کا نام ہے جہاں اہل دوزخ کی پیپ گرتی ہے سو وہ جہنم کے نیچے ہے اس میں بے نماز ہوگا اگر فاسق اہل کبائر سے ہوتا تو دوزخ کے طبقہ علیا میں ہوتا لیکن وہ بڑے بڑے کفار کے ہمراہ ہوگا چنانچہ حدیث مشکوۃ میں ہے وَكَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَاُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ یعنی فرمایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے نماز قارون اور فرعون اور ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

پنجم وجہ یہ کہ نماز کو اللہ عزوجل نے ایمان سے تعبیر کیا ہے چنانچہ فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ یعنی اللہ تمہاری نماز ضائع نہ کرے گا۔ اس آیت میں نماز کو عین ایمان قرار دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ضائع ہونے سے تمام ایمان ضائع ہے جیسے سورہ فاتحہ کو نماز قرار دیا گیا ہے کیونکہ فاتحہ کے ترک سے تمام نماز ضائع ہے ویسے ترک نماز سے تمام ایمان ضائع ہے اسی طرح اور بھی کئی وجوہ ہیں جن کی بناء پر ان حدیثوں میں کفر حقیقی مراد ہے مجازی نہیں ہے

چنانچہ صحابۂ کرام کا اجماع بھی اسی کفر کو مقتضی ہے۔ الغرض بے نماز کافر ہے اس کا جنازہ نہ پڑھنا چاہئے کیونکہ قرآن مجید سے کافر کے جنازہ کی ممانعت آچکی ہے اور یہ ممانعت ہر کافر کے حق میں علی الاطلاق ہے خواہ عملی ہو یا اعتقادی اس لئے جنازہ بے نماز کا ممنوع ہے۔

اگر علی سبیل التنزل بے نماز کو کافر تسلیم نہ کیا جائے تو بھی مخالفین کے نزدیک حد درجہ کا فاسق اور اشد گنہگار ہے جس کا جنازہ مقتدر عالم متقی پرہیزگار کو نہ پڑھنا چاہئے کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل نفس کا جنازہ بھی نہیں پڑھا تھا (رواہ مسلم) اور نہ ہی غنیمت کے خائن کا (رواہ ابوداود واحمد) اور مدیون پر انکار فرما دیا تھا۔ بہر کیف علماء و صلحاء بلکہ جمیع اہل علم باہم متفق ہو کر بے نماز کے جنازہ سے انکار کر دیں تو ان کو زجر اور تنبیہ ہو جائے اور بے نمازوں کی کثرت مٹ جائے اور شرعی حکم بھی جاری ہو جائے۔

ابوداؤد میں ہے کہ ایک انصاری شخص کی جائداد کے صرف چھ غلام تھے۔ اس نے مرتے وقت سب کے سب آزاد کر دیئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اس کی موت کے وقت حاضر ہوتا تو وہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہیں کیا جاتا کیونکہ اس نے شریعت کے خلاف تہائی حصہ کو چھوڑ کر تمام مال وارثوں کا ضائع کر دیا اسی طرح اہل بدعت کے جنازہ اور عیادت سے سلف نے ممانعت کی ہے چنانچہ غنیہ وغیرہ میں یہ امر مصرح ہے۔ پس اگر سب علماء ترک جنازہ کریں تو بے نمازوں کو تادیب حاصل ہو اسی واسطے علماء احناف اہل انصاف نے زجراً نماز جنازہ ترک کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔ لیکن نہایت افسوس ہے بعض علماء ابناء الزمان پر جو اس زمانہ فسادی امت میں طمع دنیا کے لئے ایسے مسائل پر فساد عظیم برپا کیا ہوا ہے ایک روپیہ اور چند روزہ میٹھی روٹی کے معاوضہ میں جنازہ جائز بلکہ ضروری کر دیا ہے جس سے بے نمازوں کو بہت دلیری ہو گئی ہے اور وہ نماز پر آمادہ نہیں ہیں بلکہ بعض تو کہتے ہیں کہ نکتہ نواز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جس کو چاہے بخش دے۔ نمازوں میں کیا رکھا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بے نماز فقیر بہت اولیاء اللہ صاحب کرامت ہیں۔ اگر ترک نماز گناہ ہو تو وہ اولیا کیوں ہوتے۔ میاں کلمہ پڑھنا ہی کافی ہے وغیر ذلک من الخرافات۔ یہ سب جرأت ان بعض علماء کی طرف سے ہوئی جب کہ کلمہ کے فضائل کی بے محل حدیثیں سنا کر ان کو مسلمان ثابت کیا گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ نماز وہ معتبر ہے جو ہمیشہ پڑھی جائے اور نمازی بھی وہی مقبول ہے جو ہمیشہ پڑھے قرآن مجید میں ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ○ جو لوگ نماز پڑھتے رہتے ہیں اور پھر چھوڑ دیتے ہیں وہ چھوڑنے کے وقت کافر ہو جاتے ہیں۔ ہاں اگر مرنے سے پہلے جب کہ علامات موت کی نمودار نہ ہوں کوئی شخص خالص توبہ کر جائے اور نماز

اسی حالت میں حسب طاقت پڑھنی شروع کر دے اور پھر مر جائے تو پھر اس کا خاتمہ درست ہوا جنازہ پڑھنا اس کا جائز ہے کیونکہ توبہ ایسے شخص کی ایسے وقت میں مقبول ہے۔ حدیث میں ہے کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ هٰذَا مَا عِنْدِيْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ كتبه العاجز ابوالشکور عبدالقادر الحصاروی رضی اللہ عنہ وارضاہ بقلمہ

الجواب صحیح والرأی نجیح واعلموا ان تارک الصوم والصلوة والحج والزكوة كافر مرتد خارج عن الاسلام بلا ارتياب كما هو ليس بمخفي على مهرة الكتاب والسنة الذين هم اولوا الالباب ومن ارتاب فيه فقد خسر وامره في تباب فقط

احقر العباد ابومحمد عبدالستار غفر الله له ولوالديه واحسن اليهما واليه

بے شک بے نماز کافر مشرک ہے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنی ہرگز جائز نہیں جیسا کہ فاضل مجیب نے دلائل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے فقط

ابوالخلیل عبدالجلیل ناظم صیغۂ اشاعت الکتاب والسنہ دار الامارت دہلی

سوال (٢١٩) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس شخص سے کسی وقت کی نماز بوجہ تکاسل وتشاغل کے ترک ہو گئی تو وہ کافر ہے یا مسلمان اور اس کی نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

السائل تعلیم الدین

جواب (٢١٩) هُوَ الْمُوَفِّقُ لِلصِّدْقِ وَالصَّوَابِ۔ میری تحقیق میں جس جگہ شارع نے کفر کا اطلاق اپنے حال پر رہنے دیا ہے وہاں اطلاق کفر کا کرنا صحیح ہے۔ بے نماز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کہا ہے۔ سنن نسائی ص ٢٦ ج ١ میں ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ دوسری روایت میں ہے قَالَ كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْكُهٗ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلٰوةِ اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے کہ تارک الصلوۃ کافر ہو جاتا ہے۔ پس ایسا آدمی اگر توبہ کرے (اور مرنے کے قبل نماز کا پابند ہو جائے) تو اس کی جنازہ کی نماز جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واکمل

حررہ ابو رضا محمد عباس عفی عنہ از روڑانوالی۔ ٢٨ ربیع الثانی ١٣٥٤ھ

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ذیقعدہ ١٣٥٤ھ مطابق ماہ فروری ١٩٣٥ء جلد ١٥ نمبر ١١)

سوال (٢٢٠) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی اسپ (گھوڑے) کی اجازت شرع شریف سے ہے یا نہیں؟

جواب (٢٢٠) گھوڑا جن کے نزدیک حلال ہے ان کے نزدیک قربانی بھی جائز ہے جمہور محدثین حلت کے قائل ہیں دلیل ان کی جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے قال

اَطْعَمَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لُحُوْمَ الْخَیْلِ وَنَھَانَا عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ (ترمذی)
صحیح بخاری میں ہے نَحَرْنَا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَسًا فَاَکَلْنَاہُ
قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار میں امام ابوحنیفہ رح کا رجوع منقول ہے۔ مولانا عبدالحی
حنفی لکھنوی مرحوم نے بھی رجوع نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ حررہ العبد الجانی (حضرت
مولانا مفتی) محمد عبداللہ (صاحب) الثانی امرتسری دارالافتاء دفتر اہلحدیث
جواب صحیح ہے اللہ اعلم (حضرت مولانا مولوی) ابوالوفا ثناء اللہ (صاحب)
کفاہ اللہ امرتسری (ایڈیٹر اخبار اہلحدیث وسکریٹری آل انڈیا کانفرنس اہلحدیث)
جواب صحیح ہے (حضرت مولانا مولوی عبدالمجید (صاحب) صدر مدرس
مدرسہ محمدیہ باڑی ریاست دھولپور
اَلْجَوَابُ حَقٌّ وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ (حضرت مولانا مولوی) ابوالحریز (ملک
عبدالعزیز (صاحب) ملتانی
جواب صحیح ہے (حضرت مولانا مولوی) نور حسین (صاحب) گھرجاکھی۔
جواب اَصَابَ مَنْ اَجَابَ (حضرت مولانا مولوی حکیم عبدالسلام (صاحب)
بقلم خود جبوانوی۔
جواب مَا قِیْلَ فِیْ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ صَحِیْحٌ مُوَافِقٌ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ۔ کتبہ
(جناب مولانا مولوی) محمد عبدالرؤف (صاحب) ٹھٹوی
جواب کتب صحاح میں حلت گھوڑے کی مصرحًا مرفوعًا موجود ہے مَا اَجَابَ
الْمُجِیْبُ فَھُوَ صَحِیْحٌ فَالْحَدِیْثُ اَحَقُّ اَنْ یُّعْمَلَ بِہٖ (جناب مولانا مولوی) حکیم عبدالعلیم
(صاحب) شورکوٹی تاب اللہ علیہ۔
جواب اِیْ وَرَبِّیْ اِنَّہٗ لَلْحَقُّ (جناب مولانا مولوی حکیم) ابواشفاق محمد اسحاق
(صاحب) امیر جماعت کوٹ کپورہ۔
الجواب صحیح (حضرت مولانا مولوی حکیم) سید شاہ عبدالحلیم (صاحب)
محمدی عفی پنجاب ضلع جھنگ۔
اَلْجَوَابُ صَحِیْحٌ وَخِلَافُہٗ قَبِیْحٌ (جناب مولانا مولوی) عبداللہ (صاحب) ٹانسپوری
الجواب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ جواب صحیح ہے۔ مذہب حنفیہ کرام میں گھوڑا
حلال ہے۔ اپنی موت سے چار یوم پہلے امام ابوحنیفہ رح نے گھوڑے کی حرمت سے
رجوع کر لیا تھا۔ دیکھو در المختار۔ فقط کمترین (حضرت امیر شاہ) محمد شریف (صاحب)
گھڑیالوی۔ اَلْجَوَابُ صَحِیْحٌ خادم السنۃ النبویۃ (جناب مولانا مولوی) ابوشفیق محمد صدیق
(صاحب) کیملوی منتظم مدرسہ دارالاسلام صدیقیہ مولی والی ضلع فیروزپور۔

اَلْجَوَابُ حَقٌّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (جناب مولانا مولوی) عبدالکریم (صاحب)
ابن خاندان غزنویہ دارالاشاعت کریمیہ فیروزپور۔
اَلْجَوَابُ صَحِیْحٌ وَالْمُجِیْبُ نَجِیْحٌ دَخْلُہٗ قَبِیْحٌ (جناب مولانا مولوی ابوالبشیر
عبدالعلی (صاحب) عفا عنہ الولی خلف حضرت مولانا مولوی محمد یوسف صاحب مرحوم ساکن
زیرہ ضلع فیروزپور۔
اَلْجَوَابُ حَقٌّ (حضرت مولانا مولوی) محمد عثمان (صاحب) بقلم خود کوہاڑیاں والی
تحصیل و ضلع لائلپور۔
الجواب زید کا قول صحیح ہے۔ گھوڑے کی قربانی بھی سنت صحابہ ہے چنانچہ
سبل السلام باب الاضاحی میں بایں الفاظ حدیث موجود ہے عَنْ اَسْمَاءَ اَنَّھَا قَالَتْ ضَحَّیْنَا
مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْخَیْلِ تلخیص الحبیر میں بھی اسی طرح ہے لہٰذا مانعین
حنفیہ کا حرام کہنا غلط ہے فقط۔
حررہ (جناب مولانا مولوی) ابوعیسیٰ محمد موسیٰ (صاحب) وارد حال امرتسر
جواب۔ گھوڑے کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور قربانی بھی بعض روایتوں
میں آئی ہے چنانچہ مولوی ابوعیسیٰ نے دو روایتیں ذکر کی ہیں (حضرت مولانا حافظ) عبداللہ
(صاحب) امرتسری مدیر اخبار تنظیم اہلحدیث روپڑ و ممتحن مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی۔
الجواب صحیح۔ سنت صحابہ کا اجراء بھی مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔ خاص کر
جب لوگ سنت صحابہ کے مخالف ہوں (جناب مولانا مولوی حکیم) ابوالعصام عبدالرحمن
(صاحب امیر جماعت ضلع جھنگ)
جواب صحیح ہے۔ گھوڑے کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور قربانی کرنا
بھی ثابت ہے۔ صرف گراں قیمت ہونے کی وجہ سے اونٹ اور گھوڑا قربانی میں ذبح کرنا
مروج نہیں ہوا۔ جملہ جوابات وتصدیقات صحیح ہیں۔
کتبہ (جناب مولانا مولوی حکیم) ابوالشکور عبدالقادر (صاحب) حصاروی عفی عنہ بقلمہ
الجواب صحیح (جناب مولانا مولوی) ابوالبشیر محمد سعید (صاحب) جودھپوری۔
الجواب۔ کتاب وسنت کے مقابلہ میں کسی کا قول پیش نہیں کرنا چاہئے پھر خواہ وہ
کوئی ہو وے یہ بڑی جرأت ہے دین میں۔ جواب مذکور صحیح ہے۔ عبدہ الفقیر (جناب مولانا
مولوی حاجی) حافظ اسمٰعیل (صاحب) السوری عفی عنہ۔
الجواب صحیح۔ واقعی گھوڑا حلال جانور ہے اس کا کھانا اور قربانی کرنی ثابت
ہے۔ بخاری شریف جو کلام اللہ کے بعد اسلامی دنیا میں اصح وافضل تر کتاب تسلیم کی گئی ہے
اس میں یہ حدیث ہے عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَتْ نَحَرْنَا عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ

صلی اللہ علیہ وسلم فرساً فاکلناہ (صحیح بخاری ص۲۰۶ الجزء الثالث مطبوعہ مصر) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گھوڑے کو نحر کیا اور کھایا۔ سنن دار قطنی اور مسند امام احمد بن حنبل، تلخیص اور نیل وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت نے بھی گھوڑے کا گوشت کھایا ہے۔ نیز جناب سید نواب صدیق حسن خاں صاحب فاطمی والی ریاست بھوپال لکھتے ہیں "از اسماء گفت ضحینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالخیل واز ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ وے قربانی اسپ کردہ (مسک الختام شرح بلوغ المرام ص۳۰ جلد ۲) حضرت اسماء بنت ابوبکر فرماتی ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گھوڑے کی قربانی کی۔ نیز حضرت ابوہریرہ نے بھی گھوڑے کی قربانی کی ہے۔

حررہ (حضرت مولانا مولوی) ابوالخلیل عبدالجلیل خاں (صاحب) ناظم صیغہ اشاعت الکتاب والسنہ دار الامارت صدر بازار دہلی وایڈیٹر جریدہ صحیفہ اہلحدیث۔

جواب۔ الاجوبۃ کلہا صحیحۃ صالحۃ ومخالفہا قبیحۃ فاسدۃ بیشک انبیائی شریعت میں گھوڑا حلال اور طیب ہے۔ سنن نسائی وجامع ترمذی وغیرہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اطعمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحوم الخیل ونہانا عن لحوم الحمر ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کا گوشت کھلایا اور گدھے کے گوشت سے منع فرمایا۔ نیز آیت ردوھا علی فطفق مسحا بالسوق والاعناق کے تحت میں کئی ایک تفاسیر میں صراحۃً موجود ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے سینکڑوں گھوڑے ذبح کرکے فقراء ومساکین کو تقسیم کئے فقط

(حضرت الحاج مولانا مولوی حافظ) ابو محمد عبدالستار بن حضرت الشیخ الفاضل العلامۃ ابی محمد عبدالوہاب المرحوم امام جماعت غرباء اہلحدیث کثر اللہ سوادہم

الجواب صحیح (جناب مولانا مولوی) محمد (صاحب مبلغ صوبہ پنجاب) عفا اللہ عنہ۔

الجواب (جناب مولانا مولوی) ابو محمد عبدالغنی (صاحب) المونڈھی مالوی۔

الجواب (جناب مولانا مولوی) محمد عطاء اللہ (صاحب) بھوجیاں عفی عنہ

جواب۔ ما قال المجیب فہو صحیح (جناب مولانا مولوی) عبدالمجید (صاحب) نیکو کاروی۔

جواب صحیح ہے اور گھوڑے کی حلت چونکہ نص صریح سے ثابت ہے اس لئے اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ حررہ (حضرت مولانا مولوی) عبدالمجید (صاحب) خادم ایڈیٹر اخبار مسلمان سوہدرہ گوجرانوالہ۔

جواب ۳۰۔ بیشک قانون محمدی کی رو سے گھوڑا حلال ہے اور اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ کتبہ (جناب مولانا مولوی) عبداللہ (صاحب) امیر قوم اوڈ فاضلکا۔

جواب ۳۱۔ عن اسماء انہا قالت ضحینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالخیل (سبل السلام جلد ۲ ص۲۰۴) اسماء صحابیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گھوڑے کی قربانی کی (رسالہ دو ورقی تحقیق مسئلہ قربانی مرغ)

کتبہ احمد بن محمد ملتانی وارد حال مدینہ منورہ

جواب ۳۲۔ ذلک کذلک وانا مصدق بذلک (جناب شیخ) ابوسلیمان عبدالرحمن کفاہ المنان نو مسلم (صاحب) منیجر صحیفہ اہلحدیث دہلی۔

الجواب ۳۳ صحیح۔ العبد (جناب مولانا مولوی) محمد (صاحب) صدر مدرس مدرسہ محمدیہ) گوجرانوالہ۔

الجواب ۳۴ صحیح۔ جو کچھ اور علماء نے لکھا ہے وہ سب ٹھیک وصحیح ہے۔ قرآن و حدیث کے موافق صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ظاہر کر دیا ہے۔ ان کو خدا جزائے خیر دے آمین۔ اب باقی علماء اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان علماء اور جماعت غرباء اہلحدیث کا ساتھ دیں اور اپنی آخرت درست کر لیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو فرمایا ہے اے لوگو! جو ایمان لائے ہو سچے دل سے ڈرو تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے اور ہو جاؤ تم ساتھ سچ بولنے والوں عمل کرنے والوں کے یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ۝ یعنی تم راست گوئی اپنا شیوہ ٹھہراؤ، اس کو لازم پکڑو سست مت ہو دین کے کاموں میں اور زیادتی مت کرو غرباء پر یا دین میں حد سے آگے مت نکلو جس طرح خدا اور رسول کی طرف سے تم کو حکم ہوا ہے اسی طرح حکم بجا لاؤ اور سچ بولنے والوں قرآن حدیث پر عمل کرنے والوں کا ساتھ مت چھوڑو تا کہ اللہ تعالیٰ تم کو تمام آفتوں اور مصیبتوں سے نجات بخشے اور تمہاری تمام مشکلات حل فرمائے آمین ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب یاد رکھنا پھر امتحان کا وقت آ گیا ہے ہوشیار ہو جاؤ۔ دنیا داروں کی دھمکی میں آکر حق مسئلہ کو الٹ پلٹ نہ کرنا مسئلہ یاد نہ ہو یا معلوم نہ ہو تو چپکے رہنا نجات ہے۔ ہر دنیا داروں کی رضا کے لئے فتویٰ غلط سلط نہ دیدینا تعامل صحابہ کو نہ جھٹلانا چند روزہ دنیا کے پیچھے اپنی آخرت نہ کھو دینا بچوں کے ساتھ ہو کر قرآن وحدیث پر عمل کرتے کراتے رہنا اسی میں نجات ہے اور خدا بھی راضی ہے (ترجمہ) نہیں ہے اللہ کہ چھوڑ دے ایمان والوں کو اوپر اس حالت کے کہ ہو تم اوپر اس کے یہاں تک کہ جدا کر دے خبیث ناپاک کو ایماندار سے۔ یعنی ایماندار ہل کرنے والے عمل کرنے والے یقین رکھنے والے

خدا اور رسول کی بات کو جھٹ پٹ قبول کرنے والے مومن اور کافر منافق فاسق بے حکم خدا و رسول ﷺ کے نافرمان اپنی عقل پر چلنے والے قرآن و حدیث کے مسئلوں کا انکار و مقابلہ کرنیوالے بد دین برابر نہیں ہوتے۔ ان کی نکھار و جدائی جب ہی ہوگی کہ جب کوئی امتحان و آزمائش کا موقع یا وقت آجائے تب ہی معلوم ہوگا کہ حق والوں کے ساتھ کون رہتا ہے۔ جو رہ گیا اُس نے خدا کا حکم مانا۔ جو کوئی حق والوں سچوں سے جدا ہوا کسی سبب سے یا کسی متولی شیخ جی چوہدری وغیرہ کے ڈر خوف سے جدا ہوا جماعت حقہ و امام حق کو چھوڑ کر تو اس نے اس آیت کا انکار کیا سچوں کے ساتھ نہ ہوا۔ اب تم دیکھ لو انکار کرنے والا سچوں کا ساتھ چھوڑنے والا دنیاداروں کی مرضی پر چلنے والا، قرآن و حدیث کے خلاف ضد میں آکر فتوی دینے والا کون ہوا مَا كَانَ اللهُ کا شان نزول یہ ہے کہ مکہ کے قریش کافروں اور منافقوں سے خطاب ہے کہ وہ کہتے تھے اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچے پیغمبر ہیں تو نام لے لیکر ہم کو کیوں نہیں بتلا دیتے کہ فلاں شخص تم میں سے مومن ہے اور فلاں شخص کافر ہے۔ آج کل بھی ان کے رشتہ دار ایسے ہی سوال مسلمانوں سے کرتے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ یہ عادتیں چھوڑ کر سچوں کے ساتھ ہو جائیں اب بھی وقت ہے فقط ابو عبداللہ ناصح عنایت اللہ

جواب بالکل صحیح ہے	المجیب مصیب	جواب صحیح ہے
محمد نصیر الدین مرشد آبادی	محمد ایوب مرشد آبادی	محمد اسمٰعیل رنگپوری
الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
محمد موسیٰ مالدھی		
	ماقال المجیب فھو صحیح	
محمد حبیب الرحمٰن ضلع ندیا	محمد محی الدین رنگپوری	ابو اسرائیل محمد اسمٰعیل حسین عفی عنہ رنگپوری

من اجاب فقد اصاب ابو عبد المتین محمد نیض الدین ضلع راجشاہی۔

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۳۶ء جلد ۱۶ نمبر ۱)

سوال (۲۲۱) کیا قبلہ رخ پاؤں کر کے سونا جائز ہے (سائل حکیم محمد عاشق از بوہر)

جواب (۲۲۱) لیٹنے والے کی نیت اگر توہین کعبہ نہ ہو تو درست ہے، اگر ہو تو نا درست ہے نیت درست ہو تب بھی افضل و بہتر و مسنون طریقہ یہی ہے کہ قبلہ رخ منہ شمال کی جانب سر ہو جنوب کی جانب پیر ہوں جس طرح مردہ کو قبر میں لٹایا جاتا ہے۔ اگر اس کے خلاف لیٹے گا تو مسنون نہیں، جائز ہے۔ وَمَنِ ادَّعٰى خِلَافَهٗ فَعَلَيْهِ الْبَيَانُ بِالْبُرْهَانِ

سوال (۲۲۲) ہندہ زید کی لڑکی توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ ارکان اسلام کی پابند ہے اور مذہبا پختہ خیالات کی اہلحدیث ہے اور بکر جو کہ ہندہ کا خاوند ہے وہ تعزیہ پرست اور غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز دیتا ہے اور یا علی مدد یا علی مشکل کشا اور دیگر ایسے کلمات شرکیہ کا ورد رکھتا ہے اور ہر سال تعزیہ کے موقع پر ماتم وغیرہ میں شریک ہو کر باقاعدہ ماتم اور مرثیہ خوانی کرتا ہے۔ زید نے بکر کو بہتیرا سمجھایا ہے کہ تو ان عقائد شرکیہ و کفریہ سے باز آجا لیکن وہ ہرگز نہیں مانتا لہٰذا سوال یہ ہے

کہ مذکورہ بالا صورت کی رو سے ہندہ اور بکر کا نکاح شریعت محمدیہ کی رو سے جائز و درست ہے یا کہ نہیں اور زید ہندہ کو بکر کے گھر برائے خانہ آبادی بھیج دے یا اس کا کسی دوسرے موحد متبع سنت شخص کے ساتھ نکاح کر دے۔ بینوا توجروا فقط

سائل عمر الدین و قطب الدین موچی میانوالی راعیاں تحصیل نکودر ضلع جالندھر

جواب (۲۲۲) صورت مرقومہ و مسئولہ بالا میں واضح و لائح ہو کہ عند اللہ و عند الرسول زید اور ہندہ کا نکاح ہرگز جائز و درست نہیں کیونکہ ہندہ موحدہ مسلمہ ہے اور زید بوجہ اپنے افعال شرکیہ و کفریہ کے مشرک و کافر ہے قرآن مجید میں صاف فیصلہ موجود ہے کہ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ یعنی نہ ایسے مرد ایسی عورتوں کے لئے حلال ہیں نہ ایسی عورتیں ایسے مردوں کے لئے حلال۔ شریعت محمدیہ کی رو سے تعزیہ پرستی و نذر لغیر اللہ ہرگز جائز نہیں چنانچہ فرمایا اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ○ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ○ نیز غیر اللہ سے مدد چاہنا یا اس کو حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر پکارنا بھی حرام اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ و آیت فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ○ کے منافی ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس سینہ کوبی ماتم و مرثیہ خوانی وغیرہ بھی از روئے شریعت حرام و ناجائز ہے۔ حدیث میں نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کا فرمان ہے لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ۔ الغرض ان جملہ امور شرکیہ مذکورہ فی السوال کی بناء پر شرعاً زید و ہندہ کا نکاح نہیں رہا۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ یعنی تعزیہ پرست قبر پرست وغیرہ مشرکین کو اپنی لڑکیاں مت دو۔ ایک غریب غلام موحد مسلمان متبع سنت مشرک مالدار سے بہتر ہے فقط

حررہ العاجز ابو محمد عبد الستار غفرلہ الغفار مدرس مدرسہ دار الکتاب والسنہ دار الامارت دہلی

ما اجاب المجیب الفاضل فھو صحیح۔ ابو الخلیل عبد الجلیل خاں اسلاموی

ناظم صحیفہ اشاعت الکتاب والسنہ دار الامارت صدر بازار دہلی

الجواب صحیح۔ سید عبد الحلیم شاہ بخاری مدرسہ دار الکتاب والسنہ صدر بازار دہلی

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ مطابق جولائی ۱۹۳۶ء جلد ۱۶ نمبر ۵)

سوال (۲۲۳) مسبوق نے امام کی اقتدا اس وقت کی کہ امام نصف الحمد پڑھ چکا تھا اور مقتدی نے الحمد شروع کی۔ یہ نصف الحمد تک پہنچا تھا کہ امام نے ولا الضالین کو پڑھا تو مقتدی الحمد چھوڑ کر آمین کہے گا یا نہیں۔ اگر کہے گا تو پھر اپنی الحمد پوری کر کے آمین کہے یا نہیں۔ اگر کہے گا تو دوبارہ کہنا لازم آئیگا ایک درمیان فاتحہ دوسرے بعد ختم فاتحہ اور اگر نصف الحمد میں آمین کہے گا تو یہ تحریف لازم آئے گی اور تحریف کلام اللہ میں حرام ہے۔ اب کوئی ایسی حدیث ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ مسبوق الحمد پڑھتا رہے آمین نہ کہے یا الحمد چھوڑ کر آمین کہے۔

(سائل مولوی سید اللہ دیا صاحب نصیر آبادی)

جواب (۲۲۳) اسکا نام تحریف نہیں بلکہ اتباع امام ہے۔ امام کی متابعت کی وجہ سے اگر نصف الحمد میں آمین کہے اور پھر الحمد ختم کر کے بھی کہے تو شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ حدیث میں ہے اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ یعنی امام تو اسی لئے بنایا گیا ہے اس کی اقتدا کیجائے دوسری حدیث میں ہے کہ مَا يَصْنَعُ الْاِمَامُ فَاصْنَعُوْا یعنی جو امام کرے تم بھی وہی کرو۔ تیسری حدیث میں ہے کہ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ یعنی جب امام وَلَا الضَّآلِّيْنَ ٥ کہے (عام اس کے کہ تمہاری الحمد آدھی ہوئی ہو یا پوری) تم آمین کہو۔ اس کی مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ مثلاً کوئی شخص امام کے ساتھ آخری رکعت میں شریک ہوا۔ اب امام جس آخری رکعت کے ختم پر التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھ گیا تو مقتدی کو بھی بوجہ اقتدا امام کے ایک رکعت کے بعد التحیات میں بیٹھنا پڑے گا۔ اگر مقتدی نہ بیٹھے بلکہ دوسری رکعت پڑھنے کے لئے کھڑا ہو جائے اور یہ خیال کرے کہ ایک رکعت کے بعد تو کسی فرض نماز میں التحیات پڑھنی ثابت نہیں لہٰذا یہ تحریف ہے اور تحریف حرام ہے تو یہ خیال اس کا غلط بلکہ غلط ہے جس سے امام کی مخالفت لازم آتی ہے جو ہرگز جائز نہیں۔ پس جیسے ہر دو رکعت میں التحیات ہے مگر کسی خاص صورت میں بوجہ متابعت امام و حدیث مذکورہ خیر الانام دو رکعت کے نصف یعنی ایک رکعت میں بھی التحیات میں بیٹھنا جائز ہے ایسے ہی نصف الحمد میں بوجہ متابعت امام و حدیث خیر الانام فقولوا آمین کہنا جائز ہے ماھو جوابکم فھو جوابنا۔

سوال (۲۲۴) اماں حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئی ہیں یا کسی اور طریقہ سے؟ سائل عبد اللہ صاحب یافندہ سکھانندی

جواب (۲۲۴) حوا علیہا الصلوٰۃ والسلام آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئی ہیں۔ احادیث میں اسی طرح موجود ہے۔ تفسیر ابن کثیر و در منثور وغیرہ میں تحت آیت وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا کے بھی مرقوم ہے وَهِيَ حَوَّاءُ عَلَيْهَا السَّلَامُ خُلِقَتْ مِنْ ضِلْعِهِ الْاَيْسَرِ مِنْ خَلْفِهٖ وَهُوَ نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظَ فَرَاٰهَا فَاَعْجَبَتْهُ فَاَنِسَ اِلَيْهَا وَاَنِسَتْ اِلَيْهِ یعنی حوا علیہا السلام آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی کے پچھلے حصہ سے بحالت خواب پیدا ہوئیں پس آدم علیہ السلام بیدار ہوئے اور دیکھ کر خوش ہوئے پس آدم علیہ السلام نے حوا سے انسیت و محبت کی اور حوا نے آدم سے۔ اسی طرح ابن ابی حاتم میں ضحاک تابعی سے روایت ہے وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا قَالَ خُلِقَ حَوَّاءُ مِنْ اٰدَمَ مِنْ ضِلَعِ الْخَلْفِ وَهُوَ اَسْفَلُ الْاَضْلَاعِ (کذا فی الدر المنثور ص ۱۱۶ ج ۲) نیز تفسیر ابن کثیر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور بیہقی فی الشعب میں ترجمان القرآن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قَالَ خُلِقَتِ الْمَرْاَةُ مِنَ الرَّجُلِ فَجُعِلَتْ نَهْمَتُهَا فِي الرِّجَالِ فَاحْبِسُوْا نِسَآءَكُمْ وَخُلِقَ الرَّجُلُ مِنَ الْاَرْضِ فَجُعِلَ نَهْمَتُهٗ فِي الْاَرْضِ یعنی عورت مرد سے پیدا ہوئی ہے

اسی لئے اسکا میلان اور حرص مردوں کی طرف زیادہ ہے پس تم اپنی عورتوں کو (بلا وجہ) گھر سے باہر نہ جانے دیا کرو۔ اور مرد زمین سے پیدا ہوا ہے اس کی حرص زمین میں ہے۔

سوال (۲۲۵) کیا لڑکی کا ولی لڑکی کا مہر لے کر لڑکی کا زیور و کپڑے وغیرہ بنوا کر دیسکتا ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور)

جواب (۲۲۵) زر مہر لڑکی کی ملکیت ہے۔ اگر لڑکی کی رضامندی ہو تو دیسکتا ہے

سوال (۲۲۶) جو حدیث قرآن مجید سے نہیں ملتی وہ باطل ہے یا نہیں؟ (سائل فوق الذکر)

جواب (۲۲۶) کتب معتبرہ و مستندہ فی الاسلام مثل صحاح ستہ کی کوئی حدیث قرآن مجید کے خلاف نہیں نہ باطل ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ جو حدیث رسول ہو اور وہ قرآن کے خلاف ہو کلا و حاشا۔ احادیث رسول کو قرآن کے معارض و مخالف ثابت کرنے کی بد کوشش کرنا یا ایسا عقیدہ رکھنا گمراہوں اور بے دینوں کا کام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی احکام نازل ہونے کے بعد کوئی حدیث قرآن کے خلاف نہیں فرمائی بلکہ قرآن و حدیث تو آپس میں لازم ملزوم اور واجب الاتباع ہونے میں دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ آپ کا فرمان ہے اِنِّيْ اُوْتِيْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ

سوال (۲۲۷) اپنی بقائمی ہوش و حواس بغیر کسی کی ترغیب کے بے گناہ عورت کو تین طلاق دینے سے کیا عورت کو طلاق پڑ گئی اور حرام ہوئی یا نہیں؟

(سائل اول الذکر)

جواب (۲۲۷) بلا وجہ طلاق دینی اچھی نہیں۔ اگر مجلس واحدہ میں تین طلاقیں دی ہیں تو یہ ایک طلاق ہو گئی قبل از انقضائے عدت رجوع کر سکتا ہے۔

سوال (۲۲۸) ایک شخص مسمی دوست محمد اور اس کی بیوی جن کی عمر تخمیناً ساٹھ برس کی ہے اس کی کوئی اولاد نہیں۔ ان کے پاس چھ سو روپے نقد اور بارہ بیگہ زمین ہے۔ چار بیگہ زمین فروخت کر کے ان ہر دو میاں بیوی کا امسال حج کا ارادہ ہے۔ شریعت محمدیہ کی رو سے ان کو حج کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟ (سائل تاجر گل محمد از ابوہر)

جواب (۲۲۹) جائز کیا بلکہ فرض ہے لقولہ تعالیٰ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۴ پ سورہ ال عمران فقط

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ مطابق ستمبر ۱۹۳۶ء جلد ۱۶ نمبر ۰

سوال (۲۲۹) صَلُّوْا عَلٰى مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَصَلُّوْا خَلْفَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس حدیث کو مد نظر رکھ کر فقط کلمہ گو کا جنازہ پڑھنا اور تارک نماز کے پیچھے نماز پڑھنے کا فتویٰ کلکتہ والے اہلحدیثوں نے دیا ہے کیا اُن کا یہ فتویٰ ٹھیک ہے؟ اِس میں

تحقیق صحیح کیا ہے؟ سائل (شیخ مولوی) ثناء اللہ (صاحب امیمن سنگھی)

سوال (۲۳۰) حدیث مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ کی رو سے تارک صوم صلوٰۃ، حج، زکوٰۃ کو مومن مسلمان موحد کہا جائے یا کافر؟ کتاب وسنت کی رو سے اس میں صحیح تحقیق کیا ہے؟ (سائل فوق الذکر)

جواب (۲۲۹ و ۲۳۰) صرف کلمہ گو یعنی تارک صوم وصلوٰۃ کا جنازہ پڑھنا شرعاً ثابت نہیں بلکہ اس کی ممانعت میں تصریحاتِ محدثین وتشریحاتِ ائمہ دین موجود ہیں اور نہ حدیث مندرجہ سوال کا یہ مقصد ہے کہ تارکِ صوم وصلوٰۃ کا جنازہ پڑھو یا ایسے شخص کی اقتداء میں نماز ادا کرو کیونکہ صدق دل سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے والا تارک فرائض نہیں ہوتا بلکہ وقت آجانے پر فوراً پابند ہو جاتا ہے اسی واسطے صحیح مسلم کی مرفوع حدیث میں موجود ہے عَنْ لَقِيتَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ۔ حدیث ہذا میں بشارتِ جنت کو مطلق کلمہ گو کے واسطے نہیں رکھا بلکہ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ کے ساتھ مقید ومخصوص کیا ہے اور قائل کلمے کا سچا ہونا اسی وقت ثابت ہو سکتا ہے جب کہ وہ کلمہ کے معانی ومقاصد واغراض کے مطابق عمل کر کے دکھائے یعنی شرک وبدعات سے بچے۔ فرائض الٰہی کا پابند موافق شرع ہو تو سچا ہے ورنہ جھوٹا۔ اور جس نے جھوٹے طور پر کلمہ پڑھا اس کا نام اصطلاح شرع میں مومن یا مسلمان نہیں بلکہ منافق ہے جس کے متعلق قرآنی بیان ہے کہ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ[1] الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ یعنی منافقوں کا ٹھکانہ جہنم کے نیچے کے طبقہ میں ہے العیاذ باللہ۔

الغرض جو لوگ صرف زبانی اور رسمی ورواجی کلمہ گو ہیں اور کلیتاً شرک وبدعت سے باز نہیں آتے جس میں ترک صلوٰۃ وغیرہ بھی داخل ہے وہ کافر ومنافق ہیں اور منافقین کے حق میں ارشادِ خداوندی ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ (س بقرہ پ۱) یعنی بعض لوگ ایسے ہیں جو زبان سے تو کلمہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لائے حالانکہ حقیقت میں وہ مومن نہیں کیونکہ ان کے پاس

[1] مراد درک سے درجہ و طبقہ ہے۔ اصطلاح عرب میں درجۂ زیریں کو درک کہتے ہیں اور درجۂ اعلیٰ کو درجہ کہتے ہیں تو جنت کیلئے درج ہیں اور جہنم کیلئے ادراک۔ منافقین درک اسفل تریں ہونگے جسکا نام ہاویہ ہے۔ یہ طبقہ انکو بسبب غلبہ کفر و کثرت غوائل کے ملا ہے کیونکہ اہل ایمان کو یہ اپنے نفاق سے سخت ایذا پہنچاتے تھے۔ بالجملہ دوزخ کے سات درکات یعنی طبقات و منازل ہیں۔ اہل علم کہتے ہیں اعلیٰ درکات جہنم ہے جو خاص ہے اس امت کے گنہگاروں کے (یعنی وہ موحد مسلمان تو تھے مگر بوجہ گناہوں قصوروار کے کچھ روز قید وسزا بھگتنی پڑی) یہی طبقہ ایک روز اپنے اہل سے خالی ہوکر دروازے اس کے ہواؤں سے کھڑکھڑ ہوں گے۔ دوسرا لظیٰ تیسرا حطمہ چوتھا سعیر پانچواں سقر چھٹا جحیم ساتواں ہاویہ ہے۔ قرطبی نے کہا ہے کبھی درجات کو درکات بھی بولتے ہیں بدلیل قولہ تعالیٰ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا۔ ملخص از رسالہ نذیر العریان۔

باقی اقرار ہے عمل نہیں۔

دوسری آیت میں یوں ارشاد ہے وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَا اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ○ (س نور پ۱۸) یعنی یہ لوگ بظاہر تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور تابعدار ہیں مگر جس وقت تعمیلِ احکام کا وقت آتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہیں پس ایسے لوگ ایمان والے نہیں۔

آیت ہذا میں خدا پر ایمان لانے والے رسول کی رسالت کے قائل یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے بے عمل کو خداوند قدوس نے بے ایمان کہا ہے کیونکہ وہ کلمہ تو پڑھتا ہے مگر اس کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ جو لوگ مطلق کلمہ گو کو بلا کسی شرعی وجہ کے مسلمان ومومن کہتے ہیں اور باتیں بناتے ہیں کہ میاں کلمہ گو کو کافر کہنا چاہیئے وہ آیتِ ہذا کے ابتدائی جملہ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ اور آخری جملہ وَمَا اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ پر غور کریں اور مداخلت فی الدین سے باز آئیں۔

تیسری آیت میں فرمان ایزدی ہے يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ (س توبہ پ۱۰) یعنی اے مسلمانو! یہ لوگ منہ سے تو کلمہ وغیرہ کا اقرار کر کے تمہیں راضی کر دیتے ہیں مگر دل سے انکاری ہیں کیونکہ اگر دل سے شریعت کے احکام سچے جانتے تو ضرور اس کے موافق عمل کرتے پس اگر عمل کیا تو اقرار بھی سچا اور اگر عمل نہ کیا تو اقرار بھی جھوٹا۔

چوتھی آیت میں یوں فرمایا قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ○ (س منافقون پ۲۸) یعنی اے ہمارے پیارے نبی! یہ لوگ تیرے سامنے تو تیری رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور اللہ بھی خوب جانتا ہے کہ تو اللہ کا سچا رسول ہے لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق اپنے اس اقرار میں جھوٹے ہیں کیونکہ اگر وہ سچے ہوتے تو تیرے حکم احکام کے سامنے لیت ولعل نہ کرتے اور حیلے بہانے جھوٹے عذر کر کے شریعت سے روگرداں نہ ہوتے۔

پانچویں آیت میں ارشاد ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ○ (س بقرہ پ۲) یعنی ایسے آدمی ہیں کہ انکی چکنی چپڑی باتیں تجھ کو دنیا میں پسند آجاتی ہیں اور اپنے ظاہر و باطن یکساں ہونے پر اللہ کو گواہ کرتے ہیں حالانکہ سخت جھگڑالو ہیں۔

چھٹی آیت میں بایں الفاظ ارشاد ہے وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ○ (س یوسف پ۱۳) یعنی اکثر لوگ اللہ کو مان کر پھر بھی مشرک ہیں کیوں کہ اللہ رب العزت کو ایک بھی مانتے ہیں اور پھر شرک بھی کئے جاتے ہیں اعمال واخلاص سے عاری ہیں۔ اگر اسی کا نام ماننا ہے تو ایسا ماننا تو فرعون بے عون بھی مانتا تھا چنانچہ اللہ عزوجل نے پ۱۹ سورۂ نمل میں فرعون اور اس کے

مقلدین کے حق میں ارشاد فرمایا ہے وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا (سورہ نمل پ ۱۹) یعنی انہوں نے دیدہ و دانستہ حق کا انکار کیا حالانکہ ان کے قلوب متیقن ہو چکے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کا دین سچا ہے لیکن انہوں نے بوجہ غرور و تکبر کے ظاہری اعمال و انقیاد سے منہ موڑ کر کفر کیا۔

الغرض آیات مندرجہ بالا سے اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے کہ انسان کو صرف تصدیق قلبی یا صرف اقرار لسانی عنداللہ کچھ کارگر نہ ہوگا جب تک وہ عملی جامہ نہ پہنے۔ ٹھیک اسی طرح بے نمازی کے زبانی اقرار ایمان اسلام کلمہ توحید کا کچھ اعتبار نہیں تاوقتیکہ وہ فرائض الٰہی صوم وصلوٰۃ، حج، زکوٰۃ کا پابند نہ ہو جیسا کہ حدیث انس میں مرفوعاً آیا ہے لَيْسَ الْاِيْمَانُ بِالتَّمَنِّيْ وَلَا بِالتَّحَلِّيْ وَلٰكِنْ هُوَ مَا وَقَرَ فِي الْقَلْبِ وَصَدَّقَهُ الْعَمَلُ (ابن نجار و دیلمی) یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایمان صرف دعوی اور تصنع بناوٹ ظاہری کا نام نہیں بلکہ ایمان وہ چیز ہے جو دل میں جگہ پکڑے اور عمل اس کی تصدیق و تائید کرے۔ یہی الفاظ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ جلد خامس کے صفحہ ۲۲ میں علامہ حسن بصری سے منقول ہیں اور نیز تفسیر خازن میں تحت آیت اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ الآیۃ س فاطر پ ۲۲ یہی الفاظ وارد ہیں۔ اسی طرح ترجمان القرآن حبر ہذہ الامۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح تفسیر ابن کثیر و کمالین حاشیہ جلالین و تفسیر خازن وغیرہ میں آیت ہذا کی تفسیر یوں مروی ہے کہ کلمہ طیب سے مراد ذکر اللہ جیسے لا الٰہ الا اللہ و تلاوت قرآن و دعا وغیرہ ہے اور عمل صالح سے مراد فرائض کی ادائیگی ہے فَمَنْ ذَكَرَ اللّٰهَ وَلَمْ يُؤَدِّ فَرَائِضَهٗ رَدَّ اللّٰهُ قَوْلَهٗ، قَالَ الْبَغَوِيُّ هُوَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَسَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ وَالْحَسَنِ وَعِكْرِمَةَ وَالْاَكْثَرِ یعنی جو شخص اللہ کا ذکر کلمہ وغیرہ سے کرے اور نماز روزہ وغیرہ فرائض الٰہی نہ بجالائے تو اللہ تعالیٰ اس کے قول کو رد کر دیتا ہے یعنی اس کا کلمہ پڑھنا بغیر عمل کے منظور نہیں ہوتا۔ امام بغوی نے فرمایا ہے کہ یہی فتویٰ ابن عباس و سعید بن جبیر و حسن بصری وغیرہ و صحابہ تابعین کا ہے۔ نیز تفسیر خازن میں ہے کہ جاء فی الحدیث لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ قَوْلًا اِلَّا بِعَمَلٍ وَّلَا قَوْلًا وَّلَا عَمَلًا اِلَّا بِنِيَّةٍ۔ یعنی حدیث میں آیا ہے کہ اللہ رب العالمین احکم الحاکمین صرف زبانی اقرار کو قبول نہیں کرتا جب تک کہ عمل نہ ہو اور عمل و قول بھی منظور نہیں جب تک عامل کی نیت خالص نہ ہو۔

نتیجہ تحریر بالا کا یہ ہے کہ صرف منہ سے کلمہ طیب لا الٰہ الا اللہ کہہ دینا مطلوب شرعی نہیں بلکہ ایمان و اسلام کے عہد و اقرار کے لئے یہ ایک جامع کلمہ ہے کہ جس کے قائل و اقراری ہونے میں تمام مامورات و منہیات الٰہی کا پابند ہونا پڑتا ہے اور اس کے کہنے سے آدمی ایک ایسے عہد و پیمان کے اندر آجاتا ہے۔ اگر ضروریات دین میں سے ذرہ بھر بھی کسی امر میں دائیں بائیں ہو اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی و غفلت کی یا کسی حکم شرعی کا انکار کیا

تو فوراً اس کا یہ عہد ٹوٹ کر پاش پاش ہو جاتا ہے اور وہ اس جرم کی سزا کا مستحق ہو جاتا ہے جو اس کیلئے عنداللہ مقرر ہے تاوقتیکہ وہ توبہ نصوح نہ کرے اور رحمت الٰہی اس کے شامل حال نہ ہو۔

حاصل کلام یہ کہ یہ ایک ایسا جامع مانع کلمہ ہے جس کا نام کلمۂ توحید و ایمان و اسلام و افضل الذکر ہے جس کی پوری کیفیت و مقدار کا اندازہ و وزن اللہ پاک ہی خوب جانتا ہے کوئی شئے اس کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی ہے۔ اگر بنظر عمیق غور و فکر و تدبر سے دیکھا جائے تو فرائض الٰہی و کل احکام شرع حلال، حرام، حدود، مامورات، منہیات اسی میں داخل ہیں اور اس کے قائل پر کل احکام شرع کی تعمیل و تسلیم واجب ہے اس لئے تمام محدثین کتب احادیث میں کتاب الایمان لکھ کر اس میں انواع و اقسام کی احادیث ذکر کرتے ہیں جو سب مسمی ایمان میں داخل ہوتی ہیں چنانچہ ایمان کو کبھی مثل درخت اور کبھی مثل خیمہ یا گھر کے قرار دیا گیا ہے اور کبھی ایمان کبھی اسلام کبھی توحید کبھی دین کے نام سے پکارا گیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایمان و اسلام و توحید و کلمہ و دین ایک شے ہے اور ایمان ذو اجزاء ہے جس میں بعض ایسے جزء ہیں کہ انکی نفی سے کل کی نفی لازم آتی ہے جیسا کہ فرائض مثل نماز، روزہ، حج زکوٰۃ۔ اور بعض اجزاء ایسے ہیں کہ ان کی نفی سے کل کی نفی تو لازم نہیں آتی لیکن ثواب کی کمی اور نقصان ضرور ہوتا ہے جیسے سنن و نوافل مستحبات و مباحات وغیرہ۔ فرائض اور نوافل کے مابین فرق اور امتیاز یہی ہے کہ فرائض کے ترک سے کفر عائد ہوتا ہے اور نوافل کے انکار سے۔ اگر کوئی شخص امتثال فرائض میں قاصر نہ ہو اور نفلیات پر عمل نہ کرے تو اسے کافر نہیں کہہ سکتے ثواب و درجات سے ضرور محروم رہے گا بخلاف اس شخص کے کہ سارے نوافل کا عامل مگر فرائض کا تارک ہو یقیناً ایسا شخص کافر، مرتد، خارج ملت ہے کما لا یخفی علی ماہر الکتاب والسنہ۔

خلاصہ مطلب یہ کہ حدیث مندرجہ فی السوال صَلُّوْا عَلٰى مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور صَلُّوْا خَلْفَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور حدیث مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ وغیرہ کا یہی مقصود و مفہوم ہے کہ اس کلمہ کا قائل اس کے لوازمات صوم و صلوٰۃ وغیرہ کا پابند ہو اور جملہ مامورات و منہیات الٰہی کو بسر و چشم قبول کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و دیگر انبیاء و رسل و کتب سماویہ و ملائکہ و آخرت و تقدیر پر کما حقہ ایمان لائے۔ اور اگر صرف اسی حدیث کو مد نظر رکھا جائے تو محمد رسول اللہ و دیگر انبیاء و ملائکہ وغیرہ کے منکر کو مسلمان کہنا لازم آئے گا وَلَا قَائِلَ بِذٰلِكَ اَحَدٌ۔

پس اس قسم کی احادیث ان احادیث کے ساتھ مقید و مشروط ہیں جن میں ادائے فرائض وغیرہ کا ذکر ہے جس شخص نے فرائض ادا کئے وہ ایماندار ہے اور اس کا کلمہ پڑھنا بھی معتبر ہے

کیونکہ شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور نماز روزہ زکوۃ اس کل مجموعہ کا نام ایمان باللہ رکھا ہے جیسا کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں مرفوعاً موجود ہے کہ ھَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْاِیْمَانُ بِاللہِ شَھَادَۃُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاِقَامُ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءُ الزَّکٰوۃِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ اور جس نے فرائض الٰہی نہ ادا کئے وہ ایمان دار نہیں نہ اسکا کلمہ معتبر ہے بلکہ وہ ازروئے شرع اسلام سے خارج ہے جیسا کہ احادیث مندرجہ ذیل سے ثابت ہے۔

پہلی حدیث۔ اَخْرَجَ مُسْلِمٌ بَیْنَ الرَّجُلِ وَبَیْنَ الشِّرْکِ وَالْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ یعنی آدمی اور شرک وکفر کے درمیان ترک صلوۃ کا فاصلہ ہے۔ اگر نماز نہ پڑھی تو کافر مشرک ہے۔

دوسری حدیث۔ ابوداؤد ونسائی میں لَیْسَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ اِلَّا تَرْکُ الصَّلٰوۃِ یعنی بندہ میں اور کفر میں کچھ فرق نہیں بجز چھوڑ دینے نماز کے۔

تیسری حدیث۔ اَخْرَجَ اَحْمَدُ بَیْنَ الرَّجُلِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ اَیْ فِعْلُ الصَّلٰوۃِ وَرَوَاہُ مُسْلِمٌ اَیْضًا فِیْ صَحِیْحِہٖ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا وَرَوَاہُ اَھْلُ السُّنَنِ وَصَحَّحَہُ التِّرْمِذِیُّ یعنی آدمی اور کفر کے درمیان نماز کا فرق ہے اگر وہ نماز پڑھتا رہا تو مسلمان ہے ورنہ کافر۔

چوتھی حدیث۔ جامع ترمذی میں ہے بَیْنَ الْکُفْرِ وَالْاِیْمَانِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ وَقَالَ الْمُحَشِّیْ وَالظَّاھِرُ اَنَّ فِعْلَ الصَّلٰوۃِ ھُوَ الْحَاجِزُ بَیْنَ الْعَبْدِ وَالْکُفْرِ اھ یعنی کفر وایمان میں نماز کا پڑھنا حاجز (رکاوٹ) ہے۔ جب آدمی نماز ترک کر دیتا ہے تو کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

پانچویں حدیث۔ سنن ابن ماجہ میں ہے بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ وَصَحَّ کَمَا قَالَ التِّرْمِذِیُّ وَغَیْرُہٗ قَالَ الْحَاکِمُ وَلَا یُعْرَفُ لَہٗ عِلَّۃٌ اَلْعَھْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمُ الصَّلٰوۃُ فَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ کَفَرَ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَھْلُ السُّنَنِ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ صَحِیْحٌ وَاِسْنَادُہٗ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ یعنی بے نماز کا کافر ہونا صحیح ہے جیسا کہ ترمذی نے کہا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث میں کوئی علت نہیں۔ وہ حدیث یہ ہے ہمارے اور کفار ومشرکین کے درمیان نماز کا فرق ہے جس نے نماز چھوڑ دی بے شک وہ کافر ہو گیا۔

چھٹی حدیث۔ طبرانی میں باسناد لاباس بہ ہے مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ جِھَارًا یعنی جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے کہ میرے ذمہ فرض ہے اور اسکا ترک کرنا بڑا گناہ ہے اور پھر بھی نہیں پڑھتا تو وہ کھلم کھلا کافر ہے وَفِیْ رِوَایَۃٍ بَیْنَ الْعَبْدِ وَالْکُفْرِ اَوِ الشِّرْکِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ فَاِذَا تَرَکَ الصَّلٰوۃَ فَقَدْ کَفَرَ وَفِیْ اُخْرٰی لَیْسَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَالشِّرْکِ اِلَّا تَرْکُ الصَّلٰوۃِ فَاِذَا تَرَکَھَا فَقَدْ اَشْرَکَ یعنی بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اور کفر وشرک کے درمیان حد فاصل نماز ہے۔ پس جس نے نماز نہ پڑھی بیشک اس نے شرک کیا۔

ساتویں حدیث۔ امام اہل السنہ امام احمد نے اپنی کتاب الصلوۃ المعروف بہ

رسالۃ السنیہ صفحہ ۲۴۵ میں بیان کی ہے لَا حَظَّ فِی الْاِسْلَامِ لِمَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ یعنی تارک صلوۃ کا اسلام میں کچھ بھی حصہ نہیں وَاِنَّمَا حَظُّھُمْ مِنَ الْاِسْلَامِ عَلٰی قَدْرِ حَظِّھِمْ فِی الصَّلٰوۃِ وَرَغْبَتُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ عَلٰی قَدْرِ رَغْبَتِھِمْ فِی الصَّلٰوۃِ یعنی انسان اپنا حصہ اور رغبت اسلام میں نماز کی رغبت اور حصہ سے معلوم کر سکتا ہے۔ آگے چل کر اسی صفحہ میں فرماتے ہیں وَقَدْ جَاءَ فِی الْحَدِیْثِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّلٰوۃُ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنَّ الْفُسْطَاطَ اِذَا سَقَطَ عَمُوْدُہٗ سَقَطَ الْفُسْطَاطُ لَمْ یُنْتَفَعْ بِالْاَطْنَابِ وَلَا بِالْاَوْتَادِ وَاِذَا قَامَ عَمُوْدُ الْفُسْطَاطِ انْتَفَعَتْ بِالْاَطْنَابِ وَالْاَوْتَادِ یعنی نماز اسلام کا وسطی ستون ہے کہ جس کے گر جانے سے باقی میخیں اور طنابیں کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔

آٹھویں حدیث۔ طبرانی میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ وَالْاِیْمَانِ الصَّلٰوۃُ فَاِذَا تَرَکَھَا فَقَدْ اَشْرَکَ رَوَاہُ ھِبَۃُ اللہِ الطَّبَرِیُّ وَقَالَ اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ یعنی ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً مروی ہے کہ بندہ کے درمیان اور کفر وایمان کے درمیان صرف نماز کا فرق ہے۔ جس وقت بندہ نے نماز چھوڑ دی یقیناً وہ مشرک ہو گیا۔ روایت کیا اس حدیث کو طبری نے اور کہا اسناد اس کی صحیح ہے اور بر شرط مسلم کے۔

نویں حدیث۔ عَنْ عَبْدِ اللہِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ ذَکَرَ الصَّلٰوۃَ یَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَیْھَا کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا وَّبُرْھَانًا وَّنَجَاۃً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْھَا لَمْ تَکُنْ لَّہٗ نُوْرًا وَّلَا بُرْھَانًا وَّلَا نَجَاۃً وَّکَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَھَامَانَ وَاُبَیِّ ابْنِ خَلَفٍ رَوَاہُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ فِیْ مُسْنَدِہٖ وَاَبُوْ حَاتِمٍ ابْنُ حِبَّانَ فِیْ صَحِیْحِہٖ یعنی نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک دن نماز کا ذکر کیا پس فرمایا کہ جس شخص نے نماز کی حفاظت کی تو قیامت کے دن یہ نماز اس کے لئے نور اور دلیل اور نجات کا باعث بن جائے گی اور جس شخص نے اس کی حفاظت نہیں کی (یعنی کبھی پڑھی اور کبھی چھوڑ دی) تو اس کے لئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا نہ کوئی دلیل اور نہ نجات اور وہ ہوگا حشر کے دن قارون اور فرعون وہامان وابی بن خلف جیسے اشد کافروں کے ساتھ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں۔ حدیث ہذا کے تحت میں شیخ الاسلام علامہ ابن قیم اپنی کتاب الصلوۃ کے صفحہ ۳۱ میں رقمطراز ہیں کہ وَاِنَّمَا خَصَّ ھٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعَۃَ بِالذِّکْرِ لِاَنَّھُمْ مِنْ رُءُوْسِ الْکَفَرَۃِ وَفِیْہِ نُکْتَۃٌ بَدِیْعَۃٌ وَھُوَ اَنَّ تَارِکَ الْمُحَافَظَۃِ عَلَی الصَّلٰوۃِ اِمَّا اَنْ یَّشْغَلَہٗ مَالُہٗ اَوْ مُلْکُہٗ اَوْ رِیَاسَتُہٗ اَوْ تِجَارَتُہٗ فَمَنْ شَغَلَہٗ عَنْھَا مَالُہٗ فَھُوَ مَعَ قَارُوْنَ وَمَنْ شَغَلَہٗ عَنْھَا فَھُوَ مَعَ

فِرْعَوْنَ وَمَنْ شَغَلَهُ عَنْهَا رِيَاسَتُهُ وَوِزَارَتُهُ فَهُوَ مَعَ هَامَانَ وَمَنْ شَغَلَهُ عَنْهَا تِجَارَتُهُ فَهُوَ مَعَ أُبَيِّ ابْنِ خَلَفٍ یعنی بے نماز کی معیت کی تخصیص ان چاروں کافروں فرعون ہامان قارون ابی بن خلف کے ساتھ کرنے میں ایک عجیب وغریب نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اکثر چار چیزوں کی وجہ سے نماز میں غفلت کرتا ہے یا تو اپنے مال کی مشغولیت کی وجہ سے نماز کی حفاظت ترک کرتا ہے یا اپنے ملک کی وجہ سے یا اپنی ریاست کی وجہ سے یا اپنی تجارت کی وجہ سے۔ پس جس شخص کو اس کے مال نے نماز سے غافل کیا وہ قیامت کے دن قارون کے ساتھ ہوگا۔ اور جس شخص کو اس کے ملک نے غافل کیا وہ فرعون کے ساتھ ہوگا۔ اور جس شخص کو اس کی ریاست ووزارت وغیرہ دنیاوی عہدہ و مرتبہ نے غافل کیا وہ ہامان کے ساتھ ہوگا اور جس شخص کو اس کی تجارت وسوداگری وغیرہ دنیاوی کاروبار نے غافل کیا وہ ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

الغرض بے نماز کا کلمہ اس کو قیامت کے دن کچھ کام نہ آوے گا نہ کلمہ گویوں کے ساتھ اس کو کھڑے ہونے کی اجازت ہوگی۔ میدان حشر میں کہہ دیا جائے گا کہ او بے نماز آج تیرا مسلمانوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، تو چونکہ دنیا میں بے نماز تھا لہٰذا تیرا تعلق فرعون، ہامان، قارون وغیرہ کفار کے ساتھ ہے چنانچہ حدیث ہذا اس کی مؤید ہے۔

دسویں حدیث۔ علامہ ابن ابی حاتم نے اپنی سنن میں بایں الفاظ نقل کی ہے عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ أَوْصَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَتْرُكُوا الصَّلٰوةَ عَمَدًا فَمَنْ تَرَكَهَا عَمَدًا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْمِلَّةِ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ أَبِيْ حَاتِمٍ فِيْ سُنَنِهٖ یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو وصیت کی پس فرمایا کہ اللہ کیساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرنا اور نماز کبھی نہ چھوڑنا۔ جس شخص نے قصداً نماز چھوڑ دی یقیناً وہ مذہب اسلام سے خارج ہوگیا۔

گیارہویں حدیث۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً مَكْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ رَوَاهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے قصداً فرض نماز چھوڑ دی یقیناً اس سے اللہ کا ذمہ اٹھ گیا یعنی وہ کہیں مرے کہیں ہلاک ہو خداوند تعالیٰ اس کا ذمہ دار نہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن قیم کتاب الصلوٰۃ کے صفحہ ۲۸۱ پر تحت حدیث ہذا فرماتے ہیں وَلَوْ كَانَ بَاقِيًا عَلٰى إِسْلَامِهٖ لَكَانَتْ لَهٗ ذِمَّةُ الْإِسْلَامِ یعنی اگر بے نماز اسلام پر باقی رہتا تو ضرور اس کے لئے اسلامی ذمہ ہوتا۔ پس ذمۃ اللہ کی نفی اس کے اسلام کی نفی

کو مستلزم ہے۔

بارھویں حدیث۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَوْصَانِيْ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا أَتْرُكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ رَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ حَاتِمٍ فِيْ سُنَنِهٖ۔ ترجمہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ حدیث ہذا سے بھی معلوم ہوا کہ بے نماز مسلمان نہیں اور خدائے تعالیٰ اس سے بیزار و بری الذمہ ہے۔

تیرھویں حدیث۔ عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ وَعَمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ وَهُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ مُخْتَصَرٌ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اصل دین اسلام ہے اور ستون اس کا نماز ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔ حدیث ہذا کے تحت میں امام ابن قیم رحمہ اللہ کتاب مذکور کے صفحہ مذکور میں فرماتے ہیں وَوَجْهُ الْاِسْتِدْلَالِ بِهٖ أَنَّهٗ أَخْبَرَ أَنَّ الصَّلٰوةَ مِنَ الْإِسْلَامِ بِمَنْزِلَةِ الْعَمُوْدِ الَّذِيْ تَقُوْمُ عَلَيْهِ الْخَيْمَةُ فَكَمَا تَسْقُطُ الْخَيْمَةُ بِسُقُوْطِ عَمُوْدِهَا فَهٰكَذَا يَذْهَبُ الْإِسْلَامُ بِذَهَابِ الصَّلٰوةِ وَقَدِ احْتَجَّ أَحْمَدُ بِهٰذَا بِعَيْنِهٖ یعنی حدیث ہذا سے وجہ استدلال یہ ہے کہ تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ بیشک نماز کا تعلق اسلام کے ساتھ بمنزلہ اس ستون کے ہے جس پر خیمہ قائم ہوتا ہے پس جیسے اس ستون کے گر جانے سے خیمہ گر جاتا ہے ایسے ہی نماز کے چلے جانے سے اسلام چلا جاتا ہے۔ امام احمد نے بھی اس حدیث سے یہی دلیل پکڑی ہے۔

چودھویں حدیث۔ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَالسُّنَنِ وَالْمَسَانِيْدِ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ رَوَاهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَفِيْ بَعْضِ أَلْفَاظِهِ الْإِسْلَامُ خَمْسٌ فَذَكَرَهٗ یعنی صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن اور مسانید میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے ایک توحید واتباع سنت دوسرے نماز پنجگانہ کا قائم کرنا، تیسرے زکوٰۃ دینا۔ چوتھے حج خانہ کعبہ کا کرنا، پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔ یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے اور اس میں یہ بھی لفظ ہے کہ اسلام انہی پانچ چیزوں کا نام ہے۔ نیز علامہ نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم اپنے رسالہ زیادۃ الایمان باعمال الجنان کے صفحہ ۱۲۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز کا عمداً ترک کرنا کفر تارک نماز دوزخی ہے۔ روزہ، زکوٰۃ، حج کا عمداً ترک کرنا باوجود قدرت و فرضیت کے کفر ہے۔ کفر کا انجام دوزخ ہے۔

نیز کتاب الصلوٰۃ کے صفحہ ۲۸۶ میں مرقوم ہے إِنَّمَا جُعِلَ هٰذِهِ الْأَرْكَانُ تُفَسِّرُ الْإِسْلَامَ وَدَاخِلَةً فِيْ مُسَمَّى اسْمِهٖ وَمَا كَانَ اسْمًا لِمَجْمُوْعِ أُمُوْرٍ إِذَا ذَهَبَ بَعْضُهَا

ذَهَبَ ذٰلِكَ الْمُسَمّٰى وَلَا سِيَّمَا إِذَا كَانَ مِنْ أَرْكَانِهِ لَا مِنْ أَجْزَائِهِ الَّتِي لَيْسَتْ بِرُكْنٍ لَهُ كَالْحَائِطِ لِلْبَيْتِ فَإِنَّهُ إِذَا سَقَطَ سَقَطَ الْبَيْتُ بِخِلَافِ الْعُوْدِ وَالْخَشَبَةِ وَاللَّبِنَةِ وَنَحْوِهَا یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حدیث میں ان ارکان خمسہ کو نفس اسلام قرار دیا ہے ۔ پس جب اس مجموعہ کا نام اسلام ہوا ہے تو یقیناً اس کے بعض حصے کے چلے جانے سے کل اسلام جاتا رہے گا اور بعض کے فقدان سے کل کا فقدان لازم آئے گا یا یوں سمجھئے کہ مثلاً شیشے کی ایک بوتل ہے جتنا شیشہ اس میں لگا ہوا ہے اس سارے شیشے کا نام بوتل ہے مگر جس وقت اس کی جڑ اور پیندے میں صرف ایک سوراخ کر دیا جائے اور تھوڑا سا شیشہ توڑ دیا جائے تو وہ ساری بوتل بیکار رہے ۔

اسی طرح یہ پانچوں رکن اسلام کی جڑ ہیں اگر ان میں سے ایک رکن بھی ترک کر دیا جائے تو سارا اسلام بیکار رہے ۔ ہاں جن کے لئے صرف تین رکن جڑ قرار دیئے گئے ہیں ان کیلئے ان تین میں ایک کی نفی سے کل کی نفی لازم آئے گی اور ان کے لئے یہ حدیث دلیل ہے ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرَى الْإِسْلَامِ وَقَوَاعِدُ الدِّيْنِ ثَلٰثَةٌ عَلَيْهِنَّ أُسِّسَ الْإِسْلَامُ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامُ الصَّلٰوةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ فَمَنْ تَرَكَ مِنْهَا وَاحِدَةً فَهُوَ بِهَا كَافِرٌ حَلَالُ الدَّمِ أَوْ كَمَا قَالَ ۔ یعنی اسلام کا کڑا اور دین کی جڑ و مدار کے لئے تین چیزوں پر ہے ۔ ایک توحید و اتباع سنت دوم اقامت صلوٰۃ ۔ سوم صیام رمضان ۔ پس جو شخص ان میں سے ایک کام بھی چھوڑ دے وہ کافر و حلال الدم ہے ۔

ابو محمد عبدالستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ محرم و صفر و ربیع الثانی و جمادی الاول ۱۳۷۹ھ مطابق ماہ مارچ و اپریل و جون و جولائی ۱۹۳۰ء جلد ۱۸ نمبر ۱ و ۲ و ۴ - ۵

سوال (۲۳۱) تارک صلوٰۃ کے متعلق جو کفر کا لفظ حدیث میں وارد ہے اس کا معنے کیا ہے ۔ بعض مولوی کہتے ہیں کہ کفر کے معنے اس نے کفر کیا ہے اور وہ کافر ہو گیا ایسا نہیں کیونکہ حدیث میں لفظ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ آیا ہے فَهُوَ كَافِرٌ نہیں آیا کیا یہ تاویل صحیح ہے ؟ سائل مولوی ثناء اللہ صاحب ہیمن سنگھی

جواب (۲۳۱) تارک صلوٰۃ کے متعلق احادیث میں جو کفر کا اطلاق آیا ہے اسکا اصلی معنے وہی ہے جو صحابہ کرام و تابعین عظام و محدثین ذوی الافہام نے سمجھا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یعنی بے نماز ایسا پکا کافر ہے کہ جس کا حشر نشر فرعون ہامان شداد وغیرہ کفار کے ساتھ ہوگا ۔ جو ملا مولوی تاویلات رکیکہ و تحریفات فاسدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فَعَلَ فِعْلَ الْكُفْرِ وَغَيْرَهٗ ذٰلِكَ ان کی اس تاویل کی بناء پر احادیث صریحہ صحیحہ کا

انکار لازم آتا ہے ۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلوٰۃ میں اس مسئلہ کو خوب بسط کے ساتھ لکھا ہے ۔

جب حدیث مرفوع مندرجہ ذیل میں صراحتاً موجود ہے کہ بے نماز صریح کافر ہے تو پھر ملا مولویوں کی تاویلات باطلہ اور مزخرفات واہیہ کون سنے عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جِهَارًا رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ بِإِسْنَادٍ لَا بَأْسَ بِهِ ہاں بعض علماء کا یہ کہنا کہ تارک الصلوٰۃ کے متعلق حدیث میں فَقَدْ كَفَرَ آیا ہے فَهُوَ كَافِرٌ نہیں آیا ان کے قلت علم و عدم تدبر پر مبنی ہے اور کتب حدیث پر کما حقہ عبور و واقفیت نہیں ۔ سنئے مسند ابو یعلیٰ میں باسناد حسن بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً موجود ہے مَنْ تَرَكَ وَاحِدَةً مِّنْهُنَّ فَهُوَ بِهَا كَافِرٌ حَلَالُ الدَّمِ الْحَدِيْثَ وَفِي رِوَايَةٍ مَنْ تَرَكَ مِنْهُنَّ وَاحِدَةً فَهُوَ بِاللّٰهِ كَافِرٌ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ وَقَدْ حَلَّ دَمُهٗ وَمَالُهٗ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ارکان اسلام میں سے ایک رکن بھی چھوڑ دیا وہ کافر باللہ اور حلال الدم والمال ہے اس کا نفل اور فرض کچھ بھی قبول نہیں کذا فی الترغیب جس سے صاف عیاں ہے کہ بے نماز کا کفر نقیض ایمان ہے کیونکہ حدیث ہذا میں صرف فَهُوَ كَافِرٌ ہی نہیں بلکہ فَهُوَ بِاللّٰهِ كَافِرٌ فرمایا ہے فَافْهَمْ وَتَدَبَّرْ ۔

نیز محدثین کے استاد علامہ ابو بکر بن ابی شیبہ نے کتاب الایمان میں اور امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے با یں الفاظ روایت نقل کی ہے عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ فَهُوَ كَافِرٌ (كَذَا فِي التَّرْغِيْبِ) یعنی جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے ۔ اسی طرح حضرت عمرؓ و عبدالرحمٰن بن عوف اور معاذ بن جبل و ابو ہریرہ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے ایک وقت کی نماز چھوڑ دینے والے کے حق میں فَهُوَ كَافِرٌ مُرْتَدٌّ کے الفاظ موجود ہیں یعنی بے نماز کافر و مرتد ہے ۔ اور سنئے عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ فَهُوَ كَافِرٌ رَوَاهُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْقُوْفًا یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے نماز کافر ہے ۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَلَا دِيْنَ لَهٗ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ أَيْضًا مَوْقُوْفًا یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے نماز کا کوئی دین ہی نہیں ۔

صد حیف اُن علماء پر کہ جو ان نصوص صریحہ کے ہوتے ہوئے بوجہ اپنی جہالت یا جماعت غرباء اہلحدیث کی ضد میں آکر اپنی نفسانیت و تاویلات باطلہ کو استعمال میں لاتے ہوئے تارک صوم و صلوٰۃ کو مسلمان کہنے پر ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگاتے ہیں اور اپنے غلط فتووں کے سامنے فتویٰ نبوی و فتویٰ صحابہ کو مسترد کر دیتے ہیں اور اپنے اقوال باطلہ و تاویلات رکیکہ پر

ذرا غور و فکر نہیں کرتے فیا اسفا علی حالہم لم لا یتفکرون فی دخوض مخجتہم وبطلان قولہم حتی لا یئولوا مثل ہذہ التاویلات الباطلۃ الفاسدۃ المنوعۃ عن الکتاب والسنۃ۔

الغرض صرف نماز ہی نہیں بلکہ کل ارکان اسلام آپس میں ایسے لازم و ملزوم ہیں کہ ایک کے فقدان ونفی سے کل کی نفی لازم آتی ہے کما قال الامام احمد حدثنا عن زیاد بن نعیم الحضرمی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع فرضھن اللہ فی الاسلام فمن اتی بثلاث لم یغنین عنہ شیئا حتی یاتی بھن جمیعا الصلوۃ والزکوۃ وصیام رمضان وحج البیت (ترغیب) یعنی زیاد بن نعیم حضرمی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام میں اللہ عز وجل نے (توحید کے بعد) چار چیزیں ایسی فرض کی ہیں کہ جس شخص نے ان میں سے تین کو ادا کیا اور ایک کو چھوڑ دیا تو وہ تین بھی اس کی بیکار ہیں اس کے کچھ بھی کام نہ آئیں گی جب تک کہ چاروں کو نہ ادا کرے وہ چاروں چیزیں یہ ہیں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وقال الامام احمد فی مسندہ قال الحکم بن عتبۃ من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر ومن ترک الزکوۃ متعمدا فقد کفر ومن ترک الحج متعمدا فقد کفر ومن ترک صوم رمضان متعمدا فقد کفر وقال سعید بن جبیر من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر باللہ ومن ترک الزکوۃ متعمدا فقد کفر باللہ ومن ترک صوم رمضان متعمدا فقد کفر باللہ رواھن اسد بن موسیٰ یعنی مسند احمد بن حنبل میں موجود ہے کہ جس نے نماز نہ پڑھی وہ کافر ہے جس نے زکوٰۃ نہ دی وہ کافر ہے جس نے حج نہ کیا وہ کافر ہے جس نے رمضان کے روزے نہ رکھے وہ کافر ہے۔ اور کہا سعید بن جبیر نے جس شخص نے نماز نہ پڑھی وہ کافر باللہ ہے یعنی اس نے اللہ کا انکار کیا اور جس نے زکوٰۃ نہ دی اس نے اللہ کا انکار کیا اور جس نے رمضان کے روزے نہ رکھے اس نے اللہ کا انکار کیا۔

مقصد یہ کہ تارک عامد صوم و صلوٰۃ، حج، زکوٰۃ کا کافر مرتد، خدا کا منکر ہے کیونکہ عند الشرع خدا کا ماننا خدا پر ایمان لانا یہی ہے کہ خدا کے احکام و فرائض کو مانے ادا کرے۔ جس نے احکام خداوندی و فرائض اسلامی کو نہ ادا کیا اس نے خدا ہی کو نہ مانا اور جس نے خدا کو نہ مانا وہ مسلمان کیسا۔

نیز رحمۃ المہداۃ الی من یرید زیادۃ العلم علی احادیث المشکوٰۃ کے صفحہ ۴ کتاب الایمان میں حدیث مندرجہ ذیل موجود ہے جو علماء مؤولین کی قطع اعناق کے لئے مع اپنے شواہد ومتابعات کے کافی و وافی ہے۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدین خمس لا یقبل منھن شیء دون شیء شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ والایمان باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والجنۃ والنار والحیوۃ بعد

الموت ہذہ واحدۃ والصلوات الخمس عمود الاسلام لا یقبل اللہ الایمان الا بالصلوۃ والزکوۃ طھور من الذنوب لا یقبل اللہ تعالیٰ الایمان والصلوۃ الا بالزکوۃ من فعل ھؤلاء ثم جاء رمضان فترک صیامہ متعمدا لم یقبل اللہ منہ الایمان ولا الصلوۃ ولا الزکوۃ ومن فعل ھؤلاء الاربع وتیسر لہ الحج ولم یحج ولم یوص من یحج عنہ ولم یحج عنہ بعض اھلہ لا یقبل اللہ منہ الایمان ولا الصلوۃ ولا الزکوۃ ولا الصیام (رواہ فی المحلیۃ) یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصل دین پانچ چیزوں کا نام ہے۔ اگر ان میں سے ایک بھی کم ہوئی تو باقی بھی مقبول نہیں۔ گواہی دینا اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے غلام اور اس کے سچے رسول ہیں۔ اور ایمان لانا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور رسولوں پر۔ جنت و دوزخ اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر یہ سب مل کر ایک چیز ہوئی اور پانچوں نمازیں اسلام کا ستون ہیں بغیر نماز کے اللہ تعالیٰ کسی کا ایمان قبول نہیں کرتا (یعنی بے نماز بے ایمان ہے) اور زکوٰۃ کا ادا کرنا باعث کفارۂ ذنوب ہے۔ جو شخص (صاحب نصاب ہو کر) زکوٰۃ نہ دے تو عند اللہ اس کا ایمان و نماز بھی مقبول نہیں (اگرچہ وہ پنجوقتہ نماز کا پابند ہو مگر بوجہ ترک زکوٰۃ کے وہ بے نماز اور بے ایمان ہے) جس شخص نے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا نماز بھی پڑھی زکوٰۃ بھی دی پھر اس کی زندگی میں رمضان کا مہینہ آگیا پس اس نے قصدا روزے چھوڑ دیئے تو عند اللہ اس کا کلمہ بھی قبول نہیں نماز نہ زکوٰۃ بھی قبول نہیں۔ اور جو شخص یہ چاروں کام کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ تو ادا کرتا رہا مگر باوجود استطاعت کے حج نہ کیا نہ حج کے جانے کی ہاں کی اور نہ اس کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے اس کے بعض ورثا نے حج بدل کیا تو عند اللہ اس شخص کا نہ ایمان قبول ہے نہ نماز نہ زکوٰۃ نہ روزہ بلکہ یہ چاروں کام بھی برباد اور بیکار ہیں۔ خدائے تعالیٰ ہر فرد بشر کو آخرت کے اس نقصان عظیم و خسران مبین سے بچائے اور محفوظ رکھے آمین۔

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار (آمین)

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ رجب ۱۳۵۷ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۳۸ء جلد ۸ نمبر ۷

سوال (۲۳۲) ایک حدیث ابوداؤد میں آیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کا عرش آٹھ فرشتوں کی پشت پر ہے اور ابن جریر ابو زید سے مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ یحملہ الیوم اربعۃ ویوم القیمۃ ثمانیۃ (حاشیہ تفسیر جامع البیان ص ۴۸۲)

حدیث نمبر ۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آٹھ فرشتوں نے عرش کو اٹھا رکھا ہے اور حدیث نمبر ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت چار نے اٹھا رکھا ہے اور قیامت کے روز آٹھ اٹھائیں گے۔ دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق کی کیا صورت ہے؟

عرش خداوندی کو کتنے فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے

(مولانا) ابو الصمصام عبد الرحمن (صاحب) جھنگوی

جواب (۲۳۲) حدیث نمبر ۱ مطلق و مجمل ہے جس میں موجودہ وقت اور قیامت کے دن کی تعیین و تقیید نہیں اور حدیث نمبر ۲ مقید و مفصل ہے جس میں تعیین و تفصیل موجود ہے کہ اس وقت حاملین عرش چار فرشتے ہیں اور قیامت کے دن آٹھ ہونگے۔ پس حدیث نمبر ۱ حدیث نمبر ۲ کے ماتحت لی جائے گی جس کا مقصد یہ ہے کہ قیامت کے دن عرش کے اٹھانے والے آٹھ فرشتے ہوں گے جس کی تشریح حدیث نمبر ۲ میں موجود ہے۔ محدثین امام بخاری وغیرہ رضی اللہ عنہم کا یہی اصول ہے کہ مفصل حکم مجمل پر قاضی ہوا کرتا ہے۔ نیز تعارض کے لئے اتحاد مکانی و زمانی شرط ہے اور یہاں یہ شرط مفقود ہے فَلَا تَعَارُضَ بَيْنَهُمَا۔ علیٰ ہذا القیاس تفسیر فتح البیان ص ۱۹۶ جلد ۸ میں تحت آیہ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ الآیۃ کے مرقوم ہے وَهُمُ الْيَوْمَ اَرْبَعَةٌ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ اَيَّدَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِاَرْبَعَةٍ اُخَرَ كَمَا قَالَ تَعَالٰى وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ وَهُمْ اَشْرَافُ الْمَلٰٓئِكَةِ وَاَفْضَلُهُمْ لِقُرْبِهِمْ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ الخ یعنی آجکل حاملین عرش چار ہیں جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ رب العالمین ان چاروں کے ساتھ چار فرشتے اور ملا دے گا جیسا کہ فرمایا اللہ عزوجل نے کہ اٹھائیں گے تیرے رب کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے۔ پس یہ ملائکہ ثمانیہ بوجہ قرب الٰہی کے تمام فرشتوں میں افضل و اشرف ہیں۔ نیز تفسیر معالم التنزیل للبغوی و تفسیر خازن جلد ۷ ص ۱۲۰ میں مسطور ہے وَجَاءَ فِي الْحَدِيْثِ اَنَّهُمُ الْيَوْمَ اَرْبَعَةٌ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ اَيَّدَهُمُ اللّٰهُ بِاَرْبَعَةٍ اُخَرِيْنَ فَكَانُوْا ثَمَانِيَةً عَلٰى صُوْرَةِ الْاَوْعَالِ بَيْنَ اَظْلَافِهِمْ اِلٰى رُكَبِهِمْ كَمَا بَيْنَ سَمَاءٍ اِلٰى سَمَاءٍ یعنی حملۂ عرش اس وقت چار فرشتے ہیں، قیامت کے دن آٹھ ہو جائیں گے۔ ان کی شکل و صورت ہرن یا پہاڑی بکری کی ہے ان کے کھروں اور گھٹنوں کے مابین اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک۔

یہی مضمون تفسیر نیشاپوری جلد ۳ میں بھی ہے۔ نیز تفسیر ابن جریر جلد ۲۹ صفحہ ۳۸ میں علامہ ابن اسحاق سے مروی ہے قَالَ بَلَغَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُمُ الْيَوْمَ اَرْبَعَةٌ يَعْنِيْ حَمَلَةَ الْعَرْشِ وَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ اَيَّدَهُمُ اللّٰهُ بِاَرْبَعَةٍ اُخَرِيْنَ فَكَانُوْا ثَمَانِيَةً وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ۝ یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ عرش کے اٹھانے والے آجکل چار فرشتے ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ عزوجل

له الوعل والوعل والوعل تیس الجبل لہ قرنان قویان منحنیان کشقین احد مبین جمعہ اوعال و وعول و وعلۃ ۲ کذا فی المنجد۔ ۳ یعنی مسافت ۵۰۰ برس کی کذا فی للعالم و فتح البیان ۲۶۱

ان کے ساتھ چار فرشتے اور ملا دے گا سب مل کر آٹھ ہو جائیں گے۔ یہی مقصد ہے فرمان الٰہی کا تیرے رب کے عرش کو اس دن آٹھ فرشتے اٹھائیں گے:

مذکورہ بالا روایات سے یہ امر مشرح و مبین ہو گیا کہ حملۂ عرش کی تعیین و تعداد میں کچھ تباین و تخالف نہیں۔ جس روایت میں مجملاً آٹھ کا ذکر ہے اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور جہاں صرف چار کا ذکر ہے اس سے مراد قبل از قیامت ہے۔

یہ تو تھا سوال کا جواب۔ اب مندرجہ ذیل سطور میں حملۂ عرش کی جسمانی حالت اور ان کے قد و قامت کا ذکر بھی غیر مناسب نہیں تاکہ قارئین کرام خداوند قدوس کے جلال و عظمت کا حال معلوم کر کے اس کی خشیت و ہیبت کو دل میں کماحقہ جگہ دیں سنئے!

حاملین عرش کی جسمانی حالت

تفسیر فتح البیان جلد عاشر ص ۴۲ و در منثور جلد ۶ ص ۲۶۱ میں ترجمان القرآن ابن عباسؓ و ضحاکؒ سے مروی ہے کہ ثَمَانِيَةُ اَمْلَاكٍ عَلٰى صُوْرَةِ الْاَوْعَالِ رُءُوْسُهُمْ عِنْدَ الْعَرْشِ فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ وَاَقْدَامُهُمْ فِي الْاَرْضِ السُّفْلٰى وَلَهُمْ قُرُوْنٌ كَقُرُوْنِ الْوَعْلَةِ مَا بَيْنَ اَصْلِ قَرْنِ اَحَدِهِمْ اِلٰى مُنْتَهَاهُ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ وَالْيَوْمَ تَحْمِلُهٗ اَرْبَعَةٌ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ وَمَا بَيْنَ كُلِّ سَمَاءٍ وَاَرْضٍ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ وَفَضَاءُ كُلِّ سَمَاءٍ وَاَرْضٍ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ وَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ وَالْكُرْسِيِّ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ وَمَا بَيْنَ الْكُرْسِيِّ وَالْمَاءِ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ وَالْعَرْشُ عَلَى الْمَاءِ وَاللّٰهُ عَلَى الْعَرْشِ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ اَعْمَالِكُمْ اَخْرَجَهٗ اَبُوْ سَعِيْدٍ الدَّارِمِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَغَيْرُهُمَا مَوْقُوْفًا عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَفِي الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ یعنی حاملین عرش (قیامت کے دن) ایسے آٹھ فرشتے ہونگے جن کے سر ساتویں آسمان پر عرش کے نزدیک ہیں اور قدم ان کے سب سے نیچے کی زمین پر ہیں۔ ان کے سینگ ایسے لمبے ہیں کہ ایک سینگ کی لمبائی پانچ سو برس کی مسافت ہے اور آجکل حملۂ عرش چار ہیں۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آسمان و زمین کی درمیانی مسافت پانچ سو برس کی ہے۔ اسی طرح ہر آسمان اور ہر زمین کے درمیان پانچ سو سال کی دوری ہے اور ہر آسمان و زمین کی فضاء اور ساتویں آسمان اور کرسی کی درمیانی مسافت اور کرسی اور دریا کا بعد پانچ سو برس کا ہے اور خداوند تعالیٰ کا عرش دریا سے اوپر ہے اور خدائے عزوجل بذاتہ بنفسہ عرش معلی پر مستوی ہے بنی آدم کے کل اعمال سے بخوبی واقف ہے اس پر کوئی شے مخفی نہیں۔ اس حدیث کو ابو سعید دارمی اور ابن خزیمہ وغیرہ محدثین نے موقوفاً روایت کیا ہے اور اس مسئلہ میں بہت سی صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

نیز تفسیر ابن جریر جلد ۲۹ ص ۳۰ میں تحت آیت وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ

له حدیث ہذا میں مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری وغیرہ علماء کا رد ہے جنہوں نے مسئلہ ہذا اور دیگر مسائل شرعیہ میں معتزلہ و جہمیہ وغیرہ کی روش اختیار کی ہے۔ خدائے تعالیٰ ہدایت الی الصواب و رجوع الی الحق کی توفیق دے۔ آمین۔

ثمانیہ حملها ابن زید سے مروی ہے قال ثمانیة املاک قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یحملہ الیوم اربعة ویوم القیامة ثمانیة وقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ان اقدامهم لفی الارض السابعة وان مناکبهم لخارجة من السموات
علیهم العرش قال ابن زید الاربعة قال بلغنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال لما خلقهم اللہ قال تدرون لم خلقتکم قالوا خلقتنا ربنا لما تشاء قال لهم
تحملون عرشی ثم قال سلونی من القوة ما شئتم اجعلها فیکم فقال واحد منهم
قد کان عرش ربنا علی الماء فاجعل فی قوة الماء قال قد جعلت فیک قوة
الماء وقال آخر اجعل فی قوة السموات قال قد جعلت فیک قوة السموات وقال آخر
اجعل فی قوة الارض قال قد جعلت فیک قوة الارض والجبال وقال آخر اجعل فی
قوة الریاح قال قد جعلت فیک قوة الریاح ثم قال احملوا فوضعوا العرش
علی کواهلهم فلم یزولوا قال فجاء علم آخر وانما کان علمهم الذی سالوه
القوة فقال لهم قولوا لا حول ولا قوة الا باللہ فقالوا لا حول ولا قوة الا باللہ
فجعل اللہ فیهم من الحول والقوة ما لم یبلغه علمهم فحملوا یعنی فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اٹھانے والے عرش کے آجکل چار فرشتے ہیں اور قیامت
کے دن آٹھ ہوں گے اور فرمایا کہ ان کے پیر ساتویں زمین میں ہیں اور ان کے کندھے
ساتویں آسمان سے باہر نکلے ہوئے ہیں ان پر عرش ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان
ہے کہ جب خداوند تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا تو فرمایا کہ تم جانتے ہو میں نے تم کو کیوں پیدا کیا
ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ یا رب جو خدمت تو ہم سے لینی چاہتا ہے اسی کے لئے پیدا کیا ہے
فرمایا کہ میں نے اپنا عرش اٹھانے کے لئے تم کو بنایا ہے۔ اب جتنی چاہو مجھ سے طاقت مانگ لو
میں دینے کے لئے تیار ہوں۔ پس ان چاروں میں سے ایک نے تو کہا کہ ہمارے رب
کا عرش پہلے پانی پر تھا پس یا اللہ مجھ کو پانی جتنی طاقت دیدے۔ فرمایا جا میں نے
تجھ کو پانی کی طاقت دیدی۔ دوسرے نے کہا کہ یا اللہ مجھ کو آسمانوں جتنی قوت دیدے۔
فرمایا جا میں نے تجھ کو آسمانوں کی قوت عطا کی۔ تیسرے نے کہا یا اللہ مجھ کو زمین کی قوت
عطا فرما۔ فرمایا میں نے تجھ کو زمین اور پہاڑوں جتنی طاقت دی۔ چوتھے نے کہا یا اللہ میرے
اندر ہوا کی طاقت بھر دے۔ فرمایا میں نے تجھ کو ہوا کی طاقت دی۔ پھر فرمایا کہ اٹھاؤ۔ پس
حکم ہوتے ہی انہوں نے عرش عظیم کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ پس جتنی جتنی طاقت کا انکو علم تھا

له ابن جریر میں یہ لفظ ابن زید ہے۔ یہ تفسیر جامع البیان ابن جریر کے حوالہ سے جو ابو زید لکھا
ہے وہ سہو کاتب یا کسی کی تحریف معلوم ہوتی ہے ۱۲ منہ

ہر ایک نے اپنے اپنے مبلغ علم کے مطابق انتہا درجہ کی قوت کا سوال کیا اور اپنے خدمت میں
کوئی کسر باقی نہ چھوڑی مگر اس علام الغیوب کے علم میں ایک اور طاقت کا وجود تھا جس کے
پڑھنے سے خداوند تعالیٰ نے ان کے اندر اتنی طاقت پیدا کر دی کہ جو ان کے علم سے باہر
تھی۔ فرمایا پڑھو لا حول ولا قوۃ الا باللہ

مفتی، ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار (آمین)

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ شوال [illegible] مطابق ماہ دسمبر [illegible] جلد [illegible] نمبر ۱۰

سوال (۲۳۳) رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے اور بلا فاتحہ پڑھے کوئی نماز ہی
نہیں ہوتی۔ کیا جواب ہے؟ (سائل مولانا خضر الدین صاحب ضلع [illegible])

جواب (۲۳۳) مسئلہ علی العموم تو یہی ہے کہ بلا قرأت فاتحہ نماز نہیں ہوتی مگر تعمیم کے
بعد تخصیص بھی ہوا کرتی ہے لہذا رکوع کی رکعت بوجہ دیگر ادلۂ شرعیہ و احادیث صحیحہ اس سے
مخصوص ہے چنانچہ عون المعبود شرح ابی داؤد وغیرہ میں اس کی مفصل و مشرح بحث موجود
ہے نیز علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی [illegible] حسین ہے
ص ۱۴۶ پر رقم طراز ہیں [illegible] من ادرک مع الامام رکعة قبل ان یقیم صلبه
فقد ادرکها ان هذا الذی ادخل مع الامام الذی لم یتمکن من قرأة الفاتحة فقد
ادرک الرکعة بمجرد ادراکه له راکعا [illegible] ان مثل هذه الحالة مخصصة
من عموم ایجاب قرأة الفاتحة فی کل رکعة [illegible]
المؤتم اذا وصل والامام راکع وکبر [illegible] قبل ان یقیم الامام صلبه فقد صار مدرکا
لتلک الرکعة وان لم یقرأ حرفا من حروف الفاتحة یعنی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا
فرمان ہے کہ جو شخص امام کی پیٹھ سیدھی کرنے سے پہلے پہلے رکوع میں مل گیا اس کی رکعت
ہو گئی۔ اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ امام کے ساتھ رکوع میں داخل ہونے والا
جس نے قرأت فاتحہ [illegible] نہیں پائی رکوع میں مل جاتا ہے اس کی رکعت ہو گئی اور
یہ حالت قرأت فاتحہ کی وجوبیت کی تعمیم سے مخصوص ٹھہری۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اس
حدیث کا ظاہر بلکہ اس کا نص یہی ہے کہ مقتدی جب [illegible] حالت میں ہے کہ
امام رکوع میں ہو اور امام کی پیٹھ سیدھی کرنے سے پہلے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جھک جائے
تو یقیناً اس کی رکعت ہو گئی اگرچہ اس نے سورہ فاتحہ کا ایک حرف بھی اس رکعت
میں نہ پڑھا ہو۔ کیونکہ [illegible] آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے حالت قیام میں
ہے نہ کہ حالت رکوع میں۔ پس جو شخص حالت قیام میں امام کو پالے اور سورہ فاتحہ نہ پڑھے
اس کی نماز بموجب حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب وغیرہ احادیث صحیحہ
کے نہ ہوگی۔ جو شخص رکوع میں امام کو ملا اور اب یہ حالت بدل گئی اس حالت میں اس پر قرأت

واجب نہیں بلکہ حدیث اِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ اور فَلْيَصْنَعْ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ کی رو سے رکوع میں جھکنا واجب ہے فَلَوْ تَوَقَّفَ الْمُؤْتَمُّ عَنِ الرُّكُوعِ بَعْدَ رُكُوعِ الْإِمَامِ وَأَخَذَ يَقْرَأُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ لَكَانَ مُخَالِفًا لِهٰذَا الْأَمْرِ ایسی حالت میں اگر مقتدی کھڑا رہا اور سورہ فاتحہ پڑھ کر پھر رکوع میں گیا تو اس نے حدیث مذکورہ بالا کی مخالفت کر کے ایک جرم کا ارتکاب کیا۔ پس یہ حکم کہ رکوع میں ملنے سے رکعت ہو جاتی ہے اور بلا فاتحہ پڑھے کوئی نماز نہیں ہوتی دو حالتوں پر مبنی ہے یعنی جو شخص حالت قیام میں بلا بیشک اس کی نماز بلا فاتحہ ہرگز نہ ہوگی اور جو حالت رکوع میں ملے اس کی رکعت ہو جائے گی (کَمَا هُوَ مُبَيَّنٌ فِي مَوْضِعِهِ)

بعض لوگ حدیث فاتحہ اور حدیث رکعت رکوع میں بظاہر تعارض دیکھ کر ایک کا انکار یا اور ایک کا اقرار کرتے ہیں جو ہرگز درست نہیں بلکہ ہر دو احادیث اپنے اپنے محل پر قابل تعمیل و تسلیم ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ زید کہتا ہے ظہر عصر کی نماز بغیر چار رکعت پڑھے نہیں ہوتی اور پھر کہتا ہے کہ دو رکعت پڑھنے سے بھی ہو جاتی ہے تو زید کا یہ کہنا دو حالتوں اور دو شخصوں پر محمول و مبنی ہے یعنی مقیم کی نہیں ہوتی اور مسافر کی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بلا فاتحہ نماز نہیں ہوتی اور رکوع میں ملنے سے ہو جاتی ہے یعنی قیام میں ملنے والے کی نہیں ہوتی اور رکوع میں ملنے والے کی ہو جاتی ہے فَلَا تَعَارُضَ بَيْنَ الْأَدِلَّةِ وَلَا تَنَاقُضَ فِيهَا فَافْهَمْ وَتَدَبَّرْ۔ نیز علامہ شوکانی نے نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار جلد ۳ کے ص۳۱ میں مدرک رکوع کا مدرک رکعت ہونا جمہور علماء سے ثابت کیا ہے حَيْثُ قَالَ الْمُرَادُ بِهَا هٰهُنَا الرُّكُوعُ وَكَذٰلِكَ قَوْلُهُ فِي حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلٰوةِ فَيَكُونُ مُدْرِكُ الْإِمَامِ رَاكِعًا مُدْرِكًا لِتِلْكَ الرَّكْعَةِ وَإِلٰى ذٰلِكَ ذَهَبَ الْجُمْهُورُ۔

نیز علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری فتح الباری کے پ ۲ ص۲۵۶ میں باوجود مدعی فرضیت فاتحہ ہونے کے صاف الفاظ میں رقمطراز ہیں اِنَّ الْمَسْبُوْقَ يُدْرِكُ الرَّكْعَةَ بِتَمَامِهَا بِإِدْرَاكِ الرُّكُوْعِ یعنی رکوع میں ملنے سے پوری رکعت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح علامہ امام نووی شارح صحیح مسلم بھی باوجود ادعاء فرضیت فاتحہ کے مدرک رکوع سے فرضیت فاتحہ کو ساقط بتاتے ہیں چنانچہ صحیح مسلم مطبوعہ انصاری کے ص۱۳۵ میں مرقوم ہے فَإِنَّهَا (أَيْ قِرَاءَةُ الْفَاتِحَةِ) تَسْقُطُ عَنِ الْمَسْبُوْقِ إِذَا أَدْرَكَ الْإِمَامَ رَاكِعًا

سوال (۲۳۴) کسی شخص کی ظہر یا مغرب کی نماز قضا ہوگئی اور ادا نماز عصر یا عشاء کی جماعت شروع ہوگئی۔ اب وہ شخص کیا کرے جماعت میں شامل ہو جائے یا اپنی فوتی نماز شروع کرے یا بیٹھا رہے
(سائل مذکور)

جواب (۲۳۴) اس کو چاہئے کہ اپنی فوت شدہ نماز کے ارادہ سے جماعت میں شامل ہو جائے بعدہ وقتیہ نماز پڑھے کیونکہ عند الشرع امام و ماموم کی نیت کا اختلاف

مضر نہیں جیسا کہ حدیث معاذؓ سے ثابت ہے (ملاحظہ ہو صحیح بخاری پ ۳)

سوال (۲۳۵) کسی شخص کی ایک یا دو یا تین وقت کی نمازیں فوت ہوگئیں۔ اب وہ ان نمازوں کو کس طرح ادا کرے آئندہ نماز کے ساتھ یا اپنے اپنے وقت کے ساتھ اور عصر و فجر اگر قضا ہو جائے تو اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہے؟ (سائل فوق الذکر)

قضا نمازوں کے ادا کرنے کا طریقہ

جواب (۲۳۵) جس شخص کی کئی نمازیں بوجہ عذر شرعی کے فوت ہو جائیں وہ ان کو بالترتیب ادا کرے چنانچہ جامع ترمذی و سنن نسائی میں بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ اِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ شَغَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَرْبَعِ صَلَوَاتٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ الْحَدِيْث۔ یعنی خندق والے دن مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازوں سے مشغول کر دیا تھا۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں قَالَ حُبِسْنَا يَوْمَ الْخَنْدَقِ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى كَانَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ بِهَوِيٍّ[1] مِنَ اللَّيْلِ كُفِيْنَا وَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا قَالَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا فَأَقَامَ الظُّهْرَ فَصَلَّاهَا فَأَحْسَنَ صَلٰوتَهَا كَمَا كَانَ يُصَلِّيْهَا فِيْ وَقْتِهَا ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْعَصْرَ فَصَلَّاهَا فَأَحْسَنَ صَلٰوتَهَا كَمَا كَانَ يُصَلِّيْهَا فِيْ وَقْتِهَا ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ فَصَلَّاهَا كَذٰلِكَ الْحَدِيْث رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَأَخْرَجَ نَحْوَهُ مَالِكٌ فِي الْمُؤَطَّا یعنی خندق والے دن بوجہ مقابلہ کفار کے جاری کئی نمازیں رہ گئیں مغرب کے بعد جب خاصی رات گذر گئی تو ہمیں اطمینان حاصل ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو بلایا۔ انہوں نے ظہر کی نماز کی تکبیر کہی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باطمینان نماز ادا کی جس طرح ہمیشہ اس کو اس کے وقت پر پڑھا کرتے تھے۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم سے عصر کی تکبیر کہی۔ آپ نے عصر کی نماز بھی نہایت احسن طریق سے ادا کی۔ پھر آپ نے مغرب کی تکبیر کہلوائی اور اس کو بھی اسی طرح ادا کیا۔ تحت حدیث ہذا نیل الاوطار جلد اول ص۳۳۰ میں رِجَالُ إِسْنَادِهِ رِجَالُ الصَّحِيْحِ لکھنے کے بعد مرقوم ہے وَالْحَدِيْثُ أَيْضًا يَدُلُّ عَلَى التَّرْتِيْبِ بَيْنَ الْفَوَائِتِ الْمَقْضِيَّةِ یعنی یہ حدیث دلیل ہے اس امر پر کہ فوت شدہ نمازوں کو ترتیب وار ادا کرنا چاہئے۔ نیز صحیح بخاری و صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں خندق والے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس شکایت لیکر آنا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلے عصر کی نماز بعدہٗ مغرب کی نماز پڑھنا یعنی فوت شدہ نمازوں کو ترتیب وار ادا کرنا ثابت ہے۔ اسی حدیث پر امام شوکانی

[1] الهوى بفتح الهاء وكسر الواو وتشديد الياء مثل دة السقوط والمراد بعد دخول طائفة من الليل ۱۲ نيل

لکھتے ہیں وقد استدل بہذا الحدیث علی وجوب الترتیب بین الفوائت المؤقتہ (نیل ج ۱ ص ۳۲۹) الغرض شخص مذکور کی جتنی نمازیں فوت ہو گئی ہیں ان میں سے پہلی نماز کو پہلے ادا کرے اور بعد کی نماز کو بعد میں پڑھے کذا فی البعض

ہاں جن لوگوں کی فوت شدہ نمازیں کچھ جہری اور کچھ سری ہوں جیسا کہ یوم خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام کی تھیں اور وہ ان کو با جماعت ادا کرنا چاہیں تو جہری کو جہر سے اور سری کو آہستہ پڑھیں جیسا کہ حدیث مندرجہ بالا میں لفظ کما کان یصلیہا فی وقتہا دال ہے۔ نیز مسند احمد و صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فی قصۃ نومہم عن صلوۃ الفجر قال ثم اذن بلال بالصلوۃ فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین ثم صلی الغداۃ فصنع کما یصنع کل یوم نیل الاوطار ص ۳۲۸ میں تحت حدیث ہذا مرقوم ہے فیہ اشارۃ الی ان صفۃ قضاء الفائتۃ کصفۃ اداءہا الی قولہ ویؤخذ منہ ایضا انہ یجہر فی الصبح المقضیۃ بعد طلوع الشمس ولہذا قال المصنف رحمہ اللہ وفیہ ... علی الجہر فی قضاء الفجر نہارا انتہی یعنی حدیث ہذا سے ثابت ہے کہ فوت شدہ نماز پڑھنے کا حکم ایسا ہی ہے جیسا کہ ادا پڑھنے کا حکم ہے۔ فجر کی فوت شدہ نماز دن میں با جماعت پڑھنے کا اتفاق ہو تو اس میں جہر سے قرات کرے۔

سوال (۲۳۵) فرض نماز میں تکبیر کہنا واجب ہے یا سنت اور عورتوں کے لئے کیا حکم ہے ان کو تکبیر کہنی ضروری ہے یا نہیں؟ (سائل مذکور الصدر)

جواب (۲۳۶) نماز کے لئے اذان و اقامت یعنی تکبیر اشعار اسلام اور واجب ہے انکی تاکید اکثر ادلہ شرعیہ سے ثابت ہے الا ما خص الشارع من صلوۃ العید وغیرہا بغیر عذر شرعی کے اذان ترک کرنی چاہیے نہ تکبیر کیونکہ حدیث میں تارک اذان و اقامت کے استحواذ شیطان کی وعید شدید ثابت ہے چنانچہ منتقی الاخبار مطبع فاروقی کے ص ۴۱ میں ہے عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من ثلاثۃ لا یؤذن ولا تقام فیہم الصلوۃ الا استحوذ علیہم الشیطان رواہ احمد وابو داؤد والنسائی وابن حبان والحاکم وقال صحیح الاسناد ولکن لفظ ابی داؤد ما من ثلاثۃ فی قریۃ ولا بدو لا تقام فیہم الصلوۃ الا قد استحوذ علیہم الشیطان فعلیک بالجماعۃ فانما یاکل الذئب القاصیۃ المعجبۃ یعنی ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کہیں تین آدمی بھی ہوں اور ان میں نماز کے لئے اذان اور تکبیر نہ کہی جاتی ہو تو غالب ہو جاتا ہے ان پر شیطان۔ یہ حدیث مسند احمد و ابو داؤد و ابن حبان و مستدرک حاکم میں بسند صحیح موجود ہے اکثر علماء نے حدیث ہذا سے وجوب اذان و اقامت پر استدلال کیا ہے چنانچہ نیل الاوطار چھاپہ مصری جلد اول کے

ص ۲۲۲ میں تحت حدیث مندرجہ بالا مرقوم ہے احتج بہ علی وجوب الاذان والاقامۃ لان الترک الذی ہو نوع من استحواذ الشیطان یجب تجنبہ والی ذلک ذہب العترۃ وعطاء واحمد بن حنبل ومالک والاصطخری وحکاہ فی البحر ومجاہد والاوزاعی وداؤد لکن فی شرح الکرمانی یعنی یہ حدیث دلیل ہے کہ نماز کے لئے اذان و اقامت کا واجب ہے اور یہی مذہب ہے اکثر عترت اور عطاء اور امام احمد بن حنبل اور امام مالک اور اصطخری کا۔ اسی طرح لکھا ہے بحر میں اور ترمذی کی شرح میں ہے مجاہد اور امام اوزاعی اور داؤد کا بھی یہی مذہب ہے۔

اسی طرح بلاغ المبین جلد اول کے ص ۱۶۱ میں مرقوم ہے۔ نیز فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۳ ص ۳۳ میں ہے قال الخطابی فیہ ان الاذان شعار الاسلام وانہ لا یجوز ترکہ یعنی اذان اسلامی شعار ہے بلا عذر اس کا ترک جائز نہیں۔ عورتوں پر اذان اور تکبیر نہیں جیسا کہ سنن بیہقی میں بروایت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بسند صحیح بایں الفاظ موجود ہے لیس علی النساء اذان ولا اقامۃ وقد رواہ البیہقی ... عن اسماء مرفوعا کذا فی النیل ج ۱ ص ۳۳ فقط

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفر لہ ولوالدیہ الغفار آمین ورحم اللہ من قال آمینا

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۵۶ھ مطابق ... جلد ۹ نمبر ۱)

سوال (۲۳۷) ہندہ کی شادی قبل البلوغ ہوئی تھی۔ بعد البلوغ ہندہ اپنی شادی پر راضی نہیں اور زوج کے اصرار پر عیسائی ہو گئی۔ بدیں وجہ حاکم وقت نے نکاح اسلامی فسخ کر دیا۔ کچھ ایام کے بعد ہندہ تائب ہو کر مسلمان ہو گئی بعدہ اس کا زوج اپنے یہاں لانے اور بی بی بنانے کی کوشش میں ہے لیکن ہندہ اس پر راضی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ فی زمانہ جو حاکم فسخ نکاح کرتے ہیں وہ فسخ حقیقی ہے یا نہیں اور جو نکاح کہ قبل بلوغ اس کے ولی نے کیا تھا وہ نکاح بعد بلوغ ہندہ کی ناراضگی پر فسخ ہو گا یا نہیں؟

(سائل مولانا شمس الدین احمد صاحب ... پوری)

جواب (۲۳۷) ہندہ کا مذہب اسلام کو ترک کر کے عیسائی ہو جانا بدترین جرم ہے اس سے اسلام ہی نے روکا اگر حاکم شرعی نکاح فسخ کر دیتا تو بھی ہو جاتا۔ اسلام ایک بڑا صحیح مذہب ہے جس میں تحفظ حقوق انسانی کے متعلق بڑے بڑے قوانین موجود ہیں۔ ہندہ کو مسئلہ خیار بلوغ کی وجہ سے اپنا حالت نابالغی کا نکاح ناخوشی سے فسخ کرنے کا شرعا حق حاصل ہے جس پر حدیث مندرجہ ذیل دال ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان جاریۃ بکرا اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ان اباہا زوجہا وہی کارہۃ فخیرہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ احمد وابو داؤد وابن ماجہ یعنی حضرت ابن عباس سے ... ایک لڑکی نے حاضر ہو کر استغاثہ

دائر کیا کہ میرے باپ نے میرا نکاح کر دیا ہے اور میں اُس نکاح سے ناراض و ناخوش ہوں۔ پس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کو فسخ نکاح کا اختیار دیدیا۔ سبل السلام میں تحت حدیث ہذا مرقوم ہے کہ فَكَانَهُ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنْتِ كَارِهَةً فَاَنْتِ بِالْخِيَارِ۔ نیز ایک اور واقعہ میں فَرَدَّ نِكَاحَ اَبِيْهَا کے الفاظ بھی وارد ہیں۔ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لڑکی کی درخواست پر باپ کا کیا ہوا نکاح رد کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ حاکم شرع کا کسی شرعی وجہ سے نکاح فسخ کر دینا حقیقی فسخ ہے وَالْبَسْطُ فِي الْمُطَوَّلَاتِ

سوال (۲۳۸) بچہ کے عقیقہ میں بھیڑ بکری ہی ذبح کرنی چاہیئے یا گائے بیل بھی جائز ہے جواب مدلل ہو اور دو بکروں کی جگہ ایک بکرا اور ایک بیل جائز ہے یا نہیں؟

سائل (مولانا) خضر الدین (صاحب) از کھولا ہاٹی رنگپور

جواب (۲۳۸) عقیقہ میں شرعاً بھیڑ، بکری، اونٹ، گائے جائز و درست ہے۔ ہر شخص حسب توفیق و حسب حیثیت اس امر مسنون کو ادا کر سکتا ہے۔ دو بکروں کی بجائے ایک بکرا اور ایک گائے یا بیل کی ممانعت پر بھی کوئی دلیل نہیں۔ بعض لوگوں کا بجز غنم کے دیگر حیوانات ماکول اللحم کو (صرف اس وجہ سے کہ اُن کے نزدیک بکری کے سوا کوئی دوسری چیز احادیث میں مذکور نہیں) ناکافی سمجھنا اور لَا يَجْزِئُ غَيْرُهَا کہہ دینا غلط ہے جیسا کہ علامہ ابن المنذر و بوشنجی و بندنیجی وغیرہ بعض شوافع سے منقول ہے کیونکہ احادیث میں شاۃ اور غنم کا مذکور ہونا اجزائے غیر کے منافی نہیں چہ جائیکہ غیر شاۃ و غیر غنم بھی منصوص و مذکور ہو تو پھر لَا يَجْزِئُ غَيْرُهَا کہہ کر عدم اجزائے غیر کا دعویٰ کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے گو افضل و ارجح بوجہ کثرت ذکر کے بھیڑ، بکری، دنبہ ہی ہے مگر گائے بیل وغیرہ کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ نیل الاوطار ص۲۷ جلد ۴ میں ہے وَاَمَّا الْاَفْضَلُ عِنْدَهٗ فَالْكَبْشُ مِثْلُ الْاُضْحِيَةِ كَمَا تَقَدَّمَ وَالْجُمْهُوْرُ عَلٰى اِجْزَاءِ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَيَدُلُّ عَلَيْهِ مَا عِنْدَ الطَّبْرَانِيِّ وَاَبِي الشَّيْخِ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا بِلَفْظِ يُعَقُّ عَنْهُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ یعنی جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ عقیقہ میں گائے، بکری، جائز ہے اور جمہور کا یہ مذہب بلا دلیل نہیں بلکہ طبرانی اور ابو الشیخ اصبہانی کی وہ روایت جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے اس کی صریح دلیل ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بچہ کی طرف سے عقیقہ کیا جائے۔ اونٹ سے اور گائے سے اور بکری سے کذا فی فتح الباری شرح صحیح بخاری پ۲۲ ص۲۸۰۔

نیز مولوی ابو القاسم محمد عبد الغنی اپنی کتاب تذکرۃ الحسنیٰ کے ص۸ میں تحریر کرتے ہیں کہ: عقیقہ میں گائے اور شتر بھی جائز ہے اور ساتواں حصہ گائے کا مثل ایک بکری کے ہے۔ اگر مثلاً تین بیٹے اور ایک بیٹی کا عقیقہ ساتھ کرنا چاہیں تو ایک شتر یا گائے کفایت کرتا ہے

کیونکہ تین بیٹے کے چھ جانور، اور بیٹی کا ایک تو اب سات ہوئے اور ایک شتر یا گائے حکم سات بکری کا رکھتا ہے انتہی۔

نیز مولوی محمود حسن صاحب حنفی دیوبندی کے شاگرد نے اپنے رسالہ "فتاویٰ محمدی" کے ص۵ میں لکھا ہے اگر ایک گائے میں چھ شخص قربانی کی نیت سے شریک ہوں اور ساتواں شخص اپنے بچہ کے عقیقہ کے لئے شریک ہو جائے تو جائز ہے۔

سوال (۲۳۹) عقیقہ میں ایک گائے یا بیل ایک ہی بچہ کی طرف سے ہو سکتی ہے یا زیادہ کی طرف سے بھی؟

سائل اللہ دیا صاحب دہلوی

جواب (۲۳۹) اس کا جواب مندرجہ بالا جواب میں ضمناً بیان ہو چکا ہے۔ نیل الاوطار ص۲۷ جلد ۴ میں مرقوم ہے وَذَكَرَ الرَّافِعِيُّ اَنَّهٗ يَجُوْزُ اشْتِرَاكُ سَبْعَةٍ فِي الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ كَمَا فِي الْاُضْحِيَةِ وَلَعَلَّ مَنْ جَوَّزَ اشْتِرَاكَ عَشَرَةٍ هُنَاكَ يُجَوِّزُهُ هُنَا یعنی سات اور دس حصوں کا اشتراک جیسے قربانی کے اونٹ اور گائے میں جائز ہے ایسا ہی عقیقہ میں جائز ہے نیز فتح الباری میں بایں الفاظ موجود ہے وَذَكَرَ الرَّافِعِيُّ بَحْثًا اَنَّهَا تَتَأَدّٰى بِالسَّبْعِ كَمَا فِي الْاُضْحِيَةِ فقط

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار آمین ثم آمین۔

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ صفر ۱۳۵۸ھ مطابق اپریل ۱۹۳۹ء جلد ۱۹ نمبر ۲)

سوال (۲۴۰) عقیقہ کی قربانی کے شرائط مثل شرائط اضحیہ کے ہیں یا نہیں؟

سائل مولانا خضر الدین صاحب رنگپوری

جواب (۲۴۰) عقیقہ کے جانور کے لئے وہ شرائط جو قربانی کے جانور کیلئے احادیث میں معین و مذکور ہیں میری نظر سے کسی حدیث میں نہیں گذرے۔ صرف مؤطا امام مالک کے ص۱۸۶ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا عندیہ درج ہے جس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اچھی بات ہے۔ عقیقہ کا جانور بھی مثل جانور قربانی کے ہو وہ بھی بطور افضلیت کے نہ بطور شرط کے کیونکہ اگر عقیقہ و اضحیہ میں من کل الوجوہ مساوات شرط ہوتی تو ضرور احادیث میں مذکور ہوتی یا محدثین اپنی تبویب میں صراحۃً یا اشارۃً بیان کرتے۔ بالفرض اگر عقیقہ کو مشروط بشرائط اضحیہ بجانب خود قرار دیا بھی جائے تو آیت شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ کے مستحق ہونے کے علاوہ اَلدِّيْنُ يُسْرٌ اور مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ وغیرہ ادلہ شرعیہ و قوانین نبویہ کا خلاف لازم آتا ہے۔ گو بعض احناف نے لکھا ہے کہ عقیقہ کے جانور میں سب شرطیں وہی ہیں جو قربانی کے جانور میں ہیں) ملاحظہ ہو فتاویٰ محمدی مع شرح دیوبندی مطبوعہ افضل المطابع دہلی، مگر یہ لکھنا بلا دلیل و بلا سند ہے اور اظہر من الشمس ہے کہ ہر دعویٰ بلا دلیل معطل و بیکار ہوا کرتا ہے۔ احادیث میں جس قدر تشریع کیا گیا ہے شاۃ اور

ے حدیث کی رو سے شتر یعنی اونٹ دس بکری کا حکم رکھتا ہے کما ہو لیس بخفی علی قاری الکتب و السنہ ۱۲ منہ

شاتین یا کبش اور کبشین ہی کا لفظ آتا ہے۔ اسی واسطے نیل الاوطار جلد ۴ میں مرقوم ہے وَقَدِ اسْتُدِلَّ بِإِطْلَاقِ الشَّاتَيْنِ عَلٰى عَدَمِ الْإِشْتِرَاطِ وَهُوَ الْحَقُّ لٰكِنْ لَا لِهٰذَا الْإِطْلَاقِ بَلْ لِعَدَمِ وُرُوْدِ مَا يَدُلُّ هٰهُنَا عَلٰى تِلْكَ الشُّرُوْطِ وَالْعُيُوْبِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي الْأُضْحِيَّةِ وَهِيَ أَحْكَامٌ شَرْعِيَّةٌ لَا تَثْبُتُ بِدُوْنِ دَلِيْلٍ وَقَالَ الْمَهْدِيُّ فِي الْبَحْرِ مَسْئَلَةُ الْإِمَامِ يَعْنِي وَيُجْزِئُ عَنْهَا مَا يُجْزِئُ عَنِ الْأُضْحِيَّةِ بَدَنَةٌ أَوْ بَقَرَةٌ أَوْ شَاةٌ یعنی عقیقہ کیلئے احادیث میں اطلاق شاۃ کا عدم اشتراط پر دال ہے اور یہی بات حق ہے کیونکہ شرائط اور عیوب قربانی کو عقیقہ کے لئے لازم کرنے میں کوئی دلیل وارد نہیں ہوئی اور احکام شرعیہ بلا دلیل محض رائے قیاس سے ثابت نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح فتح الباری شرح صحیح بخاری ۲۲ پ میں مسطور ہے حیث قال۔ وَاسْتُدِلَّ بِإِطْلَاقِ الشَّاةِ وَالشَّاتَيْنِ عَلٰى أَنَّهُ لَا يُشْتَرَطُ فِي الْعَقِيْقَةِ مَا يُشْتَرَطُ فِي الْأُضْحِيَّةِ وَفِيْهِ وَجْهَانِ لِلشَّافِعِيَّةِ وَأَصَحُّهُمَا يُشْتَرَطُ وَهُوَ بِالْقِيَاسِ لَا بِالْخَبَرِ یعنی عقیقہ کے جانور کے لئے وہ شرط نہیں ہے جو قربانی کے جانور کے لئے ہے کہ کان کٹا یا سینگ ٹوٹا وغیرہ نہ ہو۔ شافعی مذہب والے اپنے قیاس سے شرط لگاتے ہیں۔ کوئی دلیل ان کے پاس نہیں۔ نیز سبل السلام شرح بلوغ المرام جلد ثانی میں مرقوم ہے وَفِي إِطْلَاقِ لَفْظِ الشَّاةِ دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّهُ لَا يُشْتَرَطُ فِيْهَا مَا يُشْتَرَطُ فِي الْأُضْحِيَّةِ وَمَنِ اشْتَرَطَهَا فَبِالْقِيَاسِ یعنی عقیقہ کے لئے وہ شرطیں نہیں ہیں جو قربانی کیلئے ہیں۔ اور شرط لگانے والے کے پاس قیاس ہی قیاس ہے کوئی شرعی دلیل نہیں۔ ۔۔۔ فتاویٰ نذیریہ جلد ثانی کے صفحہ ۔۔۔ میں مسطور ہے جن جن عیوب سے جانور قربانی کا ۔۔۔ یعنی پاک ہونا ضروری ہے جس کی تفصیل گذر چکی ان سے جانور عقیقہ کا ۔۔۔ ضروری نہیں کیونکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔ بعدہ وجہ نیل الاوطار والی روایت استدلالاً پیش کی ہے جس پر مولانا محمد یٰسین صاحب رحیم آبادی۔ مولانا حمید اللہ صاحب میرٹھی مولانا محمد طاہر صاحب سلہٹی۔ مولانا محمد عبید اللہ صاحب مصنف تحفۃ الہند۔ مولانا حفیظ اللہ صاحب و مولانا عبد الرحمٰن صاحب مبارکپوری و والدی ماجدی و مرشدی الی اللہ التواب مولانا ابو محمد عبد الوہاب غفر اللہ لہ وَلَهُ الْأَجْرُ وَالثَّوَابُ فِي يَوْمِ الْحِسَابِ۔ محی السنۃ قامع الشرک والبدعۃ حضرت العلام مولانا نذیر حسین أعظم اللہ أجره النعم وغیرہ ۔۔۔ کی مواہیر و دستخط ثبت ہیں۔

سوال (۲۴۱) محرم عورتیں یعنی ماں بہن دادی نانی، ساس وغیرہ سے سلام مصافحہ وغیرہ جائز ہے یا نہیں۔ (سائل موصوف)

جواب (۲۴۱) سلام کلام ممتنع نہیں۔ مصافحہ و معانقہ کہیں صراحۃً ثابت نہیں مَنِ ادَّعٰى خِلَافَهٗ فَعَلَيْهِ الْبَيَانُ بِالْبُرْهَانِ۔

سوال (۲۴۲) چند مسبوقین متفرق جگہ میں متفرق حالت یعنی کسی کو ایک رکعت پڑھنی ہے

اور کسی کو دو رکعت۔ اُن مسبوقین میں سے ایک شخص یا دو شخص خود ساختہ امام ایک ہی ساتھ تکبیر بلند کیا۔ باقی مسبوقین میں سے کسی نے کسی کی اقتدا کی اور کسی نے کسی کی اقتدا کی اور امام کو دو رکعت پڑھنی ہیں اور مقتدی کو ایک رکعت اس طرح متفرق جگہ میں قسم بقسم کی تبدیل و تغیر کے ساتھ نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ (سائل مولانا مذکور)

جواب (۲۴۲) نفس مسئلہ یعنی مسبوق کی امامت کتب حدیث میں ثابت و موجود ہے مگر ہیئت کذائیہ ثابت نہیں امام ایک ہونا چاہئے اور جس شخص کی ایک رکعت باقی ہو اسکو دو رکعت والے کی اقتدا جائز نہیں کیونکہ ایسے شخص کی اقتدا کرنے والے کی نماز میں اختلاف لازم آئے گا یعنی بجائے دو کے تین اور تین کی چار اور چار کی پانچ رکعتیں ہو جائیں گی جو ہرگز درست نہیں۔

سوال (۲۴۳) صدقہ فطر دھان یا چاول سے دینا جائز درست ہے یا نہیں؟ (سائل فوق الذکر)

جواب (۲۴۳) فضیلت تو اسی میں ہے کہ اشیاء معینہ فی الحدیث سے دے ورنہ جیسے اشیاء مذکورہ فی الحدیث کی قیمت دے سکتا ہے ایسے ہی اگر کسی نے اس کے موازی کوئی غلہ مثل دھان چاول وغیرہ سے بنا بریں حدیث صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ وَاِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ اپنی سہولت اور آسانی کے لئے دے دیا تو کچھ شریعت نے منع بھی نہیں کیا۔

سوال (۲۴۴) یہ رواج ہو چلا ہے کہ ماہ ربیع الاول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں محفلیں ترتیب دی جاتی ہیں اور شیرینی وغیرہ اہل محفل کو تقسیم کی جاتی ہے اور اس کا نام عید میلاد النبی قرار دیا گیا ہے۔ شرعاً یہ فعل کیسا ہے؟ (سائل محمد عبد الکریم محمدی کندکوری مدرس مدرسہ محمدیہ صوبہ مدراس)

جواب (۲۴۴) ربیع الاول وغیرہ میں محفل میلاد مروجہ کا انعقاد بعض وجوہات کی بنا پر صریح بدعت اور قیام تعظیمی وغیرہ کی وجہ سے شرک ہے۔ عید میلاد النبی کے جلسے کرنا، یوم النبی وغیرہ کے نام سے ایام ولادت کی تعظیم و تکریم کرنا ان میں خلاف شرع افعال کا بجا لانا احداث فی الدین کے علاوہ غیر قوموں ———— کے ساتھ مشابہت کرنا ہے۔ حدیث میں ہے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ یعنی جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بروایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً موجود ہے مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ یعنی دین میں نئے کام نکالنے والا مردود ہے بایں وجہ عید میلاد النبی وغیرہ کا وجود از منہ خیر القرون میں عمل میں نہیں آیا باوجودیکہ صحابہ قرون ثلاثہ غایت درجہ کے محب رسول و عاشق نبی و طالب خیر تھے۔ قَالَ ابْنُ الْحَاجِّ فِي الْمَدْخَلِ وَمِنْ جُمْلَةِ مَا أَحْدَثُوْهُ مِنَ الْبِدَعِ مَعَ اعْتِقَادِهِمْ أَنَّ ذٰلِكَ مِنْ أَكْبَرِ الْعِبَادَاتِ

وَاظْهَارِ الشَّعَائِرِ مَا يَفْعَلُوْنَهٗ فِيْ شَهْرِ الرَّبِيْعِ الْاَوَّلِ مِنَ الْمَوْلِدِ وَقَدِ احْتَوٰى ذٰلِكَ عَلٰى بِدَعٍ وَمُحَرَّمَاتٍ اِنْتَهٰى یعنی علامہ ابن حاج اپنی کتاب مدخل میں رقمطراز ہیں کہ ان بدعتیوں نے بہت سی باتیں دین میں بغرض عبادت وشعار اسلام بجانب خود ایجاد کی ہوئی ہیں منجملہ انکے ربیع الاول کے مہینے میں محفل میلاد کا انعقاد بھی ہے جو بہت سی بدعتوں اور محرمات کو شامل ہے وَقَالَ تَاجُ الدِّيْنِ الْفَاكِهَانِيُّ فِيْ رِسَالَتِهٖ لَا اَعْلَمُ لِهٰذَا الْمَوْلِدِ اَصْلًا فِيْ كِتَابٍ وَّ سُنَّةٍ وَلَا يُنْقَلُ عَمَلُهٗ عَنْ اَحَدٍ مِّنْ عُلَمَآءِ الْاُمَّةِ الَّذِيْنَ هُمُ الْقُدْوَةُ فِي الدِّيْنِ الْمُتَمَسِّكُوْنَ بِاٰثَارِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ بَلْ هُوَ بِدْعَةٌ اَحْدَثَهَا الْبَطَّالُوْنَ وَشَهْوَةُ نَفْسٍ اعْتَنٰى بِهَا الْاَكَّالُوْنَ اِنْتَهٰى یعنی علامہ تاج الدین فاکہانی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں اس مولود مروجہ کا ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں اور نہ امت کے علماء متقدمین سے اس کا عمل منقول ہوا ہے بلکہ یہ تو بدعت ہے جسے لوگوں اور خواہشات نفسانی کے مقلدوں نے صرف اپنے کھانے پینے کے لئے اسے نکالا ہے اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔

(مفتی ابو محمد کفء دالعمر)

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ مطابق مئی ۱۹۳۹ء جلد ۱۹ نمبر ۲)

سوال (۲۴۵) ایسے اجتماع میں جن میں کسی قسم کا مذہبی تعلق نہ ہو جیسے پہلوانوں کے دنگل کرکٹ میچ فٹ بال کے مقابلے، فوجوں کی قواعد اور نمائش جس میں کہ مختلف اقسام کی اشیاء جمع کر کے بتلائی جاتی ہیں مسلمانوں کو دیکھنے جائز ہیں یا نہیں۔

سائل مولوی عبدالکریم صاحب صوبہ مدراس

جواب (۲۴۵) عموماً ایسے اجتماع لہو ولعب، کھیل کود تماشوں کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں جن میں ڈھول ڈھکے باجے گاجے وغیرہ بھی ضرور ہوتے ہیں جو شرعاً ممنوع ہیں لہٰذا ان میں شرکت کرنا ٹھیک نہیں۔ ہاں بعض مقامات میں جو ممنوعات شرعیہ سے مبرا ہوں کسی دینی یا تجارتی غرض سے اس وقت جا سکتا ہے جب کہ اسکا جانا نماز روزے وغیرہ امور دینیہ میں غفلت کا باعث نہ ہو اور وہاں جا کر کسی گناہ کا مرتکب نہ ہونا پڑے واللہ اعلم۔

سوال (۲۴۶) سرمایہ نقد ہوتے ہوئے اور بکثرت شادی میں رسومات مثلاً رتجگا، ڈومنی کا گانا یا ناچنے والی عورت کو اجرت دیکر ناچ گانا وغیرہ کرانا کہاں تک صحیح ہے۔ دیگر ایسی صورت کے ہوتے ہوئے اہلحدیث کو دعوت کھانا اور کسی رسوم میں شامل ہونا کیسا ہے اور کس طرح شریک ہو بذریعہ صحیفہ اہلحدیث ارشاد فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(سائل حبیب اللہ جالندھری راجہ کوٹھی)

جواب (۲۴۶) سرمایہ نقد ہو یا نہ ہو جملہ رسومات عند الشرع سخت معیوب وممنوع ہیں

اور کہیں تک بھی صحیح نہیں۔ انہیں کی وجہ سے آج مسلمان تباہ اور برباد ہو رہے ہیں۔ شادی غمی کی رسوماتِ قبیحہ وافعال شنیعہ میں اپنا سینکڑوں روپیہ برباد کر کے جہنم خریدتے ہیں العیاذ باللہ۔ خلاف شرع رسومات میں شریک ہونا بھی ممنوع ہے۔ اگر تبلیغ وغیرہ کی نیت سے جائے تو اور بات ہے۔

سوال (۲۴۷) لوگوں میں مشہور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وجود باوجود کے ساتھ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ اگر روضہ کے قریب کوئی التجا یا درود پڑھا جائے تو حضور بنفس نفیس سنتے ہیں یہ کہاں تک صحیح ہے؟ (سائل مذکور)

جواب (۲۴۷) اہل قبور سے عام اس کے کہ انبیاء ہوں یا اولیاء بغرض جلب منفعت یا دفع مضرت التجا یا فریاد کا کرنا قطعاً حرام اور شرک ہے۔ ہر ایک کی فریاد اور التجاء کا سننے والا وہی اکیلا وحدہ لاشریک لہ ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی ایسی ہی ہے جیسی کہ حدیث میں آئی ہے چنانچہ ابن ماجہ میں ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ یہ معنی ہیں زندگی کے کہ انبیاء علیہم السلام کا جسم اللہ تعالیٰ نے مٹی پر حرام کر دیا ہے ان کو مٹی نہیں کھاتی اور روح ہر ایک کی زندہ ہے فرق اتنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی روح اور جسم دونوں صحیح سالم رہتے ہیں اور اوروں کی صرف روح اور بموجب حدیث رَدَّ اللّٰهُ عَلَىَّ رُوْحِیْ انبیاء علیہم السلام کے جسم میں روح آتی جاتی ہے اور جس طرح کی زندگی اور حیات النبی مولودیے اور بدعتی لوگ سمجھے ہوئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر ہیں اور ہماری کل مرادیں پوری کرتے ہیں اور مجلس مولود میں آپ تشریف لاتے ہیں چنانچہ اسی خیال باطل کے مطابق وہ قیام تعظیمی بجا لاتے ہیں جو قطعاً حرام اور شرک ہے تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح بہتان اور جہنم میں جانے کا سامان ہے کیونکہ قرآن وحدیث سے ہرگز ایسا ثابت نہیں ہاں صرف اتنا کہنا کہ اگر آپ کی قبر پر جا کر درود وسلام پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں بیشک ٹھیک ہے۔

سوال (۲۴۸) احناف میں سے بعض اہل علم میت کے چالیسویں پر قرآن شریف بہ نیت ایصال ثواب پڑھتے ہیں۔ کیا یہ کتاب وسنت اور تعامل صحابہ سے ثابت ہے؟ (سائل فوق الذکر)

جواب (۲۴۸) کتاب وسنت وتعامل صحابہ سے یہ فعل بہیئت کذائیہ بالکل ثابت نہیں تیجہ، دسواں، چالیسواں کرنا کرانا بدعت ہے۔ حدیث شریف میں ہے اِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ یعنی دین میں نئے کاموں سے بچو۔ پس تحقیق ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے

اور بہر نوع گمراہی جہنم رسید کرنے والی ہے

سوال (۲۴۹) اگر کوئی مولوی خطبہ جمعہ یا کسی جلسے میں خلاف حدیث یا قرآن مسئلہ بیان کرے تو کیا سامعین میں سے کوئی اس وقت مقرر کو روک سکتا ہے یا اکیلے کو کہے۔

سائل ماسٹر محمد شریف صاحب کپور تھلوی

جواب (۲۴۹) بغرض اصلاح اسی وقت کہہ سکتا ہے شرعاً کوئی حرج نہیں۔

سوال (۲۵۰) لوگ جو قرآن تلاوت کرتے وقت قرآن مجید کو بوسہ دیتے ہیں درست ہے یا نہیں۔ نیز جلسوں میں جب قرآن پاک پڑھا جاتا ہے تو لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ درست ہے یا نہیں۔

(سائل مذکور)

جواب (۲۵۰) ہر دو فعل ثابت نہیں خلاف سنت و تعامل صحابہ ہیں۔

سوال (۲۵۱) تمونیہ کی بیماری میں ڈاکٹر مریض کو شراب بطور دوا تھوڑی سی پلاتے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں جب کہ شراب سے صحت کا یقین ہو استعمال کرنا جائز ہے۔

سائل فوق الصدر

جواب (۲۵۱) شراب دوا نہیں بلکہ داء (بیماری) ہے اس کا قلیل کثیر استعمال دونوں حرام ہیں۔ حدیث میں ہے مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ یعنی جس چیز کے زیادہ استعمال کرنے سے نشہ آوے اس کا تھوڑا بھی حرام ہے۔ شراب کو بطور دوا کے استعمال کرنا غلط اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت ہے۔ حدیث مرفوع میں موجود ہے إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَ أُمَّتِي فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں میں شفاء نہیں رکھی لہٰذا ایسی اشیاء کو قصداً بطور دوا کے استعمال کرنا اور ان میں صحت کا یقین رکھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔

(مفتی ابو محمد کفاہ الصمد)

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق ماہ جون ۱۹۳۹ء جلد ۱۹ جلد ۴

سوال (۲۵۲) آج کل عورتوں میں عام رواج ہو رہا ہے کہ اپنے سر کے بالوں میں لمبے لمبے پشم کے کلاوے (پچھلے) گوندھتی ہیں کیا یہ جائز ہے

(ماسٹر محمد شریف صاحب کپور تھلوی)

جواب (۲۵۲) عورتوں کو بال منتشر و پراگندہ ہونے کے خوف سے چوٹی میں کوئی معمولی دھجی یعنی موباف باندھنا تو جائز ہے مگر لمبے لمبے کلاوے یا چٹے باندھنا جائز نہیں (ابو داؤد)

مفتی ابو محمد کفاہ الصمد

سوال (۲۵۳) آج کل مشین کمپنیاں سلائی کی مشین یکصد پچیس ۱۲۵ روپے نقد لے کر فروخت کر رہی ہیں۔ ایک شخص وہی مشین ان سے ادھار طلب کرتا ہے اس کو وہ کمپنی یکصد اسی روپے سے فروخت کرتی ہے کیا یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ نیز ایک

شخص کو ہم ایک چیز نقد دام لیکر ایک روپے میں فروخت کرتے ہیں اور دوسرے شخص کو وہی چیز روپے والی اسی وقت بطور ادھار ڈیڑھ روپے میں بتلا کر فروخت کرتے ہیں کیا یہ شرعاً جائز ہے کوئی واقعہ صراحتہً ایسا ہونا چاہئے جس سے جواز یا غیر جواز ثابت ہو۔

سائل حکیم مولوی ابو الصمصام صاحب جھنگوی

جواب (۲۵۳) اگر بائع نقد کی صورت یا ادھار کی صورت کو متعین کر کے فروخت کرے تو یہ بیع شرعاً جائز و درست ہے یعنی بائع بیچنے کے وقت مشتری (خریدار) سے کہے کہ میں تیرے ہاتھ اس چیز کو نقد ایک روپے کی فروخت کرتا ہوں یا یوں کہے کہ اس چیز کو ادھار ڈیڑھ روپے یا دو روپے کی بیچتا ہوں اور مشتری دونوں صورتوں میں سے صورت اول یا ثانی کو منظور کرے اور اسی پر بائع و مشتری کے مابین بات طے ہو جائے تو جائز و درست ہے بعموم الأدلة القاضية بجوازه ولورود النص فيه من السلف اور اگر نقد کی یا ادھار کی صورت بائع و مشتری کے درمیان خاص متعین نہ ہو بلکہ مجمل و مبہم رہے تو اس طرح کی بیع ناجائز و ممنوع ہے چنانچہ جامع ترمذی ہے عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ أَنْ يَقُولَ أَبِيعُكَ هٰذَا الثَّوْبَ بِنَقْدٍ بِعَشَرَةٍ وَبِنَسِيئَةٍ بِعِشْرِينَ وَلَا يُفَارِقُهُ عَلَى أَحَدِ الْبَيْعَيْنِ فَإِذَا فَارَقَهُ عَلَى أَحَدِهِمَا فَلَا بَأْسَ إِذَا كَانَتِ الْعُقْدَةُ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمَا وَعَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَفْقَتَيْنِ فِي صَفْقَةٍ قَالَ سِمَاكٌ هُوَ الرَّجُلُ يَبِيعُ الْبَيْعَ فَيَقُولُ هُوَ بِنَسَاءٍ بِكَذَا وَهُوَ بِنَقْدٍ بِكَذَا وَكَذَا یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع کیا ہے۔ بعض اہل علم نے اس کی تفسیر یہ الفاظ کی ہے کہ (مثلاً) بائع کہے کہ میں تجھ کو یہ کپڑا دس درہم میں نقد دیتا ہوں اور ادھار بیس درہم کا بیچتا ہوں اور خریدار نے دونوں صورتوں میں سے ایک صورت اختیار نہیں کی پس جب ایک صورت متعین ہو جائے اور اسی پر بائع و مشتری کے مابین مفارقت واقع ہو تو جائز و درست ہے۔

نیز يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ الآية بھی بعمومہا اس کے جواز پر دال ہے۔ نیز حدیث ابو ہریرہ مذکورہ بالا کے متعلق علامہ امام شوکانی نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار جلد ۵ ص۱۲۰ میں رقمطراز ہیں فأخرجه أيضا الشافعي ومالك في بلاغاته وحديث ابن مسعود أورده الحافظ في التلخيص وسكت عنه وقال في مجمع الزوائد رجال أحمد ثقات وأخرجه أيضا البزار والطبراني في الكبير

له أخرجه أيضا أحمد والنسائي وصححه الترمذي كذا في النيل ص۱۵۷-۱۲ ه

وَالْاَوْسَطِ وَفِی الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عِنْدَ الدَّارَقُطْنِیِّ وَابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ۔ قَوْلُهٗ مَنْ بَاعَ بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَةٍ ذٰکَرَهٗ الْمُصَنِّفُ عَنْ اَحْمَدَ عَنْهُ وَقَدْ وَافَقَهٗ عَلٰی مِثْلِ ذٰلِکَ الشَّافِعِیُّ فَقَالَ بِاَنْ یَّقُوْلَ بِعْتُکَ بِاَلْفٍ نَقْدًا اَوْ اَلْفَیْنِ اِلٰی سَنَةٍ فَخُذْ اَیَّهُمَا شِئْتَ اَنْتَ وَشِئْتُ اَنَا وَنَقَلَ ابْنُ الرِّفْعَةِ عَنِ الْقَاضِیْ اَنَّ الْمَسْئَلَةَ مَفْرُوْضَةٌ عَلٰی اَنَّهٗ قَبِلَ عَلَی الْاِبْهَامِ اَمَّا لَوْ قَالَ قَبِلْتُ بِاَلْفٍ نَقْدًا اَوْ بِاَلْفَیْنِ بِالنَّسِیْئَةِ صَحَّ خلاصہ عبارت ہذا کا یہی ہے کہ بائع یعنی بیچنے والا یہ کہے کہ میں یہ چیز ایک ہزار کی نقد دیتا ہوں اور ایک سال کے ادھار پر دو ہزار کی دیتا ہوں اور مشتری کہے کہ میں نے یہ چیز ایک ہزار کی نقد لی یا ادھار دو ہزار کی لے لی۔ الغرض دونوں صورتوں اور دونوں قیمتوں میں سے ایک صورت اور ایک قیمت متعین ہو گئی تو یہ بیع صحیح و جائز ہے۔

نیل جلد ۵ صہ۱ میں مرقوم ہے کہ شوافع و احناف اور زید بن علی اور مؤید باللہ اور جمہور علماء جواز کے قائل ہیں۔ آگے چل کر لکھتے ہیں وَالْعِلَّةُ فِیْ تَحْرِیْمِ بَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَةٍ عَدَمُ اسْتِقْرَارِ الثَّمَنِ فِیْ صُوْرَةِ بَیْعِ الشَّیْءِ الْوَاحِدِ بِثَمَنَیْنِ یعنی ایک چیز کو دو بھاؤ کے ساتھ فروخت کرنا اسی وقت حرام و ممنوع ہے جب کہ اس میں استقرار ثمن مفقود ہو اور شے واحد کی دو قیمتیں بتا کر اسکو مبہم چھوڑ دیا جائے جس سے بائع و مشتری کے مابین منازعت و مناقشت پیدا ہو جائے اس سے معلوم ہوا کہ اگر استقرار ثمن کا فقدان نہیں بلکہ وجدان ہو یعنی کسی شے کی دو قیمتوں (نقد و اُدھار) میں سے ایک قیمت بائع و مشتری کے مابین متعین ہو جائے تو جائز ہے وَلَا حَرَجَ فِیْهِ۔ نیز تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی جلد ۲ صہ۲۳۶ میں مرقوم ہے بِاَنْ قَالَ الْبَائِعُ اَبِیْعُکَ هٰذَا الثَّوْبَ بِنَقْدٍ بِعَشَرَةٍ وَبِنَسِیْئَةٍ بِعِشْرِیْنَ فَقَالَ الْمُشْتَرِیْ اشْتَرَیْتُهٗ بِنَقْدٍ بِعَشَرَةٍ ثُمَّ نَقَدَ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ فَقَدْ صَحَّ هٰذَا الْبَیْعُ وَکَذٰلِکَ اِذَا قَالَ الْمُشْتَرِیْ اشْتَرَیْتُهٗ بِنَسِیْئَةٍ بِعِشْرِیْنَ وَفَارَقَ الْبَائِعَ عَلٰی هٰذَا صَحَّ الْبَیْعُ لِاَنَّهٗ لَمْ یُفَارِقْهُ عَلٰی اِبْهَامٍ وَعَدَمِ اسْتِقْرَارِ الثَّمَنِ بَلْ فَارَقَهٗ عَلٰی وَاحِدٍ مُعَیَّنٍ مِّنْهُمَا وَهٰذَا التَّفْسِیْرُ قَدْ رَوَاهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ فِیْ رِوَایَتِهٖ عَنْ سِمَاکٍ الخ۔ مقصد عبارت ہذا کا وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ فتاویٰ نذیریہ جلد ثانی میں بھی مسئلہ ہذا کی توضیح کی گئی ہے۔ اگر مزید بحث مطلوب و منظور ہو تو علامہ امام شوکانی کا رسالہ شفاء الغلل فی حکم زیادۃ الثمن لمجرد الاجل ملاحظہ ہو۔ رسالہ ہذا کے متعلق علامہ موصوف کا خود اپنا قول ہے کہ وَقَدْ جَمَعْنَا رِسَالَةً فِیْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَحَقَّقْنَاهَا تَحْقِیْقًا لَمْ نُسْبَقْ اِلَیْهِ نیز سبل السلام شرح بلوغ المرام جلد ثانی کے صہ۱ میں مرقوم ہے کہ وَعِلَّةُ النَّهْیِ عَلَی الْاَوَّلِ عَدَمُ اسْتِقْرَارِ الثَّمَنِ یعنی بیع ہذا میں ممانعت کی وجہ قیمت کا طے نہ ہونا ہے۔ اسی طرح مسک الختام شرح بلوغ المرام جلد دوم کے صفحہ ۷ میں مسطور ہے کہ ایں بیع فاسد است زیرا کہ در وی ابہام و تعلیق است یعنی ایک بیع میں دو بھاؤ کرنا اس وقت ممنوع و فاسد ہے جب کہ اس میں ابہام و تعلیق ہو اور بائع و مشتری کے مابین ایک بھاؤ ایک قیمت مقرر نہ ہو۔ علت فساد وہی عدم استقرار

ثمن ہے۔ ہاں اگر دونوں قیمتوں میں سے ایک قیمت اُدھار یا نقد کی طے ہو جائے تو بیشک یہ بیع جائز و صحیح ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ و مذہب شافعیہ و حنفیہ و زید بن علی و جمہور جواز بیع باکثر از نرخ آں روز است بنا بر ادلہ قاضیہ بجواز در سبل لفظہ و ہو الظاہر نیز شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب مسوّی شرح موطا صہ۳۴۲ میں باین الفاظ رقمطراز ہیں قُلْتُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ تَفْسِیْرُ الْبَیْعَتَیْنِ فِیْ بَیْعَةٍ عَلٰی وَجْهَیْنِ اَحَدُهُمَا اَنْ یَّقُوْلَ بِعْتُکَ هٰذَا الثَّوْبَ بِعَشَرَةٍ نَقْدًا اَوْ بِعِشْرِیْنَ نَسِیْئَةً اِلٰی سَنَةٍ فَهُوَ فَاسِدٌ عِنْدَ اَکْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ فَاِذَا بَاتَّهٗ عَلٰی اَحَدِ الْاَمْرَیْنِ فِی الْمَجْلِسِ فَهُوَ صَحِیْحٌ لَا خِلَافَ فِیْهِ خلاصہ مطلب عبارت ہذا کا یہ ہے کہ بائع و مشتری کے مابین مجلس بیع میں ایک بات طے ہو جانے سے بیع صحیح ہو جاتی ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

(مفتی) ابو محمد کفاہ الصمد

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ مطابق اپریل ۱۹۴۰ء)

سوال (۲۵۴) کیا شرعاً یہ نام درست ہیں نعمت علی، رحمت علی، برکت علی، امانت علی طفیل محمد، خورشید احمد، فرید بخش، میراں بخش، پیر بخش، عبد النبی، غلام رسول، جالندھر کی طرف مولوی غلام رسول بڑے بھاری عالم و ولی گذرے ہیں بمطابق خیال مردماں علاقہ۔

ماسٹر محمد شریف صاحب کپور تھلوی

جواب (۲۵۴) اسمائے مذکورہ شرعاً نادرست ہیں بعض میں تزکیہ نفس اور بعض میں شرک کی تلطیخ و تلویث ہے بعض صریح شرک ہیں اور بعض مشابہ شرک۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے فَلَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ یعنی تزکیہ نفوس سے بچو۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض صحابہ کے نام محض تزکیہ نفس اور بعض کے شرک فی التسمیہ کی وجہ سے تبدیل کرا دیئے تھے کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی مَاهِرِ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ لَا سِیَّمَا عَلَی الَّذِیْنَ یُطَالِعُوْنَ کُتُبَ التَّوْحِیْدِ وَیَکْرَسُوْنَهَا چنانچہ کتاب دین الخالص ج ۱ صہ۳۶۱ میں موجود ہے فَمَنْ سَمّٰی وَلَدَهٗ بِاسْمٍ فِیْهِ تَزْکِیَةُ النَّفْسِ اَوِ الْاِضَافَةُ اِلٰی غَیْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَقَدْ جَاءَ بِالسَّیِّئَةِ وَابْعُدْ عَنْ مَنَازِلِ التَّوْحِیْدِ وَقَدْ غَیَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْمَاءَ جَمَاعَةٍ مِّنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِیْ اَقَلَّ وَاَدْوَنَ مِنْ هٰذَا کَمَا فِیْ حَدِیْثِ زَیْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَتْ سُمِّیْتُ بَرَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَهْلِ الْبِرِّ مِنْکُمْ سَمُّوْهَا زَیْنَبَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَهٰذَا یَدُلُّ عَلٰی کَرَاهَةِ التَّسْمِیَةِ بِمِثْلِ مُحْیِ الدِّیْنِ وَقُطْبِ الدِّیْنِ وَفَخْرِ الدِّیْنِ وَعَظِیْمِ الدِّیْنِ وَنَحْوِهَا لِوُجُوْدِ التَّزْکِیَةِ فِیْ ذٰلِکَ یعنی جس کسی نے اپنی اولاد کا ایسا نام رکھا جس میں تزکیہ و تقدیس نفس ہو یا غیر اللہ کی طرف مضاف ہو جیسا کہ اسماء مذکورہ فی السوال حضرت علی کی طرف مضاف و منسوب ہیں یا جیسے لطف علی، کرم علی، فیض علی، فیض محمد، ظل عباس، غلام احمد، فیض احمد وغیرہ اسماء

اسموں کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

میں نہ قیں ہیں) پس یقیناً اُس نے گناہ کیا اور توحید کی منزلوں سے دور جا پڑا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اس سے بھی معمولی وجوہات کی بنا پر صحابہ کی ایک جماعت مرد عورتوں کے نام تبدیل کرا دیئے تھے چنانچہ حدیث صحیح مسلم میں ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی دختر زینبؓ سے موجود ہے کہ میرا نام برہ تھا (یعنی نیک بخت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے نفسوں کو پاک کہہ کر اپنے منہ سے میاں مٹھو مت بنو۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ تم میں سے نیک بخت کون ہے اس کا نام زینب رکھو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فخر الدین قطب الدین محی الدین عظیم الدین، شمس الدین، قمر الدین، نجم الدین، غیاث الدین، اللہ دین وغیرہ نام رکھنے بوجہ تزکیہ نفس کے مکروہ ہیں۔ نیز کتاب مذکور کے صـ۳۲۲ میں بعد ذکر الاحادیث الکثیرہ مرقوم ہے وَفِي الْبَابِ أَحَادِيثُ دَالَّةٌ عَلَى أَنَّهُ يَنْبَغِي لِلْمُسْلِمِ أَنْ يُسَمِّيَ أَوْلَادَهُ بِالْأَسْمَاءِ الَّتِي هِيَ أَحَبُّ إِلَى اللهِ تَعَالَى وَأَرْشَدَ إِلَيْهَا رَسُولُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُسَمِّيهِمْ بِمَا فِيهِ التَّزْكِيَةُ أَوِ الْقَبَاحَةُ أَوِ الْإِشْكَالُ وَمَا فِيهِ رَائِحَةُ الشِّرْكِ وَقَدْ غَلَا النَّاسُ فِي الْأَسَامِي إِلَى أَنْ جَعَلُوهَا شِرْكًا خَالِصًا فَسَمَّوُا الْأَوْلَادَ بِعَبْدِ الْحُسَيْنِ وَبِغُلَامِ فُلَانٍ وَمَعْنَى الْغُلَامِ فِي عُرْفِهِمُ الْعَبْدُ فَصَارُوا بِذٰلِكَ مُشْرِكِينَ وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهِ۔ یعنی اکثر احادیث اس امر پر دال ہیں کہ مسلمان کو تو یہی لائق ہے اپنی اولاد کے نام ایسے رکھے جو اللہ عزوجل کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہوں (جیسے عبداللہ و عبدالرحمٰن) اور جن کی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہدایت کی ہو اور ایسے نام قطعاً نہ رکھے جن میں نفس کی پاکی اور بڑائی یا کوئی قباحت واشکال شرعی یا شرکیہ بو پائی جاتی ہو۔ بیشک عوام الناس نے ناموں کے رکھنے میں بہت کچھ غلو انتہا کیا ہوا ہے حتیٰ کہ خالص شرکیہ نام رکھنے لگے مثلاً عبدالحسین اور غلام فلاں اور غلام کے معنے ان کے عرف میں عبد کے ہیں۔ پس ایسے نام رکھنے کی وجہ سے یہ لوگ مشرک ہو گئے اور خداوند تعالیٰ کی کچھ قدر نہ جانی۔

پس عبارت مذکورہ بالا سے صاف عیاں ہے کہ اسماءِ مذکورہ بالا فی السوال ماضیاہا ہا مثلاً عبدالرسول وعبدالنبی وغلام محمد غلام نبی، غلام محی الدین، غلام جیلانی یا لڑکیوں کے نام امۃ الرسول، امۃ الحبیب، غلام فاطمہ، کنیز فاطمہ وغیرہ رکھنے کھانے شرعاً ناجائز و نادرست ہیں اور کسی مولوی عالم صوفی وغیرہ کا ایسا نام رکھنا کوئی حجت شرعیہ نہیں۔ نیز مولانا اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ اپنی کتاب نورِ عرفان "تقویۃ الایمان" میں شرک کی تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اکثر لوگ پیروں کو اور پیغمبروں کو اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت برآئی کے لئے انکی نذر نیاز کرتے ہیں اور بلا کے ٹلنے کے لئے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے کوئی علی بخش کوئی حسین بخش کوئی

پیر بخش کوئی مدار بخش کوئی سالار بخش کوئی غلام محی الدین کوئی غلام معین الدین اور کوئی ان کے جینے کے لئے کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے (جیسے کہ ماہ محرم میں اکثر لوگ بچوں کو سبز رنگ کے کپڑے پہناتے ہیں) کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے۔ کوئی مشکل کے وقت کسی کی دُہائی دیتا ہے۔ کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے غرض کہ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان اولیاء اور انبیاء سے اور اماموں اور شہیدوں سے اور فرشتوں اور پریوں سے کر گذرتے ہیں اور دعوی مسلمانی کا کئے جاتے ہیں سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ۔ سچ فرمایا اللہ صاحب نے سورہ یوسف میں وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ o انتہیٰ بلفظہٖ۔

شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اس قسم کے الفاظ سے مجتنب رہنے کی سخت تاکید کی ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَأَمَتِي كُلُّكُمْ عَبِيدُ اللهِ وَكُلُّ نِسَائِكُمْ إِمَاءُ اللهِ وَلَا يَقُلِ الْعَبْدُ لِسَيِّدِهِ مَوْلَايَ فَإِنَّ مَوْلَاكُمُ اللهُ كَذَا فِي الْمِشْكٰوةِ فِي بَابِ الْأَسَامِي یعنی کوئی شخص اپنے زر خرید غلام اور لونڈی کو بھی عَبْدِي اور أَمَتِي نہ کہے۔ تم سب اللہ ہی کے غلام ہو اور تمہاری تمام عورتیں اللہ ہی کی لونڈیاں ہیں۔

تحت حدیث ہذا تقویۃ الایمان میں مرقوم ہے کہ "عبدالنبی اور بندہ علی اور بندہ حضور اور پرستار خاص اور امرد پرست اور اشنا پرست اور پیر پرست اپنے تئیں کہلوانا اور ہر کسی کو خداوند خدائیگاں داتا کہہ بیٹھنا تو محض بیجا ہے اور نہایت بے ادبی اور ذرا سی بات میں کہنا کہ تم ہماری جان و مال کے مالک ہو۔ ہم تمہارے بس میں ہیں جو چاہو کرو محض جھوٹ ہے اور شرک کی بات۔" نیز کتاب التوحید الذی ہو حق اللہ علی العبید کے صـ۲۹ مطبع فاروقی میں مرقوم ہے قَالَ ابْنُ حَزْمٍ اتَّفَقُوا عَلَى تَحْرِيمِ كُلِّ اسْمٍ مُعَبَّدٍ لِغَيْرِ اللهِ كَعَبْدِ عُمَرَ وَعَبْدِ الْكَعْبَةِ وَمَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ یعنی علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں نے اتفاق کیا ہے ہر اس نام کے حرام ہونے پر جس میں عبدیت غیر اللہ کی پائی جاتی ہو جیسے عبد عمر اور عبدالکعبہ اور جو نام بھی مثل اس کے ہو۔

اسی اشراک فی التسمیہ کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد باری ہے فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور حواؑ کو چنگا بھلا بچہ دیا تو انہوں نے اس کا نام شرکیہ رکھ کر شرک فی التسمیہ کا ارتکاب کر لیا۔ فتح البیان ج۳ صفحہ میں تحت آیت ہذا مرقوم ہے قَالَ كَثِيرٌ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ إِنَّهُ جَاءَ إِبْلِيسُ إِلَى حَوَّاءَ وَقَالَ لَهَا إِنْ وَلَدْتِ وَلَدًا فَسَمِّيهِ بِاسْمِي فَقَالَتْ وَمَا اسْمُكَ قَالَ

الحارث ولو سمّوا لها نفسه لعرفته فسمته عبد الحارث فكان هذا اشراكا في التسمية ولم يكن شركا في العبادة ولكن قصدت بتسميتها الولد بعبد الحارث ان الحارث سبب لنجاة الولد فسماتبتها على ذلك من حيث انها نظرت الى السبب دون المسبب وقد روى هذه الطرق والالفاظ عن جماعة من الصحابة ومن بعدهم ويدل له حديث سمرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لما ولدت حواء طاف بها ابليس وكان لا يعيش لها ولد فقال سميه عبد الحارث فانه يعيش فسمته عبد الحارث فعاش فكان ذلك من وحي الشيطان وامره اخرجه احمد والترمذي وحسنه وابو يعلى وابن جرير وابن ابي حاتم والروياني والطبراني وابو الشيخ والحاكم وصححه وابن مردويه یعنی بہت سے مفسرین سے منقول ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام کے پاس ابلیس آیا اور کہنے لگا کہ اگر اب کی دفعہ تیرا بچہ پیدا ہو تو اس کا نام میرے نام کے ساتھ رکھیو۔ اماں حوا نے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ جواب دیا کہ میرا نام حارث ہے۔ اگر اپنا نام ابلیس بتا دیتا تو پہچان جاتیں۔ پس حوا علیہا السلام نے دھوکہ میں آکر بوجہ محبت پسری کے اس خوف سے کہ کہیں بچہ نہ مرجائے اسکا نام عبد الحارث رکھ دیا اسی وجہ سے اللہ عزوجل نے ڈانٹا کہ صرف سبب کی طرف نظر ڈالی اور مسبب کو نہ دیکھا جس سے شرک فی العبادت تو نہیں مگر شرک فی التسمیہ تو ضرور لازم آگیا۔ یہ الفاظ بطرق متعددہ صحابہ و تابعین کی ایک جماعت سے منقول و مروی ہیں اور حدیث مرفوع بھی بروایت سمرہؓ اس پر دال ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ حوا علیہا السلام کے بچے زندہ نہیں رہتے تھے پیدا ہونے کے بعد مرجاتے تھے ایک دن شیطان نے آکر بہکایا کہ اب کے بچہ پیدا ہو تو اسکا نام عبد الحارث رکھدینا تو وہ زندہ رہے گا۔ روایت کیا اس حدیث کو احمد اور ترمذی نے اور تحسین کی ہے اس کی امام ترمذی نے اور ابو یعلیٰ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، رویانی، طبرانی اور ابو الشیخ و حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے ابن مردویہ نے۔

پس قرآن مجید سے بھی یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ جس نام میں غیر اللہ کی طرف عبدیت و غلامیت کی اضافت ہو وہ نام بوجہ شرکیہ ہونے کے ممنوع و نا مشروع ہے ایسے ناموں کو فوراً بدلدینا چاہیے جیسا کہ حدیث میں الفاظ موجود ہیں عن عائشة قالت ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يغير الاسم القبيح رواه الترمذي یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلاف شرع ناموں کو بدل دیا کرتے تھے۔ نیز تفسیر فتح البیان جلد مذکور کے ص ۲۲۱ میں مرقوم ہے کہ وكان هذا اشراكا منها في التسمية یعنی حوا علیہا السلام کا اپنے بچہ کا نام عبد الحارث رکھنا اور غیر اللہ کی طرف مضاف و منسوب کرنا شرک فی التسمیہ ہے۔

غور طلب امر یہاں یہ ہے کہ جب حوا علیہا السلام کا یہ نام رکھنا شرک ہوا تو ہم تم اپنی اولاد

کے ایسے نام رکھ کر کب شرک سے بچ سکتے ہیں۔ یاد رکھو شرک فی التسمیہ ہو یا شرک فی العبادت شرک فی العادت ہو یا شرک فی العلم شریعت کے نزدیک سب قسمیں شرک کی اقبح القبائح اور کلیۃً قابل احتراز و اجتناب ہیں اعاذنا الله واخلانا من كل اقسام الشرك اصغرها واكبرها آمين يا اله العالمين ○

علامہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ تحت آیت مذکورہ اپنے ترجمہ فارسی میں رقمطراز ہیں "مترجم گوید ایں تصویرات حال آدمی را کہ نزدیک ثقل حمل نیت اخلاص درست کند و چوں فرزند بوجود آید آنرا فراموش سازد و در تسمیہ اشراک کند منطبق بر حال حوا چنانکہ در حدیث صحیح آمدہ کہ حوا حاملہ شد شیطان بدلش وسواس انداخت و چوں فرزند متولد شد نام او عبد الحارث مقرر کرد۔ الی قولہ وازیں جادانستہ شد کہ شرک در تسمیہ نوعیست از شرک چنانکہ اہل زمان ما غلام فلاں وعبد فلاں نام می نہند" یعنی یہ انسان کی حالت ہے کہ جب اس کے ہاں بچہ ہونے کی امید ہوتی ہے اور حمل بوجھل ہوتا ہے تو انسان نہایت خلوص نیت کے ساتھ خداوند تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پھر جب بفضل ایزدی بچہ صحیح سلامت پیدا ہوجاتا ہے تو انسان خدا وغیرہ سب بھول جاتا ہے اور اپنی اولاد کا شرکیہ نام رکھ کر شرک فی التسمیہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے یہی حال حوا علیہا السلام کا ہوا چنانچہ صحیح حدیث میں آچکا ہے کہ جب حوا علیہا السلام حاملہ ہوئیں تو شیطان نے ان کے دل میں وسوسے ڈالے کہ جب بچہ ہو تو اسکا نام عبد الحارث رکھنے سے وہ زندہ رہے گا ورنہ مرجائے گا (حارث شیطان کا نام ہے۔ عبد الحارث کا معنیٰ ہوا شیطان کا غلام) حوا علیہا السلام نے بچہ کی محبت میں آکر اس کے جینے کی امید پر یہی نام رکھ دیا (اسپر اللہ تعالیٰ نے ڈانٹا اور ایسے ناموں کو شرک قرار دیا جن کی اضافت و نسبت غیر اللہ کی طرف ہو) اس واقعہ سے صراحۃً معلوم ہوا کہ شرک فی التسمیہ بھی اقسام شرک میں سے ایک شرک ہے چنانچہ ہمارے زمانہ والے بھی اپنے بچوں کے نام غلام فلاں اور عبد فلاں (مثلاً غلام رسول غلام محمد یا عبد الرسول و عبد النبی) رکھتے ہیں۔

نیز شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بیٹے شاہ عبد القادر صاحب اپنی تفسیر موضح القرآن پ ۹ سورۂ اعراف میں بصفحہ ۱۴۵ و ۱۴۶ آیت فلما تغشاها حملت حملا خفيفا فمرت به فلما اثقلت دعوا الله ربهما لئن اتيتنا صالحا لنكونن من الشاكرين ○ فلما اتاهما صالحا جعلا له شركاء فيما اتاهما فتعالى الله عما يشركون ○ کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں۔ پس جس وقت کہ ڈھانکا اور خلوت کی آدم نے حوا سے۔ حمل پکڑا حوا نے حمل ہلکا کہ نطفہ رحم میں آیا۔ پس آمد و رفت کرتی تھی حوا ساتھ حمل کے۔ پس جب وقت بھاری ہوئی حوا کہ لڑکا پیٹ کا بڑا ہوا۔ دعا مانگی دونوں نے پروردگار اپنے سے کہ البتہ اگر دے گا تو ہم کو بیٹا درست پیدائش ہماری صورت کا۔ البتہ ہو دیں گے ہم شکر کرنے والوں سے۔ پس جب وقت دیا اس

آدم اور حوا کو بیٹا درست بدن مقرر کیا دونوں نے واسطے اللہ کے شریکوں کو بیچ اس چیز کے کر دی اُن دونوں کو کہ نام اس کا عبد الحارث رکھا۔ پس بلند اور پاک ہے اللہ جس چیز سے کہ شریک کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ عبدیت کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا شرک ہے۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو ہر قسم کے شرک سے پناہ دے۔ آمین۔

نیز علامہ شیخ محمد بن عبد الوہاب اعظم اللہ لہ الاجر والثواب اپنی تالیف کتاب التوحید میں بایں الفاظ باب منعقد کرکے کہ بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَلَمَّآ اٰتٰھُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَہٗ شُرَکَآءَ فِیْمَآ اٰتٰھُمَا الْاٰیَۃ حدیث مندرجہ ذیل آیت ہذا کی تفسیر میں لائے ہیں عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِی الْاٰیَۃِ قَالَ فَلَمَّا تَغَشَّاھَا اٰدَمُ حَمَلَتْ فَاَتَاھُمَا اِبْلِیْسُ فَقَالَ اِنِّیْ صَاحِبُکُمَا الَّذِیْ اَخْرَجْتُکُمَا مِنَ الْجَنَّۃِ لَتُطِیْعَنِّیْ اَوْلَاَجْعَلَنَّ لَہٗ قَرْنَیْ اَیِّلٍ فَیَخْرُجُ مِنْ بَطْنِکِ فَیَشُقُّہٗ وَلَاَفْعَلَنَّ وَلَاَفْعَلَنَّ یُخَوِّفُھُمَا سَمِّیَاہُ عَبْدَ الْحَارِثِ فَاَبَیَا اَنْ یُّطِیْعَاہُ فَخَرَجَ مَیِّتًا ثُمَّ حَمَلَتْ فَاَتَاھُمَا فَذَکَرَ لَھُمَا فَاَدْرَکَھُمَا حُبُّ الْوَلَدِ فَسَمَّیَاہُ عَبْدَ الْحَارِثِ فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ جَعَلَا لَہٗ شُرَکَآءَ فِیْمَآ اٰتٰھُمَا رَوَاہُ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَلَہٗ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ عَنْ قَتَادَۃَ قَالَ شُرَکَآءَ فِیْ طَاعَتِہٖ وَلَمْ یَکُنْ فِیْ عِبَادَتِہٖ وَلَہٗ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ عَنْ مُجَاھِدٍ فِیْ قَوْلِہٖ لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا قَالَ اَشْفَقَا اَنْ لَّا یَکُوْنَ اِنْسَانًا وَذَکَرَ مَعْنَاہُ عَنِ الْحَسَنِ وَسَعِیْدٍ وَغَیْرِھِمَا یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت مذکورہ کی تفسیر یوں مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے حوا سے مقاربت کی اور وہ حاملہ ہوگئیں تو شیطان ان کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں تم دونوں کا وہ ساتھی ہوں جس نے تم کو جنت سے نکلوایا۔ یا تو تم میری بات مان لو ورنہ میں اُس لڑکے کے جو تمہارے پیٹ میں ہے بارہ سنگھے کے ایسے دو سینگ پیدا کر دوں گا کہ وہ نکلے گا اور تمہارا پیٹ پھاڑ ڈالے گا اور میں ایسا ضرور کروں گا اور ضرور کروں گا۔ اُن کو ڈرا ڈرا کر کہتا تھا کہ اس کا نام عبد الحارث رکھنا پس دونوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا تو وہ لڑکا پیٹ سے مرا ہوا پیدا ہوا۔ اس کے بعد پھر وہ حاملہ ہوئیں اور وہ آکر پھر ویسا ہی کہنے لگا۔ انہوں نے اس کی بات ماننے سے پھر انکار کر دیا تو دوبارہ پھر مردہ بچہ پیدا ہوا۔ پھر وہ جب تیسری بار حاملہ ہوئیں تو پھر شیطان نے آکر اسی طرح کہنا شروع کیا کہ اس کا نام عبد الحارث رکھو گے زندہ رہے گا ورنہ نہیں۔ پس دونوں نے لڑکے کی محبت کی وجہ سے ہاں کر لی اور اسکا نام عبد الحارث (یعنی شیطان کا بندہ) رکھدیا اسپر اللہ تعالیٰ نے ڈانٹا اور فرمایا دیکھو میری دی ہوئی چیز میں میری مخلوق کو میرا شریک ٹھہرایا۔ یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے اور اسی میں صحیح سند کے ساتھ قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے خدا کی اطاعت میں شریک کیا عبادت میں نہیں (جیسا کہ آیت وَاِنْ اَطَعْتُمُوْھُمْ اِنَّکُمْ لَمُشْرِکُوْنَ ۝ سے شرک فی الطاعت ثابت ہے) اور بسند صحیح

اسی کتاب میں خداوند تعالیٰ کے قول لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا کی تفسیر مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ دونوں ڈر گئے کہ کہیں یہ بچہ غیر انسان نہ ہو۔ اور یہی مطلب بیان کیا ہے حسن اور سعید وغیرہ نے۔

کتاب التوحید میں بعد ایراد حدیث ہذا مرقوم ہے فِیْہِ مَسَائِلُ الْاُوْلٰی تَحْرِیْمُ کُلِّ اسْمٍ مُعَبَّدٍ لِغَیْرِ اللّٰہِ الثَّانِیَۃُ تَفْسِیْرُ الْاٰیَۃِ یعنی حدیث ہذا سے کئی مسائل ثابت ہوئے۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ہر وہ نام جس میں غیر اللہ کی عبدیت پائی جاتی ہو حرام ہے۔ دوسرا آیت کی تفسیر و تشریح — نیز صحیح مسلم میں بروایت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ قومہ میں بعد رکوع کے جو دعا پڑھنی مرفوعاً ثابت ہے اس کے جملہ وَکُلُّنَا لَکَ عَبْدٌ یعنی ہم سب تیرے ہی لونڈی غلام ہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ عبدیت و غلامیت کی نسبت اُسی اکیلے وحدہ لاشریک لہ کی طرف ہونی چاہیے نہ غیر کی طرف چنانچہ والدی ماجدی شیخی وسیدی محی السنہ قامع الشرک والبدعہ حضرت العلامہ مولانا ابو محمد عبد الوہاب صاحب تاب اللہ علیہ التواب وتغمدہ اللہ برحمتہ وجللہ بجلباب رضوانہ وبواہ وسط جنانہ بعظیم اجرہ والثواب فی الیوم الحساب نے اپنی کتاب مستطاب مسمی بہ "ہدایۃ النجم" معروف بہ نماز با معنی میں تحت ترجمہ دعا مذکور کے اپنی قلم حقیقت رقم سے تحریر و تسطیر فرمایا ہے کہ اس دعا سے معلوم ہوا کہ لونڈی غلام کی نسبت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف چاہیے جیسے عبد اللہ غلام اللہ امۃ اللہ، نہ اور کسی کی طرف جیسے عبد النبی، غلام جیلانی، امۃ الحبیب کیونکہ یہ شرک ہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی تحت آیہ جَعَلَا لَہٗ شُرَکَآءَ عبد فلاں و غلام فلاں کو شرک لکھا ہے انتہیٰ بلفظہ

نیز تفسیر احسن التفاسیر مصنفہ علامۂ زمن مولانا احمد حسنؒ کی دوسری منزل پارہ ۹ ص ۳۲۵ میں تحت آیت ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّجَعَلَ مِنْھَا زَوْجَھَا لِیَسْکُنَ اِلَیْھَا الْاٰیَۃ کے مرقوم ہے۔ ان آیتوں میں اللہ پاک نے کفار مکہ کو خطاب کرکے فرمایا ہے کہ اللہ نے تم لوگوں کو ایک جان آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔ اس ذکر سے اصل میں اللہ پاک اپنی نعمتوں اور احسانوں کو جتلاتا ہے جو اس نے اپنے بندوں پر کئے اور بندے اس کی شکر گذاری سے عاجز ہیں۔ فرمایا کہ آدم کو پیدا کرکے پھر ان کی پسلی سے انکی بیوی حوا کو پیدا کیا تاکہ آدم علیہ السلام اور حوا دونوں میں انسیت ہو کیونکہ آدمی کا آدمی کے ساتھ جی لگتا ہے۔ پھر اسمیں بھی یہ بہت بڑی حکمت تھی کہ مرد کے واسطے عورت کو پیدا کیا کہ اس کی نسل کا قائم رکھنا منظور تھا اور جو انسیت مرد کو عورت کے ساتھ ہوتی ہے وہ ایک مرد کو مرد کے ساتھ ہرگز نہیں ہو سکتی۔ یہاں تک تو جنت کا حال تھا۔ پھر جب جنت سے آدم اور حوا روئے زمین پر اتار دئے گئے تو فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام حوا کے ساتھ ہمبستر ہوئے

تو حوا کو حمل رہ گیا اور جب تک حمل کا ابتدائی زمانہ رہا کوئی تکلیف حوا کو نہیں ہوئی نہ چلنے پھرنے میں نہ کھانے پینے میں نہ کام کاج میں۔ ہر ایک کام حسب ضرورت آسانی سے کرلیا کرتی تھیں مگر جوں جوں حمل کا زمانہ زیادہ ہوتا گیا اور حوا کو بوجھ معلوم ہوتا گیا تو ان دونوں نے یہ بات سمجھ لی کہ پیٹ میں نطفہ قائم ہوگیا ہے اور ایک روز ہماری جنس سے بچہ پیدا ہونے والا ہے اسی واسطے دعائیں کرنے لگے کہ یا اللہ اگر تو صالح لڑکا ہمیں دیگا تو ہم بہت شکر گذار ہونگے صالح کے معنی میں بعض مفسروں نے یہ بیان کیا ہے کہ بیٹا مراد ہے۔ خدا سے انہوں نے دعا کی تھی کہ بیٹا دینا بیٹی نہیں۔ اور اکثر مفسروں نے معنے لئے ہیں کہ ہماری ہی جنس سے آدمی پیدا کرنا، کوئی جانور یا اور کوئی شئے نہ ہو اور جو بچہ ہو وہ صحیح سالم۔ آنکھ، ناک، ہاتھ، پیر، کان سب اعضاء اس کے درست ہوں۔ لنگڑا، ٹنڈا، بہرہ، کانا نہ ہو۔ غرض کہ جب اللہ پاک نے ان کی مرضی کے موافق صالح اولاد عنایت کی تو انہوں نے اس بچہ کے نام کے رکھنے میں شرک کی باتیں کیں کہ جب بچہ پیدا نہیں ہوا تھا تو ابلیس نے حوا کے پاس آکر کہا تھا کہ اگر بچہ پیدا ہو تو اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔ حوا نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے۔ ابلیس نے اپنا اصلی اور مشہور نام نہ بتایا کہ پہچان جائیں گے اور اپنا دوسرا نام حارث بتلایا اور کہا کہ اس بچہ کا نام عبد الحارث رکھنا۔ انہوں نے بچہ پیدا ہونے پر یہی نام رکھا۔ اکثر مفسروں نے جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا کی تفسیر یہی کی ہے جو اوپر بیان کی گئی۔ ترمذی، امام احمد، ابی حاتم، طبرانی وغیرہ محدثین نے اس موقع پر سمرہ کی حدیث بیان فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حوا علیہا السلام کا کوئی بچہ زندہ نہ رہتا تھا۔ اس مرتبہ جو حمل رہا تو ابلیس نے آکر کہا کہ اگر اس بچہ کا نام عبد الحارث رکھو گی تو زندہ رہے گا۔

آیت ہذا میں کفار مکہ کی بھی تردید ہے جو اپنے بچوں کے نام خدا کے نام کے سوا اوروں کے نام پر رکھا کرتے تھے جیسے عبد الشمس اور عبد العزیٰ وغیرہ۔ تو یہ نام رکھنا بھی شرک میں داخل ہے۔ شرک کچھ عبادت ہی میں منحصر نہیں اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اللہ پاک ان چیزوں سے بالکل علیحدہ ہے جن کو تم اس کے ساتھ شریک ٹھیراتے ہو۔ سمرہ بن جندب کی حدیث جو اوپر گذری اس کی سند میں ایک راوی عمر بن ابراہیم مصری ہے جسکو بعض علماء نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن ابن معین نے اس کو ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے اسی واسطے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی عمر میں سے چالیس برس حضرت داؤد علیہ السلام کو دیکر پھر اپنے اس اقرار پر جو قائم نہ رہے اس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فرمایا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ حضرت آدم کا اقرار پر قائم نہ رہنا اس بات کا ایک نمونہ تھا کہ ان کی اولاد میں بھی یہ بات پائی جاویگی۔ اس حدیث سے ان مفسروں کے

قول کی تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عبادت میں تو نہیں مگر نام کے رکھنے میں یہ نام کے رکھنے کا شرک شیطان کے بہکانے سے حوا علیہا السلام سے ظہور میں آیا تاکہ بنی آدم میں جو شرک پھیلنے والا ہے اس کا نمونہ حضرت آدم علیہ السلام کو معلوم ہو جائے انتٰی قولہ صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ میں ابن عمرؓ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبد اللہ اور عبد الرحمٰن یہ نام اللہ کو بہت پسند ہیں۔ صحیح مسلم اور ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دوسری حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک لڑکی کا نام عاصیہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام کو بدل کر اس لڑکی کا نام جمیلہ رکھا۔ ان حدیثوں کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے کیونکہ آیتوں اور حدیثوں کو ملا کر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ جن ناموں میں اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا اقرار نکلے وہ نام اللہ کو بہت پسند ہیں اور جس طرح عبد الحارث (عبد النبی، غلام محمد، غلام نبی) جیسے ناموں سے پرہیز کرنا لازم ہے اسی طرح عاصیہ جیسے ناموں کا حال ہے کیونکہ عاصیہ کے معنی گنہگار کے ہیں اور گنہگار کا لفظ شریعت میں ایک مذمت کا لفظ ہے۔ جن ناموں میں دین کی بڑائی اور فوقیت پائی جائے جیسے کسی لڑکی کا نام نیک رکھنا یا جن ناموں میں دنیا کی بڑی فوقیت پائی جائے مثلاً جیسے کسی کا لقب شہنشاہ ٹھیرانا اس طرح کے ناموں کی بھی ممانعت ہے چنانچہ بخاری و مسلم اور ابن ماجہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو روایتیں ہیں ان میں اس طرح کے ناموں کی ممانعت کا ذکر ہے (انتہٰی ما فی احسن التفاسیر ملخصاً۔

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ الغفار (آمین)

(صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ شعبان رمضان ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ مطابق اکتوبر نومبر ۱۹۳۹ء و جنوری ۱۹۴۰ء جلد ۱۹ نمبر ۸ و ۹ و ۱۲)

تمباکو کی کاشت اور تجارت جائز ہے یا نہیں

سوال (۲۵۵) تمباکو، سگریٹ کی تجارت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ نیز تمباکو کی کاشت کے متعلق کیا ہے؟

سائل حکیم مولوی ابو الصمصام صاحب جھنگوی

جواب (۲۵۵) اگر یہ چیزیں مسکر و منشی و مفتر ہیں تو انکی بیع و کاشت قطعاً حرام و ناجائز ہے اگر منشی نہیں تو بھی کراہت سے تو خالی نہیں۔ مسلمانوں کو ایسی اشیاء سے اجتناب ہی بہتر ہے۔

سوال (۲۵۶) آج کل ٹھیکیدار زمین ٹھیکہ پر لیتے ہیں جو کہ فی مربعہ سال کے لئے دو صد یا چار صد روپے مقرر کئے جاتے ہیں۔ نیز معاملہ سرکاری اس کے علاوہ ادا کرتے ہیں ایسی صورت میں جو پیداوار گندم یا کپاس وغیرہ ہوتی ہے اس میں عشر کی کیا صورت ہے۔ آیا رقوم ٹھیکہ و معاملہ پہلے وضع کرنے جاویں بعدہ عشر نکالا جاوے یا پہلے عشر نکالا جاوے؟

(سائل مذکور)

جواب (۲۵۶) تنصیصات کتاب وسنت اور قاعدہ اَلنُّصُوْصُ تُحْمَلُ عَلٰی ظَوَاهِرِهَا سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ عشر پہلے نکالا جائے بعدہ تمام خرچ اخراجات پورے کئے جائیں۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ یعنی جیسے دیگر اموال نقدی روپے پیسے وغیرہ کی زکوٰۃ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ ایک سال گزر جانے پر فرض ہوجاتی ہے۔ اثناء سال میں جو خرچ ہوگیا کھاپی لیا اس میں کچھ نہیں اختتام سال پر جو موجود ہو اس کی زکوٰۃ دی جائے۔ ایسا زمین کا حساب نہیں بلکہ زمین کی پیداوار پر کھیت کٹتے ہی فی الفور زکوٰۃ واجب ہوجاتی ہے چنانچہ حکم ہے "اور دو تم حق اس کا دن کاٹنے اس کے" نیز دوسرے مقام پر ارشاد عالی ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ یعنی اے ایمان والو! خرچ کرو پاکیزہ اس چیز سے کہ کمایا تم نے اور اس چیز سے کہ نکالا ہم نے واسطے تمہارے زمین سے۔

وجہ استدلال آیت ہذا سے یہ ہے کہ زمین سے جتنا غلہ پیدا ہوا ہے سب ما اخرجنا کے اندر داخل ہے۔ جس شخص نے غلہ اٹھالیا اور اس میں سے نصف یا ثلث یا اور کچھ کم وبیش خرچ کرنے کے بعد عشر نکالا تو اس نے آیت ہذا کے خلاف کیا۔ تفسیر فتح البیان فی مقاصد القرآن جلد اول ص۳۵۶ میں تحت آیت ہذا مرقوم ہے وَقَالَ عَلِيٌّ يَعْنِيْ مِنَ الْحَبِّ وَالثَّمَرِ وَكُلِّ شَيْءٍ عَلَيْهِ زَكٰوةٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مِّنَ الثِّمَارِ وَظَاهِرُ الْاٰيَةِ يَدُلُّ عَلٰی وُجُوْبِ الزَّكٰوةِ فِيْ كُلِّ مَا خَرَجَ مِنَ الْاَرْضِ یعنی زمین سے جتنی چیزیں پیدا ہوں حبوب ثمار سب پر زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ ما اخرجنا کے عموم میں داخل ہیں۔ ہاں جن اشیاء مثلاً ٹمن (بھس)، بقول، خضراوات، فواکہات، کھیرے، لکڑی، ساگ پات وغیرہ کو شریعت نے مخصوص ومستثنیٰ کردیا ہے وہ آیت ہذا کے عموم سے خارج ہیں۔ ان کی جنس پر زکوٰۃ نہیں قیمت پر ہے۔ بعض لوگوں نے آیت ہذا سے نفلی صدقہ مراد لیا ہے لیکن ایک جماعت سلف سے صدقہ مفروضہ منقول ہے وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِّنَ السَّلَفِ اِلٰی اَنَّ الْاٰيَةَ فِي الصَّدَقَةِ الْمَفْرُوْضَةِ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی یہی ثابت ہے کہ یہ آیت زکوٰۃ مفروضہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِي الزَّكٰوةِ الْمَفْرُوْضَةِ (فتح البیان ص۲۵۶) نیز موطا امام مالک مطبوعہ مجتبائی کے ص۱۱۹ میں مسطور ہے قَالَ مَالِكٌ وَالْحُبُوْبُ الَّتِيْ فِيْهَا الزَّكٰوةُ الْحِنْطَةُ[1] وَالشَّعِيْرُ[2] وَالسُّلْتُ[3]

[1] قولہ الحنطۃ بالقمح ۱۲ منہ۔ [2] بفتح الشین وتکسر ۱۲ (زرقانی) [3] والسلت بالضم ضرب من الشعیر لیس لہ قشر ویکون فی الغور والحجاز ذکرہ الجوہری ۱۲ محلی وقال ابن فارس ضرب منہ رقیق القشر صغار الحب وقال الازہری حب بین الحنطۃ والشعیر ولا قشر لہ کقشر الشعیر فہو کالحنطۃ فی ملاستہ وکالشعیر فی طبعہ وبرودتہ ۱۲ زرقانی شرح موطا جلد ثانی ص۹۶

فالذرة[1] والدخن[2] والارز[3] والعدس[4] والجلبان[5] واللوبيا[6] والجلجلان[7] وما اشبه ذلك من الحبوب التي تصير طعاما فالزكوة توخذ منها بعد ان تحصد وتصير حبا قال والناس مصدقون في ذلك ويقبل منهم في ذلك ما دفعوا قال يحيى وسئل مالك متى يخرج من الزيتون العشر اقبل النفقة ام بعدها فقال لا ينظر الى النفقة ولكن يسئل عنه اهله كما يسئل اهل الطعام عن الطعام الخ یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام دار الہجرت فرماتے ہیں جن غلہ جات میں زکوٰۃ وعشر فرض ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں گیہوں جو، پیغمبری جو (جو برہنہ)، جوار، ارزن یعنی چینا وکنگنی، برنج یعنی چاول، مسور، ماش، نوبیہ، تل اور مانند ان کے باجرہ، مونگ، ارہر، چنا، مٹر وغیرہ جن پر طعام کا اطلاق آسکتا ہو ان سب کی زکوٰۃ بعد کاٹنے، گاہنے صاف کرنے اٹھانے کے لی جائے گی اور اس بارے میں زمیندار کا اعتبار کیا جائیگا جتنا وزن غلہ کا وہ اپنی دیانت وامانت وآخرت کو مد نظر رکھ کر بتائیں اسی وزن کے حساب سے مصدق، عامل، تحصیلدار کو چاہیئے کہ زکوٰۃ لے۔ بیجا کرید وبحث نہ کرے یحییٰ فرماتے ہیں کہ امام مالک رح سے دریافت کیا گیا کہ زیتون (وغیرہ) کی زکوٰۃ خرچ اخراجات (معاملہ وغیرہ) ادا کرنے سے پہلے نکالی جائے یا بعد۔ پس جواباً فرمایا کہ نہ مہلت دیجائے طرف نفقہ کے لیکن دریافت کیا جائے اس کے اہل سے جیسا کہ دریافت کیا جاتا ہے اہل طعام سے اور تصدیق کئے جائیں وہ یعنی جتنی پیداوار وہ اپنی ایمانداری سے بتائیں اسکی زکوٰۃ لے لی جائے۔

نیز امام مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب موطا شرح مسوی کے ص۲۱۳ میں باین الفاظ باب منعقد فرمایا ہے بَابُ تُؤْخَذُ الزَّكٰوةُ مِنَ الزَّرْعِ وَالنَّخِيْلِ عِنْدَ الْحَصَادِ الخ قَالَ مَالِكٌ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ اِنَّ ذٰلِكَ الزَّكٰوةُ یعنی آیت ہذا

[1] بذال معجمہ حب معروف ۱۲۔ [2] بمہملہ فمعجمہ حب معروف واحدۃ دخنۃ ۱۲ [3] بزنۃ قفل وفی لغۃ بضم الراء للاتباع واخری بضم المہملۃ والراء وشد الزاء والرابعۃ فتح الہمزۃ مع التشدید والخامسۃ رز بلا ہمزۃ کقفل ۱۲ [4] بفتحتین ۱۲ [5] بالضم نوعے از حبوب چوں ماش ویقال لہ الخلر ۱۲ صراح۔ وفی القاموس الجلبان ویخفف وفیہ ایضا الخلر کسکر نبات او الفول او الماش۔ وفی الزرقانی بضم الجیم واسکان اللام وحکی فتحہا مخففۃ حب من القطانی ۱۲۔ [6] نبات معروف مذکر یمد ویقصر ۱۲۔ [7] کنجد یعنی السمسم فی قشرہ ۱۲ صراح۔ وفی القاموس الجلجلان بالضم الکزبرۃ وحب السمسم۔ وفی شرح الموطا للزرقانی الجلجلان بجیمین مضمومتین بعد کل جیم لام السمسم فی قشرہ قبل ان یحصد۔ قال الباجی فذکر عشرۃ وزاد فی المختصر ابن عبد الحکم الترمس والفول والحمص والبسیلۃ وتاکد جماعۃ من اصحابہ العلس وذلک داخل فی قولہ وما اشبہ ذلک من الحبوب ۱۲ منہ

میں حق سے مراد زکوٰۃ ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب مصفی شرح فارسی موطا میں تحت اب مندرجہ بالا رقمطراز ہیں مترجم گوید رضی اللہ عنہ وارضاہ واجب می شود ادا رزکوٰۃ نزدیک حصاد یعنی دَرودن وجائز می شود ادا رزکوٰۃ نزدیک بدوِ صلاح واشتداد حب زیراکہ خرص دریں صورت مشروع شدہ است وبخرص بزمہ مالک مقرر می شود یعنی کھیتیوں کی کٹائی اٹھائی کے وقت زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اسی واسطے پھلوں کی پختگی وظہور صلاحیت کے وقت ان کا اندازہ کرنا بغرض وصولی زکوٰۃ مشروع وجائز ہے اور اسی انداز کے مطابق مالک کے ذمہ زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے مقصد یہ کہ اگر رقوم معاملہ وخرچہ وغیرہ کی ادائیگی کے بعد زکوٰۃ لینے کا حکم ہوتا تو شریعت ان چیزوں کے بعد خرص یعنی اندازہ کرنے کا حکم دیتی۔ واذلیس فلیس ہاں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اتنی رعایت ثابت ہے کہ جو زمین چاہی نہری ہو یعنی اس کا آبیانہ ادا کرنا پڑتا ہو۔ اس میں نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے اور جو زمین بارانی ہو یعنی اس پر پانی وغیرہ کا خرچ نہیں آتا اس میں عشر (دسواں حصہ) ہے بنا بریں حدیث ہذا اگر کہا جائے تو غالباً بعید از صواب نہ ہوگا کہ جس زمین کا معاملہ سرکاری بھرنا پڑتا ہو اس میں سے بوجہ کثرت نفقہ کے نصف عشر دیدیا جائے اگرچہ وہ بارانی ہی ہو کیونکہ زمین چاہی میں خرچ ہی کی وجہ سے نصف عشر مقرر کیا گیا ہے

سوال (۲۵۷) عَنْ عَمَّارٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ طُوْلَ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ مِّنْ فِقْهِهٖ فَاَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَاَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ واقعی خطبہ نماز سے چھوٹا ہونا چاہیے اگر خطبہ چھوٹا ہوگا تو وَيُذَكِّرُ النَّاسَ پر کیسے عمل ہو سکے گا۔ ہاں خالی عربی خطبہ بیان کرنے سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

(سائل مذکور الصدر)

جواب (۲۵۷) شرعاً خطبہ سامعین کی مادری زبان میں ہی ہونا چاہیے حدیث وَيُذَكِّرُ النَّاسَ کا یہی مقصد ومنشا ہے۔ حدیث مندرجہ فی السوال کا یہ مقصد نہیں کہ خطبہ جمعہ صلوٰۃ جمعہ قصیر ہو یا صلوٰۃ جمعہ خطبہ جمعہ سے طویل ہو۔ یہ مقصد لینا خود تعامل نبوی وتعامل صحابہ کے خلاف ہے۔ اس سوال کا جواب مکمل مگر مختصر "صحیفہ اہلحدیث" بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ جلد ۳ نمبر ۴ میں شائع ہو چکا ہے وہاں ملاحظہ ہو۔

سوال (۲۵۸) اذان عثمانی اب بھی دے سکتے ہیں یا نہیں۔ اذان عثمانی در مسجد کو بدعت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

(سائل فوق الذکر)

جواب (۲۵۸) اذان عثمانی اپنی علت وہیئت کے ساتھ اب بھی درست ہے اندر مسجد کے اندر خطیب کی آمد کے قبل اذان کہلوانا اذان عثمانی نہیں بلکہ اذان مروانی و

بدعی ہے۔ اگر مسئلہ ہذا کی مفصل ومدلل بحث دیکھنی منظور ہو تو دفتر صحیفہ اہلحدیث سے رسالہ اقامة الحجة على ان النداء الثالث يوم الجمعة فى المسجد بدعة منگوا کر ملاحظہ کریں فقط

(مفتی) ابو محمد عبدالستار غفر اللہ لہ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ آمین)

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ مطابق اپریل ۱۹۴۰ء جلد ۲۰ نمبر ۳

سوال (۲۵۹) زید کی نرینہ اولاد بالکل نہیں سب لڑکیاں ہیں۔ زید نے عمرو کے لڑکے سے کہا کہ تم میرے ہاں رہ کر گذران کرو۔ میں تمہیں گھر داماد رکھ لوں گا اور اپنی بڑی لڑکی ہندہ سے نکاح کر دوں گا۔ اس شرط پر عمرو کا لڑکا بکر راضی ہو کر زید کے ہاں کھاتا تا رہا چند ماہ کے بعد شادی کا بندوبست کر کے مجلس نکاح مسجد میں منعقد کی۔ جماعت کے لوگ حاضر ہوئے۔ شادی کی مجلس میں لوگوں کا جو لین دین کا دستور تھا وہ زید سے طلب کیا گیا۔ زید نے دینے سے انکار کر دیا تب لوگوں نے جواب دیا کہ تم داماد کی کمائی کھاتے ہو اور دستوری روپیہ نہیں دے سکتے۔ اتنے میں سب لوگ چلے گئے۔ باقی مسجد کا امام اور دوسرے گاؤں کے ایک مولوی صاحب اور جماعت کے چودہ پندرہ آدمی اور دولھا کی طرف سے دس بارہ آدمی تھے ان کے سامنے نکاح پڑھا گیا۔ اس وقت ہندہ کی عمر نو دس سال کی تھی۔ شادی کے بعد بکر زید کے گھر میں تین سال رہا۔ بعدہ زید اور بکر کے مابین تنازع ہو گیا اور زید نے سخت غصہ ہو کر اپنے داماد بکر کو گھر سے نکال دیا اور یہ اعلان کر دیا کہ میری لڑکی سے اس کا نکاح نہیں ہوا بالکل انکار کر دیا۔ اب چند روز کے بعد زید نے اپنی لڑکی ہندہ کا جبراً دوسری جگہ نکاح کر دیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح ثانی شریعت محمدیہ کی رو سے درست ہوا ہے یا نہیں؟

(سائل ابو البرکات مولوی مفیض الدین صاحب رنگپوری)

جواب (۲۵۹) عند الشرع نکاح اول صحیح اور نکاح ثانی باطل ہے۔ ہاں اگر ہندہ اپنے باپ کے کئے ہوئے نکاح سے ناراض تھی تو بعد بلوغ اسے فسخ نکاح کا حق حاصل تھا امیر قوم کے پاس درخواست کر کے بذریعہ فسخ یا خلع نکاح سے علیحدہ ہو کر نکاح ثانی کر سکتی تھی واذلیس فلیس۔

سوال (۲۶۰) عشرہ اولی ذی الحج میں بالوں میں کنگھی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل مولوی ابو الصمصام صاحب جھنگوی

جواب (۲۶۰) عشرہ ذی الحج میں کنگھی وغسل وغیرہ کی ممانعت کسی حدیث میں میری نگاہ سے نہیں گذری۔ حدیث میں اتنا ہی آتا ہے کہ جب عشرہ ذی الحجہ داخل ہو اور جس شخص کا ارادہ قربانی کا ہو تو فَلَا يَاْخُذَنَّ شَعْرًا وَّلَا يَقْلِمَنَّ ظُفْرًا وہ بال نہ لے نہ ناخن ترشے یعنی

حجامت وغیرہ نہ کرائے۔ اگر بال منتشر و پراگندہ ہوں تو کنگھی وغیرہ کرنے میں کوئی قباحت نہیں قصداً بال نہ توڑے نہ کٹوائے نہ منڈوائے۔ شرح صحیح مسلم میں تحت حدیث ہذا امام نووی رقمطراز ہیں وَالْمُرَادُ بِالنَّهْيِ عَنْ أَخْذِ الظُّفُرِ بِقَلْمٍ أَوْ كَسْرٍ أَوْ غَيْرِهِ وَالْمَنْعُ مِنْ إِزَالَةِ الشَّعْرِ بِحَلْقٍ أَوْ تَقْصِيرٍ أَوْ نَتْفٍ أَوْ إِحْرَاقٍ أَوْ أَخْذِهِ بِنُورَةٍ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ وَسَوَاءٌ شَعْرُ الْإِبِطِ وَالشَّارِبِ وَالْعَانَةِ وَالرَّأْسِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ شُعُوْرِ بَدَنِهٖ یعنی ممانعت سے مراد ناخن کا کترنا یا توڑنا اور بالوں کا منڈوانا یا کتروانا یا اکھیڑنا یا جلانا یا بال صفا صابن وغیرہ استعمال کرکے صفائی کرنا ہے اور یہ ممانعت بغل کے بالوں اور مونچھوں اور زیر ناف کے بالوں اور سر وغیرہ سب کو شامل ہے۔ مزید تصحیہ عشرہ ذی الحجہ میں امور مذکورہ کا خیال رکھے بذریعہ صور تہائے مسطورہ ازالہ شعر و ظفر نہ کرے۔ معلوم ہوا کہ اگر غسل کرنے میں یا ترجیل راس و تسریح لحیہ میں بذریعہ کنگھی وغیرہ بلا قصد کوئی بال ٹوٹ جاوے تو کوئی مضائقہ نہیں یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ یسروا ولا تعسروا۔ لَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا شَدَّدَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ اَلدِّيْنُ يُسْرٌ وغیرہ آیات و احادیث بعمومہا اس پر دال ہیں۔ نیز مولانا حمید اللہ صاحب سراوے والوں نے بھی اپنی کتاب خطبات التوحید کے ص۱۴۱ میں حدیث مندرجہ بالا کا یہی ترجمہ کیا ہے کہ وہ شخص دسویں تاریخ تک اپنے بال اور جلد کو حجامت وغیرہ کی غرض سے نہ چھیڑے اور ایک روایت میں صریح لفظ آئے ہیں کہ ایک بھی بال نہ کٹائے اور ایک ناخن بھی نہ ترشوائے خط کشیدہ عبارت سے صاف عیاں ہے کہ بغرض ترجیل بالوں کو چھیڑنا ممنوع نہیں۔

سوال (۲۶۱) ایک شخص نے کسی سے ایک من گیہوں بونے کے لئے لی اس شرط پر کہ بعد پیدا ہونے کے سوا من دیدوں گا گویا چھ مہینے کے بعد تو کیا اس صورت کو سودی کہینگے اور کن کن صورتوں پر سود عائد ہوگا۔

(سائل حکیم حافظ اعجاز الدین صاحب مالک اعجازی دواخانہ یونانی ضلع میرٹھ)

جواب (۲۶۱) صورت مسئولہ بیاجی وسودی ہے جو ممنوع و حرام ہے۔ حدیث ابو سعید خدری میں مرفوعاً موجود ہے اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ أَرْبٰى الْآخِذُ وَالْمُعْطِيْ فِيْهِ سَوَاءٌ (رواہ مسلم) یعنی سونا بدلے سونے کے اور چاندی بدلے چاندی کے اور گیہوں بدلے گیہوں کے اور جو بدلے جو کے اور کھجور بدلے کھجور کے اور نمک بدلے نمک کے مانند ساتھ مانند کے ہاتھ بہ ہاتھ بیچنا درست ہے۔ پس جس نے زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا اس نے معاملہ بیاج کا کیا لینے والا اور دینے والا دونوں گناہ میں برابر ہیں پس معلوم ہوا کہ ایک من گندم کے بدلے سوا من یا ڈیڑھ من لینا عین ربا ہے جس سے اجتناب کلی ہر

شخص پر فرض ہے۔

سوال (۲۶۲) جناب نے بیان فرمایا ہے ماہ ربیع الاول ۵۹ھ کے رسالہ میں ص۱۵ سوال ۵۴۹ کے جواب میں کہ کھیتی کی زکوٰۃ کھیت کٹتے ہی دیجائے بخلاف روپے کی زکوٰۃ کے کہ اس میں سال گزرنے پر دیجائے۔ کیا جو مالک نصاب نہیں جیسا کہ روپے کی زکوٰۃ سال گزرنے پر دیجائے گی تو مقروض کے پاس تو سال گزرنے تک روپیہ رہنے کا ہی نہیں اور کھیتی کی کھیت کٹتے ہی دی جائے گی تو کیا مقروض شخص کو بھی کھیتی کی زکوٰۃ دینی ہوگی اور کوئی شخص زمیندار جو چار آنہ فی بیگہ سال اور غیر زمیندار ۲ و ۳ و ۴ و ۵ اور اس سے بھی زائد لگان (خراج) ادا کرتے ہیں کیا سب کو دسواں حصہ زکوٰۃ دینی ہوگی۔

(سائل مذکور)

جواب (۲۶۲) جو شخص صاحب نصاب نہیں اس پر زکوٰۃ بھی نہیں۔ جس مقروض کے پاس سال گزرنے تک روپیہ نہیں رہا بلکہ اس نے قبل از اختتام سال دائن کو سب روپیہ ادا کر دیا اسی طرح تمام غلہ قرض خواہ کو دیدیا اور اس کے ملک میں زکوٰۃ کے قابل نہیں بچا تو ایسے شخص پر زکوٰۃ نہیں۔ ہاں جو مدیون دائن کو روپیہ وغیرہ ابھی نہ دے اپنے پاس رکھے اور زکوٰۃ کا وقت آجائے تو برابر اس کی زکوٰۃ دینی ہوگی جیسے لوگوں کا قرض واجب الادا ہے اس سے کئی درجہ زیادہ زکوٰۃ اللہ کا قرض ہے فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ نیز ہر زمین کی پیداوار میں عشر یا نصف عشر (جیسی صورت ہو) لازم و فرض ہے بشرطیکہ مالک پیداوار مسلمان ہو اور پیداوار نصاب کو پہنچ جائے خواہ زمین خراجی ہو یا عشری اور خواہ زمین مالک پیداوار کی مملوک ہو یا نہ ہو یعنی مالک پیداوار زمیندار ہو یا غیر زمیندار بہر صورت عشر یا نصف عشر لازم ہے کیونکہ ادلہ وجوب عشر و نصف عشر عام ہیں کما قال تعالیٰ أَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَفِيْمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ (متفق علیہ)

الغرض زمین کا خراج، لگان، معاملہ، محصول، آبیانہ ادا کرنا پڑتا ہو یا نہ پڑتا ہو ہر حالت میں زکوٰۃ واجب ہے صرف فرق اتنا ہے کہ جس زمین پر آبیانہ وغیرہ کا خرچ کافی پڑتا ہے اس میں نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے اور جس پر خرچ وغیرہ نہیں آتا اس میں عشر (دسواں حصہ) ہے۔ جو لوگ زمین کے لگان خراج وغیرہ کی وجہ سے وجوب زکوٰۃ کے قائل نہیں ان کا قول غلط و باطل ہے لأنه قد صح عن عمر بن عبد العزيز أنه قال لمن قال إنما على الخراج الخراج على الأرض والعشر على الحب أخرجه البيهقي من طريق يحيى بن آدم في الخراج له وفيها عن الزهري لم يزل المسلمون على عهد رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم وبعدہ یعاملون علی الارض ویستکرونہا ویؤدون الزکوٰۃ عما یخرج منہا وفی الباب حدیث ابن عمر فیما سقت السماء عشر (متفق علیہ) و یستدل بعمومہ انتہی یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم چونکہ زمین کا خراج، لگان وغیرہ ادا کرتے ہیں لہذا ہم پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ ان کو امیر المومنین عمر ثانی عمر بن عبد العزیزؒ نے یہ دنداں شکن جواب دیکر ساکت کر دیا کہ خراج زمین پر ہے اور زکوٰۃ (عشر) دانوں یعنی زمین کی پیداوار پر ہے۔ امام بیہقی نے اس کو بطریق یحیی بن آدم روایت کیا ہے۔ نیز امام بیہقی کی کتاب الخراج میں امام زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ عہد نبوی سے برابر یہ دستور چلا آیا ہے مسلمان زمین کی کاشت کرتے زمینیں بٹائی وغیرہ پر دیتے لیتے تھے اور اس کی کل پیداوار کی زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔ حدیث ابن عمرؓ سے بھی یہی امر مستفاد ہوتا ہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے عشر یا نصف عشر ہے، لگان ومعاملہ وغیرہ مسلمانوں پر شاہی ایجاد ہے شرعی حکم نہیں۔ اگر لگان زمین کا جو خلاف شرع ہو خواہ وہ ۴ر فی بیگہ ہو یا عہ یا اس سے زائد زمیندار پر ہو یا غیر زمیندار پر ادا نہ کیا جائے تو شرعاً کوئی حرج نہیں۔ اور زمیندار ہو یا غیر زمیندار اگر زکوٰۃ (عشر) نہ ادا کرے تو شرعاً سخت مجرم یعنی کافر ہے۔ حدیث میں ہے مَن لم یزکّہ فہو لیس بمسلم جو زکوٰۃ نہ دے وہ مسلمان نہیں۔

مسئلہ ہذا کے متعلق ائمہ اربعہ کا مذہب

علماء کے مابین یہ مسئلہ معارک عظیم سے ہے امام مالک وامام شافعی وامام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کا یہ مذہب ہے کہ خراج وعشر دونوں لازم ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں سوائے خراج کے اور کچھ لازم نہیں چنانچہ ہدایہ میں ہے ولا عشر فی الخارج من ارض الخراج اھ فتح القدیر میں ہے وقال الشافعی ومالک واحمد یجمع بینہما لانہما حقان ذاتا ومحلا وسببا ومصرفا اھ گو صاحب ہدایہ نے اپنے مدعا کے اثبات میں تین ادلہ قائم کئے ہیں مگر حنفی مذہب کے بڑے ٹھیکیدار امام ابن ہمام مصنف فتح القدیر نے تینوں کو مخدوش ومنظور فیہ قرار دیا ہے۔ نیز علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی حنفی نے اپنی کتاب تفسیر مظہری میں صاف لکھدیا ہے و لم یثبت منع الجمع بین العشر والخراج بدلیل شرعی یعنی عشر اور خراج میں تفریق کرنا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں (کہ وہ دلیل خراجی زمین سے عشر کو مانع ہو) بعض حنفیہ[1] یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی امام جائر یا عادل سے خراجی زمین کا عشر لینا صراحۃً ثابت ومذکور نہیں[2] نہ خلفاء اربعہ سے نہ دیگر کسی صحابی وغیرہ سے۔ پس ثابت ہوا کہ اس پر تمام صحابہ کا اجماع تھا لیکن علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس دعوی اجماع کو بالکل توڑ دیا ہے۔ فرماتے لا اجماع مع خلاف عمر بن عبد العزیزؒ

[1] جیسے صاحب ہدایہ وغیرہ ۱۲ منہ [2] کسی شے کا عدم ذکر اس کے عدم وجود کو مستلزم نہیں ہوتا فافہم ۱۲ منہ

والزہری بل لم یثبت عن غیرہما التصریح بخلافہما انتہی یعنی جب عمر بن عبد العزیزؒ وامام زہری جیسے حضرات سے اس کے خلاف منقول ہے تو پھر اجماع کہاں رہا۔ بلکہ ان دونوں کے سوائے کسی سے بھی اس کے خلاف تصریح ثابت نہیں۔ بس مسئلہ ہذا میں جو کچھ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے منقول ہے وہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم کا بھی مسلک ہے لانہ کان متبعا لہ مقتفیا لاثارہ۔ رہا صاحب ہدایہ کا حدیث لا یجتمع عشر وخراج فی ارض مسلم سے استدلال کرنا، سو اول تو حنفیہ کے امام ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ وہو حدیث ضعیف۔ دوم علامہ حافظ ابن حجرؒ نے درایہ ص ۲۶۸ میں لکھا ہے کہ حدیث لا یجتمع عشر وخراج فی ارض مسلم الی قولہ وفیہ یحیی بن عنبسۃ وہو واہ وقال الدارقطنی ہو کذاب یعنی یہ حدیث ضعیف ہے اس میں یحیی بن عنبسہ راوی واہی اور کذاب ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ صاحب ہدایہ کا اس سے استدلال پکڑنا بالکل غلط ہے کیونکہ حدیث میں لفظ "مسلم" کا صاف بتا رہا ہے کہ مسلمان پر یہ دونوں چیزیں نہیں یعنی امام وقت وبادشاہ وقت کو چاہئے کہ ایک مسلم شخص پر زکوٰۃ کے ہمراہ خراج لگان وغیرہ نہ لگائے اگر کوئی بادشاہ اس مسلمان پر جو صاحب نصاب ہے اور پورے طور پر موافق شرع زکوٰۃ ادا کرتا ہے خراج ولگان وغیرہ لگادے اور جبراً اس سے وصول کرے تو یہ اس کا اپنا جور واستبداد ہے شرعی حکم نہیں۔ ہاں شرعاً اس مسلمان کو بھی ہرگز یہ حق حاصل نہیں کہ حکام وقت کا مقرر کردہ خراج تو ادا کردے مگر اس احکم الحاکمین کا مقرر کردہ عشر ہضم کر جائے! اور ادا نہ کرے۔ اگر ایسا کرے گا تو یوم الحساب میں اس ذی الجبروت والملکوت کو کیا جواب دیگا بجز تحسر، افسوس، ندامت، خجالت، حسرت کے کچھ بن نہ پڑے گا اور عذاب الٰہی میں مرکوس ومنکوس ہو جائے گا فقط

(مفتی) ابو محمد عبد الستار غفر لہ ولوالدیہ الغفار (آمین)

صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق مئی ۱۹۴۰ء جلد ۲ نمبر ۴

تمت

ضروری اطلاع

اس فتاوے کے اکثر عاشقین سنت منتظر تھے بحمد اللہ یہ چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔ یہ جلد اول ہے، دوسری جلد بھی الحمد للہ چھپ چکی ہے وہ بھی ضرور منگا کر مطالعہ میں رکھئے اور اپنے حلقۂ احباب میں اس کی اشاعت کیجئے آپ اجر دارین کے مستحق ہوں گے انشاء اللہ۔ ان فتاووں کے دو چار خریدار اور بھی پیدا کیجئے فقط والسلام

عبد الغفار سلفی عفی عنہ

۲۹/۴

فہرست مضامین فتاوی ستاریہ جلد اول

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
رضاعی چچا بھتیجی کا نکاح ناجائز ہے	۳	ترک موالات رائجہ شرعی حکم نہیں	۷
سوتیلی بھتیجی سے نکاح جائز ہے۔	〃	صحت کے بعد حکیم وغیرہ سے نذرانہ کی شرط کرنا کیسا ہے؟	۸
فوجی کے لئے نماز قصر کا حکم	〃	زوجہ و شوہر ایک رکابی میں کھا سکتے ہیں	〃
خون ناقض وضو نہیں۔	〃	باجازت زوجہ شوہر سفر میں جا سکتا ہے	〃
میت کی طرف سے روزے رکھنے کا حکم	〃	زوجہ و شوہر ہر ایک دوسرے کا نام لے سکتے ہیں	〃
تکرار جماع میں وضو کا حکم	〃	مرد کو زوجہ سے مصافحہ و سلام کرنیکا حکم	〃
کنواری بالغہ پر ولایت نکاح	۴	مسئلہ میراث	۹
گھر میں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟	〃	بیوہ کی عدت اور اس کی کیفیت وغیرہ	〃
کلمہ گو کے پیچھے نماز کا حکم	〃	قرآن و حدیث چھوڑ کر رائے پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں؟	〃
نام کے مسلمان کے نکاح کا حکم	〃	جہیز وغیرہ کا حکم	۱۰
عورت طلاق کے بغیر دوسرا نکاح نہیں کر سکتی	〃	مختلعہ کی عدت کا بیان	۱۲
نماز جمعہ کا وقت	۵	نکاح سے پہلے تفویض طلاق کا حکم	〃
جمعہ کے دن نوافل دوپہر میں پڑھنے کا حکم	〃	صف اول میں جگہ نہ ہو تو کیا آنے والا نمازی صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہو سکتا ہے	〃
جمعہ کی اذان کا وقت	〃	بائسکوپ دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟	۱۳
خطبۂ جمعہ کا وقت	〃	گراموفون پر قرآن سننا کیسا ہے؟	〃
مردہ کو قبر میں کس طرح داخل کرنا چاہیے	〃	عورت کے پردہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟	〃
روانگی کے وقت مصافحہ و معانقہ کا حکم	۶	طلاق دینے کے بعد نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟	〃
صدقہ خیرات کا کیا حکم ہے؟	〃	مسجد کی جگہ تبدیل کر سکتے ہیں یا نہیں؟	۱۴
صدقہ فطر نقدی سے بھی ادا ہو جاتا ہے	〃	مسجد کی جگہ مدرسہ بنوانا جائز ہے یا نہیں	〃
ایک مجلس میں تین طلاق ایک ہی ہے	〃		
پیشۂ قصابت جائز ہے یا نہیں؟	۷		

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
جمعہ میں اگر امام کو قعدہ میں پائے تو کیا کرے	۱۵	ننگے سر نماز پڑھنا درست ہے	۶۳
زانیہ کا حالت حمل میں نکاح کرنا صحیح ہے یا نہیں؟	〃	ننگے سر اور ٹوپی اوڑھنے والے کی نماز کا فرق	〃
کیا نان و نفقہ نہ دینے کی صورت میں تفریق ہو سکتی ہے؟	〃	ماکول اللحم کے پیشاب وغیرہ کا حکم	〃
خاوند کے مشرک و بدعتی ہو جانے سے موحدہ عورت کے لئے کیا حکم ہے؟	۱۶	مسجد میں محراب بنانے کا حکم	〃
تعزیہ اور سبیل کا حکم	۱۷	میلاد مروجہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟	۶۴
مہر معاف ہونے کی صورت کیا ہے؟	۱۹	بدعتی امام کو چھوڑ کر علیحدہ مسجد بنانی جائز ہے یا نہیں؟	〃
نکاح نابالغہ کا حکم	〃	تشہد میں انگلی اٹھانے کی کیا کیفیت ہونی چاہیے؟	〃
حاملہ زانیہ کا نکاح باطل ہے	〃	قرآن کریم و کتب احادیث کا احترام	۶۵
فتویٰ وقت نماز عید	۲۰	بیٹھ کے پیچھے ہاتھوں کے سہارے بیٹھنے کا حکم	〃
کیا غیر قریش امام بن سکتا ہے	۲۵	کوکھ پر ہاتھ رکھنا کیسا ہے؟	〃
صاحب مال اپنے مال کی زکوٰۃ خود تقسیم کرے یا اپنے امام وقت کے حوالہ کرے	۲۷	نماز میں آستین چڑھانا	۶۶
فتویٰ بابت امارت	۳۱	میلاد مروجہ کا حکم	〃
مسئلہ بیعت	۳۷	عورتوں کا حلقہ باندھ کر اللہ اللہ کرنا بدعت ہے	〃
مسئلہ سیاست	۴۲	ہزاری لکھی روزہ بدعت ہے	〃
فتویٰ طلاق بحالت غصہ	۵۳	شب برات میں نفلیں پڑھیں یا نہیں	۶۷
کیا مدرک رکوع مدرک رکعت ہے؟	〃	بدعت اور اس کے عذاب کا حکم	〃
قبل رخصتی کتنا مہر مقرر ہے؟	۵۸	ترک نماز جمعہ کا کیا کفارہ ہے؟	〃
کیا دعاء قنوت میں اہدنی پڑھنا مکروہ ہے	۵۹	حالت حیض میں جماع کا کیا کفارہ ہے؟	〃
نقد کی صورت میں کم اور ادھار میں زیادہ قیمت پر بیچنے کا حکم	〃	قرض کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟	〃
مختلعہ پر عدت ہے یا نہیں	۶۰	زکوٰۃ خود ادا کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟	۶۸
فتویٰ بابت دیندار عورت و بیدین شوہر	۶۱	زکوٰۃ امام یا اس کا نائب تقسیم کرے	〃
خطبہ اور نماز کے متعلق ایک اہم سوال	۶۲	کیا استاد وغیرہ کے لئے قیام تعظیمی جائز ہے؟	〃

مضامین	صفحہ
شوہر کو بھائی کہنے کا حکم ہے یا نہیں؟	۶۹
خیار بلوغ لڑکی کو حاصل ہے؟	״
مسئلہ تقسیم میراث	״
عورتوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا کیسا ہے؟	۷۰
تین طلاقوں اور رجعت کے متعلق کیا حکم ہے؟	״
زوجۂ مفقود الخبر کے لئے کیا حکم ہے؟	״
ماتا کی منت حرام ہے؟	۷۱
قربانی کا جانور کھویا جائے تو کیا حکم ہے؟	״
رخصت کے وقت مصافحہ کرنا کیسا ہے؟	״
استحقاق میراث ختم نہیں ہوتا؟	״
وصیت تہائی مال تک جائز ہے؟	״
کیا تقسیم جاہلیت معتبر ہے؟	״
تعاقب بر فتویٰ طلاق ثلاثہ	۷۲
پابند شرع کا نکاح تارکِ صوم و صلوٰۃ سے جائز ہے یا نہیں؟	۷۴
زوجہ کے شوہر سے خائف ہوتے سے نکاح نہیں ٹوٹتا؟	״
متعدد بیویوں میں عدل و مساوات قائم رکھنے کا حکم	۷۵
خطبہ کی اذان کہاں دی جائے؟	۷۶
بیوہ کے نکاح ثانی اور اس کی میراث کا حکم	״
نماز میں ایک سلام پھیرنے کا حکم	״
گائے میں عقیقہ کا حکم	״
نقد میں کم اور ادھار میں زیادہ قیمت لینا جائز ہے یا نہیں؟	۷۷

مضامین	صفحہ
قرآنی آیات سے گنڈا بنانے کا حکم	۷۸
رکوع وغیرہ اگر مطابق شرع نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی؟	״
نکاح کس چیز سے ٹوٹ جاتا ہے؟	״
شوہر کی بے رخی سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟	״
ٹیک لگا کر سونے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟	۷۹
نمازی کے کتنے آگے سے گزر سکتا ہے؟	״
مقیم کے پیچھے مسافر کی نماز قصر	״
دنبہ کی پشت پر اون فروخت ہو سکتی ہے؟	״
زکوٰۃ جانور کی قیمت پر ہے یا انکی ذات پر؟	״
بغیر وضو اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟	۸۰
مفضول کی امامت افضل کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟	״
اذان جمعہ کہاں دی جائے؟	״
بوڑھی عورت کا غیر محرم کے ساتھ سفر حج جائز ہے یا نہیں؟	״
حقے کے پانی کا حکم	۸۱
شئے مرہون سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا نہیں؟	״
جانور کی قیمت پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟	״
جمعہ میں امام کو تشہد میں پائے تو کیا کرے	״
کیا اہل ہنود کی پکی ہوئی چیز کھانا جائز ہے؟	״
غیر اللہ کے نامزد جانور کی بیع کا حکم	۸۲
زمین رہن رکھنا کیسا ہے؟	״
گناہ کی اعانت بھی گناہ ہے	۸۳

مضامین	صفحہ
تحصیلدار کو تحفہ لینا درست ہے یا نہیں؟	۸۳
صدقۂ فطر نماز کے بعد دینا جائز ہے یا نہیں؟	״
کیا معرب قرآن کی تلاوت بدعت ہے؟	״
کیا پوتی سے نکاح حرام ہے؟	״
ریل میں نماز پڑھنا	۸۴
تحیۃ المسجد کا حکم	״
سینما وغیرہ کی حرمت	״
بدکار منکوحہ کو نکاح میں رکھنا کیسا ہے؟	۸۵
فتویٰ میراث	״
نفقہ نہ دینے میں فسخ نکاح	״
گاؤں میں جمعہ کا حکم	۸۶
شعبان میں روزہ کا حکم	۹۰
تین طلاقوں میں عدت کے بعد رجعت کا حکم	״
قے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟	״
غیر محرم کے ساتھ حج کا سفر	״
ختم قرآن کے بعد شروع سے کچھ پڑھنا	۹۱
جنازہ کی دعائیں مقتدی کے لئے ضروری ہیں یا نہیں۔	۹۲
امام خود تکبیر کہہ سکتا ہے یا نہیں؟	۹۴
نماز میں بیچ میں چھوٹی سورت چھوڑنے کا حکم	״
ڈاڑھی نہ منڈانے کا حکم	״
غیر عربی میں خطبہ کا حکم	״
جماع کے بعد مہر واجب الادا ہے	۹۵
شوہر کے جنون میں نکاح کا حکم	״
صدقۂ فطر کس طرح تقسیم کیا جائے؟	۹۶
لڑکی کا غیر کفو میں بغیر اذن ولی کے نکاح کا حکم	״

مضامین	صفحہ
امام وقت کی بیعت کئے بغیر عمل مقبول ہے یا نہیں؟	۹۷
امام سے بیعت نہ کرنے والے کیلئے کیا حکم ہے؟	״
جس جانور سے زنا کیا جائے کیا اسکا دودھ گوشت استعمال کیا جائے گا؟	״
ننگے سر نماز پڑھنا کیسا ہے؟	״
فرضوں کے بعد دعا کر سکتے ہیں یا نہیں؟	۹۸
کیا اہلحدیث عورت کا نکاح حنفی بدعتی سے ہو سکتا ہے؟	״
قبر پر کن کاموں سے منع کیا گیا ہے؟	۹۹
زکوٰۃ حقیقی ہمشیرہ کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟	״
کیا زنانی میت پر لال چادر ڈالنا جائز ہے	״
لال چادر والے جنازہ کی نماز جائز ہے؟	״
کیا قبر میں جواب نامہ رکھنا درست ہے؟	״
قبرستان میں لوبان جلانا کیسا ہے؟	״
کیا پوتے کو میراث پہنچتی ہے؟	״
کیا قبور منبوشہ میں مکانات بنانا جائز ہے؟	۱۰۰
کیا رضاعت قلیلہ سے حرمت ثابت نہیں ہوتی؟	״
کافروں کا مال کھانا جائز ہے یا نہیں؟	״
دولتمندوں کے پاس بیٹھنا کیسا ہے؟	۱۰۱
دین کی ترقی غرباء سے ہوئی ہے یا امراء سے	״
کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود کو غرباء و مساکین میں شمار کرتے تھے؟	״
جھوٹی تہمت لگا کر کسی مسلمان کو بدنام کرنا کیسا ہے؟	״
حجاج کا استقبال جائز ہے یا نہیں؟	۱۰۲
	״

مضامین	صفحہ
عورت کو مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟	۱۰۳
بغیر جماعت وتر میں دعائے قنوت پڑھنا کیسا ہے؟	″
غیر مسلم سائل کو دینا جائز ہے یا نہیں؟	″
پیٹ بھرے بغیر دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟	۱۰۴
تارکِ جمعہ کا کیا کفارہ ہے	″
ماکول اللحم کا بول و براز پاک ہے یا ناپاک	۱۰۵
حاملہ بزنا کا نکاح زانی یا غیر زانی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟	″
صغر سنی کا نکاح جائز ہے یا نہیں	۱۰۶
باپ کی منکوحہ غیر مدخولہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟	″
نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں	″
کیا نوافل جماعت سے پہلے پڑھ سکتے ہیں	۱۰۷
فجر کی نماز کے وقت سنتیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟	″
کیا جمعہ کے بعد سنتیں پڑھ سکتے ہیں؟	۱۱۰
تارکِ جمعہ کا کیا کفارہ ہے	″
وتر میں درمیانی قعدہ جائز ہے یا نہیں؟	″
جمعہ کی پہلی اذان کہاں دی جائے؟	″
کیا بیوی کو ماں کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے	۱۱۵
سفر میں وتر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟	″
کیا ایک ہاتھ سے مصافحہ جائز ہے؟	″
کیا عورت کا ذبیحہ حلال ہے؟	″
کیا شوہر کے شرک و کفر سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے	۱۱۶
کیا توبہ کے وقت صدقہ دینا ضروری ہے؟	″
کیا عدت کے زمانہ کا نکاح باطل ہے۔	۱۱۷
بیٹے کی منکوحہ سے زنا کرنے سے بیٹے کا نکاح قائم رہتا ہے یا نہیں؟	″
مکرر گناہ اور توبہ کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے	″
کیا بچوں کو صف کے پیچھے کھڑا کیا جائے؟	۱۱۸
کیا نشان کے طور پر قبر کے سرہانے پتھر کھڑا کرنا جائز ہے؟	۱۱۹
کیا قبر کے گرد آہنی جنگلہ لگانا جائز ہے	″
کیا زمانۂ عدت کا نکاح باطل ہے	″
کیا نیچریت وغیرہ اہلحدیث کی شاخیں ہیں؟	۱۲۰
جمعہ میں کتنی اذانیں ہیں؟	″
عورت ذبح کرسکتی ہے یا نہیں	۱۲۱
ننگے سر نماز ہوسکتی ہے یا نہیں	۱۲۲
نماز جنازہ کا مسنون طریقہ	۱۲۸
جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟	″
احادیث مرفوعہ سے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کا ثبوت	۱۳۰
نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت ملا سکتے ہیں یا نہیں	۱۳۵
نماز جنازہ زور سے پڑھنا ثابت ہے یا نہیں	۱۳۶
حنفیوں کے مفتی مولوی کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ	۱۳۷
نماز عید میں کتنی تکبیریں ہیں؟	″
کیا عید کے خطبہ سے پہلے اذان کہنا	

مضامین	صفحہ
بدعت ہے؟	۱۳۸
عید و جمعہ سے پہلے نقارہ بجانا جائز ہے یا نہیں؟	″
سنتوں کی نیت میں سنتِ رسول کہنا جائز ہے یا نہیں؟	۱۳۹
دیہات میں جمعہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟	″
تین آمین کہنا کیسا ہے؟	۱۴۰
بے نماز کا نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟	۱۴۲
نماز کی پابندی کرنے والے کی نماز غیر معتبر ہے	۱۴۶
سستی سے نماز چھوڑنے والے کیلئے کیا حکم ہے؟	۱۴۷
گھوڑے کی حلت اور قربانی کا فتویٰ	″
قبلہ رخ پاؤں کرکے سونا کیسا ہے؟	۱۵۲
موحدہ عورت سے مشرک مرد کے نکاح کے بارے میں فتویٰ	۱۵۳
مسبوق دورانِ فاتحہ میں امام کے ولا الضالین کہنے پر آمین کہے یا اپنی فاتحہ ختم کرنے پر	۱۵۴
خلقتِ حوا علیہا السلام	″
کیا مہر سے ولی لڑکی کو زیور بنوا کر دے سکتا ہے؟	۱۵۵
کیا قرآن و حدیث میں اختلاف ہے؟	″
کیا بلا وجہ طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے؟	″
کیا مالدار پر حج فرض ہے؟	″
صرف کلمہ گو کا جنازہ اور بے نماز کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟	″
تارک صوم و صلوٰۃ کافر ہے یا مومن؟	۱۵۶
فقد کفر کے اصلی معنی کیا ہیں؟	۱۶۴
عرشِ خداوندی کو کتنے فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے؟	″
حاملینِ عرش کی جسمانی حالت	۱۶۷
کیا مدرکِ رکوع سے فاتحہ کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے	۱۶۹
قضا پڑھنے سے پہلے وقتی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟	۱۷۱
قضا نمازوں کے ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟	۱۷۲
فرضوں کے لئے تکبیر کہنا واجب ہے یا سنت، عورتیں تکبیر کہہ سکتی ہیں یا نہیں	۱۷۳
کیا نکاح میں خیارِ بلوغ اور فسخ از حاکم جائز ہے یا نہیں	۱۷۴
کیا گائے بیل سے عقیقہ کرسکتے ہیں	۱۷۵
عقیقہ کے اندر گائے بیل میں حصے ہوسکتے ہیں یا نہیں	۱۷۶
عقیقہ اور قربانی کے شرائط میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟	۱۷۷
محرم عورتوں سے سلام و مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟	″
مسبوقین متفرق حالات میں ایک دوسرے کی اقتدا کرسکتے ہیں یا نہیں؟	۱۷۸
صدقۂ فطر چاول وغیرہ سے ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟	۱۷۹
مروجہ میلاد النبی صحیح ہے یا نہیں	″
تماشا اور دنگل وغیرہ میں جانے کیلئے کیا حکم ہے؟	″
	۱۸۰

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
شادی میں ناچ گانا کرانا اور اس میں شریک ہونا کیسا ہے؟	۱۸۰	تمباکو کی کاشت اور تجارت جائز ہے یا نہیں	۱۹۳
مسئلہ حیات النبی کے متعلق کیا حکم ہے؟	۱۸۱	عشر مصارف کے وضع کے بعد ہوگا یا پہلے	״
چالیسویں پر ایصال ثواب کے لئے قرآن شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں	״	تطویل نماز و تخفیفِ خطبہ کی حدیث کا کیا مطلب ہے؟	۱۹۶
کیا خطیب کو غلطی پر دوران خطبہ میں اصلاح اور کا جا سکتا ہے	۱۸۲	اذان عثمانی اب بھی دے سکتے ہیں یا نہیں؟	״
کیا قرآن کو چومنا جائز ہے	״	شوہر کے ہوتے ہوئے نکاح ثانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟	۱۹۷
کیا شراب دوا استعمال کر سکتے ہیں	״	ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کنگھی کرنا جائز ہے یا نہیں	״
عورت کو موباف باندھنا جائز ہے یا نہیں؟	״	کیا ایک من گندم لیکر سوا من دینے کی شرط کرنا سود ہے؟	۱۹۸
کیا بصورت نقد کم اور ادھار میں زیادہ قیمت پر فروخت کرنا جائز ہے؟	۱۸۳	کیا مقروض کو بھی کھیتی کی زکوٰۃ دینی ہوگی اور کیا متفرق شرح سے لگان دینے والوں کو سب کو ہی دسواں حصہ زکوٰۃ دینی ہوگی؟	۱۹۹
ناموں کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟	۱۸۵	مسئلہ ہذا کے متعلق ائمہ اربعہ کا مذہب	۲۰۰
		تمت	